JALALI
انگارے میرے لہو کے
محمد یونس حسرت
JALALI BOOKS
A. Karim

انگارے مرے لہو کے

محمد یونس حسرت
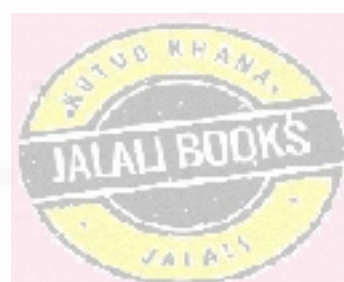
ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز

لاہور — حیدرآباد — کراچی

طابع .... شیخ نیاز احمد

مطبع .... غلام علی پبلشرز - لاہور

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز

ادبی مارکیٹ۔ چوک انارکلی۔ لاہور

ظ۔ب کے نام

اُس تعلقؒ کی یاد اور احترام میں

جو کبھی تھا
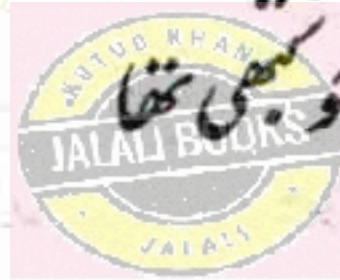
جملہ نام، مقام، واقعات اور کردار
قطعی فرضی ہیں۔ کسی حقیقی نام، مقام
واقعہ یا کردار سے مشابہت یا مطابقت
محض ایک امر اتفاقی ہے جس کے لیے مصنف
یا ناشر پر کوئی قانونی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی

باب ۱

طاہرہ نے آغا ناصر حسین کی کوٹھی ناصر منزل پر پہنچ کر گھنٹی بجائی۔ حسب معمول اندر سے آغا صاحب کا نوکر احمد دین برآمد ہوا۔ اور طاہرہ کو کمرہ میں بٹھا دیا۔ طاہرہ کمرہ میں بیٹھ کر اپنے شاگرد اور آغا صاحب کے سات سالہ بچے شوکت کا انتظار کرنے لگی۔ جسے گھر پر شام کے وقت پڑھانے کے لیے آج سے پورے ایک ماہ پہلے، کوئی دو درجن امیدواروں میں سے اس کا انتخاب کیا گیا تھا۔ اُسے اس اشتہار کی دلچسپ عبارت اب بھی یاد تھی ——!

"ضرورت ہے ایک خوش اطوار، خوش گفتار، خوش سلیقہ اور ذہین ٹیوٹر کی —— جو ایک سات سالہ بچے کو گھر پہ پڑھا سکے۔ مشرق و مغرب کے حسین امتزاج کی حامل خاتون کو ترجیح دی جائے گی ——!"

یہ دلچسپ اشتہار اس کے سکول کی استانیوں میں کئی دنوں تک موضوعِ بحث بنا رہا تھا۔ مس زیبا اس کے سکول کے سٹاف میں چلتی تلوار کی حیثیت رکھتی تھی اور جسے بزعمِ خویش، زمانے کا ساتھ دینے کے سارے طریقے آتے تھے، اس اشتہار کو پڑھ کر

کہ اٹھی تھی۔

"بھئی یہ اشتہار تو بالکل ایک معمہ ہے۔ معلوم نہیں یہ صاحب کس قسم کی ٹیوٹر چاہتے ہیں ـــ بھلے آدمی! سیدھی طرح دیسی ٹیوٹر مانگتے یا ولایتی۔ یہ مغرب کے ساتھ مشرق کی پخ! مجھے تو یہ صاحب بالکل بور معلوم ہوتے ہیں ـــ!"

لیکن اشتہار کے سمجھ میں نہ آنے اور صاحبِ اشتہار کے بالکل بور معلوم ہونے کے باوجود مس زیبا نے اس ٹیوشن کے لیے درخواست داغ دی تھی۔ اس لیے کہ اُسے یہ گمان تھا کہ وہ اپنے ناز وادا کے تیروں سے میدان سر کر لے گی اور صاحبِ اشتہار جو مشرق و مغرب کے حسین امتزاج کی حامل ٹیوٹر کی تلاش میں ہیں۔ اُس کے بے حجابانہ جلووں کے سامنے ایک پل نہ ٹھہر سکیں گے۔

سکول کی دیگر اُستانیوں نے بھی اس دلچسپ اشتہار کے متعلق اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ سکول میں صرف ایک اُستانی ایسی تھی جس کے ساتھ طاہرہ کی خاصی بے تکلفی تھی۔ یہ اُستانی سلائی خانہ داری کی اُستانی تھی۔ اس کا نام تو مس جمال تھا لیکن وہ حسن و جمال کے معاملے میں خاصی بدقسمت واقع ہوئی تھی ـــ اسی میں مس جمال نے ہنستے ہوئے طاہرہ سے کہا:

"ایسا معلوم ہوتا ہے طاہرہ! ان صاحب کو اپنے بچے کے لیے ٹیوٹر کی نہیں، اپنے لیے بیوی کی تلاش ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے" طاہرہ نے جواب میں کہا" بچہ ہے تو بیوی بھی ہو گی ۔۔۔ آخر بیوی کے بغیر بچہ کہاں سے آ سکتا ہے اور وہ بھی سات سالہ بچہ ۔۔۔!"

"ہو سکتا ہے اُن کی بیوی مر چکی ہو" مس جمال نے قیاس کرنے کی کوشش کی" اور وہ صاحب تنہائی کی زندگی گزار رہے ہوں، سو سوچتے ہوں گے کہ چلو بچے کے لیے ایک عدد ٹیوٹر رکھ لیتے ہیں۔ اسی بہانے اپنی تنہائیوں کو دُور کرنے کا سامان بھی ہو جائے گا ۔۔ ایک ٹکٹ میں دو مزے ۔۔!"

"بھئی تم تو ایک مفروضہ گھڑ کے اس پر محل قائم کر لیتی ہو" طاہرہ نے کہا" جہاں تک میرا خیال ہے" اُن کی بیوی یقیناً موجود ہو گی۔"

"تو پھر یہ اشتہار رومان کی تلاش کے لیے ہو گا" مس جمال نے کہا" شاید بیوی کے پھول اُن کے لیے باسی ہو چکے ہوں گے اور وہ کوئی نیا پھول اپنے دامن میں سجانے کی سوچ رہے ہوں گے۔ اور اس کا سب سے آسان اور محفوظ ترین طریقہ یہی ہے کہ بچے کے لیے ٹیوٹر رکھ لی جائے۔"

"بھئی تم تو سوئی کا بم بھالا بنا لیتی ہو" طاہرہ نے احتجاج کے انداز سے کہا" میرے خیال میں تو بات صرف اتنی ہے کہ اُن کا بچہ ایک غیر معمولی بچہ ہے۔ اسی لیے انھوں نے ٹیوٹر کی تلاش

کے لیے یہ غیر معمولی اشتہار دیا ہے۔"

"خیر اُن کا پتہ غیر معمولی ہو یا نہ ہو، لیکن وہ شخص ضرور غیر معمولی ہے جس نے اس اشتہار کی عبارت تحریر کی ہے ۔۔۔ ذرا سوچو تو سہی طاہرہ! ضرورت ہے ایک خوش اطوار، خوش گفتار، خوش سلیقہ اور ذہین ٹیوٹر کی جو ایک سات سالہ بچے کو گھر پر پڑھا سکے۔ مشرق و مغرب کے حسین امتزاج کی حامل خاتون کو ترجیح دی جائے گی۔ اس اشتہار کی عبارت پکار پکار کر اس کے مصنف کے غیر معمولی ہونے کی گواہی دے رہی ہے۔"

"اس میں تو کوئی شک نہیں ہو سکتا" طاہرہ نے کہا۔

"ہاں" مس جمال نے جواب دیا" اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہو سکتا طاہرہ! کہ تم میں یہ تمام صفات بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ تم خوش اطوار ہو، خوش گفتار ہو، خوش سلیقہ اور ذہین ہو ۔۔۔ تم میں مشرق و مغرب کا حسین امتزاج بھی ہے۔ پھر ایک اور صفت جو اس اشتہار کے مصنف نے واضح طور پہ بیان نہیں کی لیکن عبارت کے بین السطور سے صاف جھلک رہی ہے، وہ خوبصورتی کی ہے۔ سو یہ صفت بھی تم میں موجود ہے ۔۔۔ بس درخواست دے ڈالو طاہرہ! کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔"

"درخواست تو میں ضرور بھیجوں گی" طاہرہ نے کہا "آگے جو خدا کو منظور ہوا۔"

اور یوں طاہرہ نے اس اشتہار کے جواب میں اپنی درخواست بھیج دی تھی۔۔۔ درخواست دینے کے کوئی پندرہ دن بعد جب وہ انٹرویو کے لیے ناصر منزل پہنچی تو اس نے مس زیبا کو بھی وہاں موجود پایا۔۔۔ اُسے ایک نظر دیکھتے ہی طاہرہ نے یہ اندازہ کرلیا تھا کہ وہ اپنے سارے ہتھیار سجا کر آئی ہے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ انٹرویو دینے کے لیے نہیں۔ مقابلۂ حُسن میں شریک ہونے کے لیے آئی ہے۔۔۔ شاید یہ اُس کے لیے مقابلۂ حُسن ہی تھا۔۔۔!

وہیں پر طاہرہ نے پہلی بار آغا ناصر حسین کے دفتر کی ٹائپسٹ مس روزی کو دیکھا تھا۔ چھوٹا سا قد۔ کھلتا ہوا گندمی رنگ۔۔۔ تراشیدہ گیسو اور گھٹنوں کو شرمندۂ احسان کرتا ہوا بازوؤں کی تہمت سے آزاد سکرٹ۔ ہاتھ میں ایک نوٹ بک لیے وہ تمام امیدواروں کے کوائف نوٹ کرتی اُن کے درمیان یوں گردش کر رہی تھی جیسے ایک شعلۂ بے قرار ہو۔۔۔ ابھی یہاں، ابھی وہاں۔۔!

انٹرویو آغا صاحب خود لے رہے تھے اور مس روزی باری باری تمام اُمیدواروں کو اُن کے پاس بھیج رہی تھی۔ مس زیبا جب انٹرویو کے لیے گئی تو اس نے اپنے سے پہلے اُمیدواروں سے کہیں زیادہ وقت لیا۔ اس دوران میں مس روزی بار بار بڑی بے قراری سے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھتی رہی۔ اس سے طاہرہ نے اندازہ لگایا تھا کہ مس زیبا کے انٹرویو کی طوالت

سے خود مس روزی کو بھی قدرے پریشانی ہے ۔۔۔ لیکن اس پریشانی میں بھی اُس کے چہرے پر ایک عجیب غماز سی مسکراہٹ کی جھلک دکھائی دے رہی تھی ۔۔۔

اور جب مس زیبا انٹرویو دے کر باہر آئی تو اُس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی اور اُس کی آنکھوں سے کچھ ایسے جذبات جھلک رہے تھے کہ طاہرہ کو ہی نہیں، باقی اُمیدواروں کو بھی یہ یقین ہوگیا تھا کہ آغا صاحب کی نظرِ انتخاب مس زیبا پر جا پڑی ہے ۔۔۔ یا پھر مس زیبا نے اپنے ہتھیاروں سے آغا صاحب کو شکست دے دی۔

اپنی باری آنے پر جب طاہرہ انٹرویو کے لیے آغا صاحب کے سامنے پیش ہوئی تو وہ چند ثانیے تک سر سے لے کر پیر تک بڑے غور سے اس کا جائزہ لیتے رہے ۔۔۔ پھر کہنے لگے:

"تشریف رکھیے مس طاہرہ!"

طاہرہ کرسی پر بیٹھ گئی اور اس کے بیٹھتے ہی آغا صاحب نے سوال کیا:

"مس طاہرہ! کیا آپ بتائیں گی کہ آپ نے کس مقصد کے تحت ایجوکیشن لائن اختیار کی ہے؟"

طاہرہ نے بظاہر بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلا ۔۔۔ پھر کہا:

"صاحب! آپ کے سوال کا جواب عرض کرنے سے پہلے میں ایک التماس کرنا چاہتی ہوں۔ کیا آپ اس کی اجازت دیں گے؟"

"فرمایئے مس طاہرہ!" آغا صاحب نے کہا

"وہ التماس یہ ہے صاحب!" طاہرہ بولی" اگر آپ اب تک پیش ہونے والے اُمیدواروں میں سے کسی کو منتخب کر چکے ہیں تو مجھے عرضِ حال کی زحمت نہ دیجیے۔"

"ہم نے تو اب تک کسی کو سیلیکٹ نہیں کیا" آغا صاحب بولے

"لیکن معاف رکھیے گا صاحب!" طاہرہ نے کہا" ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ نے ایک اُمیدوار کا انٹرویو لیا ہے جو معمول سے کہیں زیادہ طویل تھا۔۔۔ ہم سب اُمیدواروں میں یہ تاثر عام ہے کہ آپ کی نظرِ انتخاب اُس پر جا پڑی ہے۔"

"کون؟ مس زیبا!" آغا صاحب نے پوچھا

"جی صاحب!" طاہرہ نے جواب دیا" خود مس زیبا کے چہرے سے بھی غیر معمولی خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔"

آغا صاحب مُسکرا دیے۔۔۔ ایسی مُسکراہٹ جس میں کچھ جھینپ کی کیفیت بھی شامل تھی۔ پھر وہ میز کا کونا کھرچتے ہوئے بولے:۔

"وہ انٹرویو ہی کچھ ایسا تھا مس طاہرہ! آپ نے تو آتے ہی ہمارا انٹرویو لینا شروع کر دیا ہے۔۔۔ خیر! ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ابھی تک کسی کا سیلیکشن نہیں ہوا ہے۔"

"اس تکلیف کے لیے معافی چاہتی ہوں صاحب!" طاہرہ نے کہا" آپ کی اس بات سے مجھے یہ اطمینان ہو گیا ہے کہ میں جو کچھ عرض

کروں گی اُسے پوری توجہ سے سُنا جائے گا۔"

"یقیناً، یقیناً!" آغا صاحب بولے "آپ ہمیں عام اُمیدواروں سے کافی مختلف نظر آتی ہیں۔ آپ جو کچھ کہیں گی، اُس پر پوری توجہ دی جائے گی۔ اطمینان رکھیے!"

"شکریہ صاحب!" طاہرہ نے ہاتھ کے اشارے سے تسلیمات کر کے کہا "اب میں آپ کے سوال کے جواب میں کچھ عرض کرتی ہوں۔ میں نے جب ایجوکیشن لائن اختیار کی تو اس وقت صرف خاندان کی معاشی کفالت کا خیال میرے پیشِ نظر تھا ــــ یہ خیال اب بھی میرے پیشِ نظر ہے ــــ لیکن اب میں ایجوکیشن کو محض اپنے روزگار کا ذریعہ ہی نہیں ــــ ایک مقدس پیشہ بھی تصوّر کرتی ہوں۔"

آغا صاحب مُسکرا دیے اور بولے:

"ویسے تو یہ مجبوری کو پارسائی کا نام دینے والی بات ہے لیکن ہمیں اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ تعلیم واقعی ایک مقدس پیشہ ہے اور اگر کوئی خاتون ــــ جو حسین ہونے کے ساتھ ساتھ نوجوان بھی ہے ــــ ہزار ترغیبات کے باوجود اس پیشے کے تقدس کو قائم رکھتے ہوئے اپنے فرائض ادا کرتی ہے، تو ہم اُسے لائقِ احترام سمجھتے ہیں۔"

آغا صاحب کے ان الفاظ سے طاہرہ کے ذہن میں ایک بار پھر مس زیبا اور اُس کے انٹرویو کا خیال آ گیا ــــ اور اس

خیال کے آتے ہی ایک مسکراہٹ غیر ارادی طور پہ اس کے لبوں پر نمودار ہو گئی۔ یہ مسکراہٹ آغا صاحب نے دیکھی تو شاید وہ اس مسکراہٹ کے محرک خیال کو بھانپ گئے اور ایک بار پھر جھینپ سے گئے — پھر جیسے وہ مصنوعی طور پر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولے:

"کیا بات ہے مس طاہرہ!"

"کوئی خاص بات نہیں صاحب!" طاہرہ نے جواب دیا۔"آپ کے ان الفاظ سے مجھے مس زیبا یاد آ گئی تھی۔"

"مس زیبا!"

"جی صاحب! مس زیبا — وہی جس کا طویل انٹرویو آپ ابھی تھوڑی دیر پہلے لے چکے ہیں — اس کے بارے میں کیا خیال ہے آپ کا؟"

"خیر! یہ ایک غیر متعلق بات ہے" آغا صاحب جیسے خود کو سنبھالتے ہوئے بولے "بہتر ہے اب آپ کا انٹرویو بھی ہو جائے۔ ہاں تو کیا آپ اپنے اور اپنے خاندان کے متعلق کچھ بیان فرمائیں گی؟"

"صاحب! میرے اور میرے خاندان کے حالات میں کوئی ایسی انوکھی بات تو نہیں جو آپ کو متاثر کر سکے لیکن آپ کے ارشاد کی تعمیل میں کچھ عرض کرتی ہوں۔ میرے والد ریلوے میں کلرک تھے۔ کئی سال ہوئے ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ جب وہ فوت ہوئے

تو اس وقت میں نویں جماعت میں تھی۔ جیسے تیسے کر کے میں نے میٹرک کیا اور اس کے بعد خاندان کی معاشی کفالت کے لیے ٹیچر بن گئی۔ میری ایک ماں ہے جو اکثر بیمار رہتی ہے۔ مجھ سے چھوٹی دو بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ ایک بہن ساتویں جماعت میں پڑھتی ہے اور دوسری چوتھی میں۔ چھوٹا بھائی پانچویں میں پڑھ رہا ہے....."

"اور ان سب کی کفالت آپ کر رہی ہیں!" آغا صاحب نے طاہرہ کی بات کاٹ کر کہا۔

"جی صاحب!" طاہرہ نے جواب دیا۔

"بھلا اتنے افراد کی دیکھ بھال سے آپ کو اتنی فرصت کب ملے گی کہ آپ ہمارے بچے کو پوری توجہ سے پڑھا سکیں!"

"صاحب! آپ کے اس سوال کے جواب میں اگر یہ گزارش کروں تو بے جا نہ ہوگی کہ میں اُس وقت سے اتنے افراد کی دیکھ بھال کر رہی ہوں جبکہ میرے پاس اُن سندوں میں سے ایک بھی نہیں تھی۔ جن کا ذکر میں نے اپنی درخواست میں کیا ہے۔ میں نے خاندان کی کفالت کا بوجھ اٹھانے کے ساتھ ساتھ اپنا مقام بھی بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ میری یہ کوشش اخلاص پر مبنی تھی اور خلوصِ نیت سے جو کام کیا جائے، اُس میں اللہ ضرور برکت دیتا ہے ـــ یہ صحیح ہے کہ میری یہ تگ و دو ایک معاشی مفاد کی حامل ہے لیکن اس کی حیثیت ثانوی ہے ـــ آپ کا دلچسپ اشتہار دیکھ کر میں نے

یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ آپ کا بچہ ایک غیر معمولی بچہ ہے اور اُسے
پڑھانے کے لیے مجھے غیر معمولی کوشش کرنی پڑے گی ۔۔۔ اور یقین
جانیے صاحب! تعلیم ہو یا کوئی اور میدان، غیر معمولی کوشش ہمیشہ
میرے لیے غیر معمولی خوشی لے کر آتی ہے ۔!"

"آداب عرض ہے مس طاہرہ!"

ایک آواز آئی اور طاہرہ نے اپنے خیالات سے چونک کر
نظریں اوپر اٹھائیں۔ آغا صاحب کا چھوٹا بھائی۔ خوش پوش اور
خوبرو شکیل اُس کے سامنے کھڑا تھا۔ شکیل نے ایک بند لفافہ اُس
کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ لیجیے۔ گزشتہ مہینے کی تنخواہ ہے!"

"شکریہ!" طاہرہ نے لفافہ شکیل کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا:
"شوکت میاں کہاں ہیں؟"

"وہ تو آج بھائی جان کے ساتھ نمائش دیکھنے گئے ہیں مس
طاہرہ!" شکیل نے کہا "رات کے دس بجے سے پہلے کیا لوٹیں گے"!

"تو پھر مجھے اجازت دیجیے!" طاہرہ نے کرسی سے اُٹھتے
ہوئے کہا۔

"چائے پی کر جائیے گا" شکیل نے کہا "میں نوکر سے کہہ آیا ہوں۔
ابھی کوئی دم میں آیا ہی چاہتی ہے"۔

طاہرہ کچھ ہچکچاتے ہوئے پھر کرسی پر بیٹھ گئی۔ شکیل اُس سے

دو تین قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ اُس نے کہا۔

"آپ کو اپنا شاگرد پسند آیا — مس — طاہرہ!"

"جی ہاں" طاہرہ نے جواب دیا "بڑا پیارا بچہ ہے — پیارا اور ذہین!"

"میرا بھی یہی خیال ہے" شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا "کہ شوکت میاں بڑے ذہین ہیں۔ حالانکہ بھائی جان کی رائے اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ تو کہا کرتے ہیں کہ اپنا شوکت شرارتی ہے۔ ایک دم شرارتی!"

"ذہین بچے ہی شرارتی ہوا کرتے ہیں" طاہرہ نے کہا۔

"شرارتیں تو ہم بھی کافی کرتے رہے ہیں مس طاہرہ!" شکیل نے کہا "اپنے کالج کے پروفیسروں اور پرنسپل تک کو نہیں بخشتے تھے۔ ہمارے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟"

"جی!" طاہرہ نے حیرانی سے شکیل کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں ایک شرارت سی ناچ رہی تھی۔ طاہرہ نے جھینپ کر سر جھکا لیا۔ شکیل نے کہا۔

"دیکھیے مس طاہرہ! ہمارے متعلق بھی اپنا فیصلہ سنا دیجیے کہ ہم بھی شوکت میاں کی طرح ذہین ہیں یا نہیں۔ ویسے ہمارا اپنا خیال ہے کہ ہم کچھ نہ کچھ ذہین ضرور ہیں ورنہ تعلقات عامہ میں گھاس کاٹنے پر مامور نہ ہوتے — خیر! اور کچھ نہیں تو ثبوت میں وہ اشتہار

تو ضرور پیش کیا جا سکتا ہے۔"

"کون سا اشتہار" طاہرہ نے چونک کر کہا۔

"وہی جو آپ کو یہاں لانے کا باعث بنا مس طاہرہ!" شکیل نے جواب دیا۔

"وہ اشتہار آپ نے تحریر کیا تھا شکیل صاحب؟"

"جی! یہ خاکسار ہی اُس اشتہار کی ٹوٹی پھوٹی عبارت کا مصنف تھا!" شکیل نے بناوٹی انکسار سے کہا۔

"تو مس جمال نے ٹھیک ہی کہا تھا!" طاہرہ نے زیرِ لب کہا۔ لیکن اس کی یہ بات شکیل تک پہنچ گئی۔ شکیل نے چونک کر کہا۔

"مس جمال! وہ کون ہے مس طاہرہ! اور اُس نے کیا کہا تھا؟"

"مس جمال ہمارے سکول کی سلائی اور خانہ داری کی ٹیچر ہے۔ شکیل صاحب! اُس نے کہا تھا کہ اس اشتہار کا مصنف ایک غیر معمولی آدمی ہے۔"

"شکریہ! شکریہ" شکیل نے جُھک کر تسلیمات کرتے ہوئے کہا: "اور کیا کچھ کہا تھا مس جمال نے؟"

"اور اُس نے یہ کہا تھا کہ یہ اشتہار رُومان کی تلاش میں دیا گیا ہے۔" طاہرہ نے جواب دیا "لیکن مجھے اس خیال سے اختلاف تھا۔"

"آپ کا اختلاف فی الحال ایک حد تک صحیح ہے مس طاہرہ!" شکیل نے کہا۔

"فی الحال ہے۔ ایک حد تک!" طاہرہ نے یہ الفاظ زیرِلب دُہرائے اور سوچنے لگی کہ ان کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔

"آپ کو اپنا شاگرد بہت پسند آیا ہے مس طاہرہ!" شکیل نے کہا۔ "اور آپ کو یہ جان کر خوشی ہو گی کہ شوکت میاں نے بھی آپ کو بہت پسند کیا ہے۔ وہ تو آپ کی اتنی تعریفیں کرتے ہیں کہ خود ہمارے دل میں یہ آرزو چٹکیاں لینے لگتی ہے کہ آپ کے شاگرد بن جائیں۔ کئی بار سوچا ہے کہ اگر آپ گستاخی خیال نہ فرمائیں تو یہ عرض کریں کہ کبھی کبھار ہمیں بھی پڑھا دیا کیجیے ـــ لیکن آپ کی برہمی سے خوف آتا ہے ـــ!"

طاہرہ جواب میں کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دروازے پر کسی کے قدموں کی آہٹ پا کر خاموش ہو گئی۔ نوکر چائے لے آیا تھا۔ چائے کی ٹرے وہ تپائی پر رکھ کر واپس چلا گیا۔ شکیل نے آگے بڑھ کر خود چائے بنائی اور پھر ایک کپ طاہرہ کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا:

"لیجیے مس طاہرہ!"

طاہرہ نے خاموشی سے کپ شکیل کے ہاتھ سے لے لیا اور ایک چھوٹا سا گھونٹ بھر کر کپ پاس پڑے ہوئے میز پہ رکھ کر جیسے کچھ سوچنے لگی ـــ شاید اُسے شکیل کے ارادوں کی تصویر اس کے الفاظ کے پردوں میں سے جھانکتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ شکیل کے ان الفاظ پر غور کر رہی تھی جو اُس نے ابھی تھوڑی دیر

پہلے کیے تھے۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے مشرق اور مغرب کے حسین امتزاج کی طلب خود شکیل کی ذات کو ہے ——!

"کیا سوچ رہی ہیں آپ مس طاہرہ؟" شکیل نے کہا اور پھر پیسٹری کی پلیٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "لیجیے شوق فرما لیجیے!"

طاہرہ نے شکیل کے ان الفاظ پر کوئی دھیان نہیں دیا —— وہ ابھی تک شکیل کے الفاظ کی تہہ میں چھپے ہوئے معانی کا کھوج لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اُس کا ایک ہاتھ کپ کے قریب میز پر ٹکا ہوا تھا اور دوسرا ٹھوڑی کے نیچے —شکیل کے الفاظ نے اُس کے ذہن میں سوچوں کے ان گنت دائرے بُن دیے تھے ——!

شکیل جو طاہرہ کی یہ کیفیت بڑے غور سے دیکھ رہا تھا، قریب آیا اور اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا:

"طاہرہ! ...."

طاہرہ چونک گئی اور اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ کر ایک دم بجلی کی طرح تڑپ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے کہا:

"شکیل صاحب! مجھے تکلف کی زندگی اور بے تکلفی کی گفتگو دونوں ناپسند ہیں۔ قدرت نے ہمارے درمیان ایک خاص فاصلہ حائل کر رکھا ہے —آپ اس فاصلے کو کم کرنے کی کوشش نہ کیجیے — ہمارے

درمیان جو دیوار ہے، اُسے پھاندنے کی کوشش نہ کیجیے!"

"مس طاہرہ" شکیل نے چونک کر کہا۔۔۔ اُس کے لہجے میں حیرانی۔ گھبراہٹ۔ لجاجت اور منت سماجت سبھی کچھ تھا۔!

"خدا حافظ!" طاہرہ نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔۔۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے باہر نکل گئی۔

باب ۲

پہلے ہی دن شوکت میاں کو پڑھاتے ہوئے طاہرہ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ یہ بچّہ غیر معمولی طور پر ذہین ہے۔ اس احساس سے اُسے بڑی خوشی ہوئی تھی اور اس نے سارے اندیشوں کو بالائے طاق رکھ کر تمام آزمائشوں اور ترغیبات کا مقابلہ کرنے اور شوکت میاں کو پڑھاتے رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا ـــــ لیکن یہ فیصلہ کرتے ہی آغا صاحب کا چھوٹا بھائی شکیل اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا ـــــ آغا ناصر خود تو ایک بیمہ کمپنی کے ڈائرکٹر تھے لیکن شکیل اپنی تعلیم مکمل کر کے حال ہی میں ایک سرکاری محکمے سے وابستہ ہوا تھا۔

پہلے ہی دن شکیل نے طاہرہ کے ساتھ گفتگو کا آغاز یوں کیا تھا:

"مس طاہرہ! آپ کا پورا نام کیا ہے؟"

"طاہرہ!"

"طاہرہ: نہ بانو نہ بیگم، صرف طاہرہ! کیا واقعی!" شکیل نے حیرت ظاہر کی۔

"جی ہاں! کیا آپ کو اس پر کوئی اعتراض ہے؟" طاہرہ نے پوچھا۔

"اعتراض!" شکیل نے کہا "ایک نہیں، کئی اعتراض ہیں — سب سے بڑا اعتراض تو یہ ہے کہ یہ بالکل آؤٹ آف فیشن نام ہے جبکہ آپ خود اچھی خاصی فیشن ایبل لڑکی — یعنی کہ خاتون ہیں — میرا خیال ہے آپ اس میں تھوڑی سی تبدیلی یا اضافہ کرلیں تو بڑا شاندار نام بن جائے گا — آپ کے شایانِ شان نام —!"

طاہرہ نے جواب میں خاموشی اختیار کیے رکھی تو شکیل نے خود ہی کہا۔

"مثلاً آپ کا نام طاہرہ کی بجائے طاہرہ جمال ہو جائے تو کیسا رہے؟ سولہ آنے اپٹوڈیٹ نام ہے — اپٹوڈیٹ اور فیشن ایبل — اور پھر اس میں روایتی، اندلسی شہزادیوں کا سا وقار بھی موجود ہے — کیا خیال ہے آپ کا؟"

طاہرہ نے اس کے جواب میں بھی کچھ نہیں کہا تھا — اُسے صاف دکھائی دے رہا تھا کہ شکیل قریب آنے — آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے — وہ کسی طرح بھی اس کی حوصلہ افزائی کرنا نہیں چاہتی تھی۔

اور چند دنوں بعد ہی شکیل کی شاعری کا ایک نمونہ طاہرہ کے سامنے آیا تھا — شوکت طاہرہ کو باجی کہہ کر پکارتا تھا — وہ بھی دن

میں وہ اُس کا گرویدہ ہو گیا تھا — ایک شام جب وہ اُسے پڑھانے بیٹھی تو اُس نے اپنی کتاب میں سے ایک کاغذ نکال کر طاہرہ کو دیتے ہوئے کہا :

" باجی ہمارے چچا جان نے یہ نظم لکھی ہے !"

طاہرہ نے شوکت کے ہاتھ سے وہ کاغذ لے کر دیکھا۔ اس پہ یہ نظم درج تھی :

شوکت میاں کی باجی

(شوکت میاں کی زبان سے اپنی باجی کی بے شمار تعریفیں سُن کر)

لگتی بہت ہیں پیاری — دل جان سے ہے واری
خوشبوؤں بھری پٹاری — شوکت میاں کی باجی

کیا خوب ہیں پڑھاتی — آداب ہیں سکھاتی
انسان ہیں بناتی — شوکت میاں کی باجی

شاگرد جو بنالیں — دل کی مراد پالیں
دل کی مرے دُعالیں — شوکت میاں کی باجی

سن اے شکیل پیارے   چل اُس کے ہی دوارے
قسمت تری سنوارے   شوکت میاں کی باجی

یہ نظم پڑھ کر طاہرہ کا سارا وجود ایک دم زور سے کانپ اٹھا تھا۔ شکیل نے اس نظم کی آڑ لے کر اپنے دلی جذبات اس کے سامنے رکھ دیے تھے — آغا صاحب نے تو شاید ایک چھوٹر کئی پھولوں تک رسائی ہونے کی وجہ سے اُس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی لیکن ان کے نوجوان اور خوبرو بھائی نے تو اُسے اپنی نگاہوں کا ہدف قرار دے لیا تھا — پہلے اس کے جی میں آئی کہ اس کاغذ کو تہہ کر کے جیب میں رکھ لے اور بعد میں شکیل سے کہے کہ وہ قریب ہونے کی کوشش نہ کرے — لیکن پھر اس نے فیصلہ کیا کہ اُسے نظر انداز کر دینا ہی سب سے زیادہ موزوں رہے گا —!

چنانچہ اس نے اس کاغذ کے پُرزے پُرزے کر کے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیے اور شوکت میاں کو سبق پڑھانے لگی۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ ساتھ اُسے اس آزمائش کے شدید سے شدید تر ہونے کا احساس ہوتا جا رہا تھا۔ شکیل نے اگرچہ قریب ہونے یا کسی تحریر کے ذریعے اظہارِ جذبات کرنے کی مزید کوئی کوشش نہیں کی تھی لیکن جس وقت وہ شوکت کو پڑھا رہی ہوتی

تو وہ کسی نہ کسی بہانے وہاں آنے سے نہیں چُوکتا تھا ۔۔۔ اور ایک فقرہ تو وہ شوکت کو مخاطب کر کے اکثر کہ گزرتا تھا۔

" شوکت میاں! تمہاری باجی بہت اچھی ہیں۔ ان سے کہو ہمیں بھی دو ایک حرف پڑھا دیا کریں۔"

اور طاہرہ کو شکیل کے اس وار سے بچنے کی یہی ترکیب نظر آتی تھی کہ اس کا کوئی نوٹس ہی نہ لیا جائے۔ وہ اُسے یوں نظر انداز کر دیتی جیسے ہُوا ہی کچھ نہیں ۔۔۔ جیسے شکیل نہیں، ہوا کا ایک جھونکا تھا، جو آیا اور گزر گیا ۔۔۔!

اور آغا صاحب کی کوٹھی پر ہی دو تین بار طاہرہ کی ملاقات آغا صاحب کی ٹائپسٹ مس روزی سے بھی ہوئی تھی۔ دوسری ملاقات میں ہی وہ طاہرہ سے کافی گھل مل گئی تھی اور اس نے بغیر کسی جھجک کے وہ پرائیویٹ کام گنا دیے تھے جو اُسے اپنے دفتری فرائض کے علاوہ انجام دینے پڑتے تھے ۔۔!

اور ان پرائیویٹ کاموں کی تفصیل سن کر طاہرہ نے روزی سے کہا۔

" میں آپ کی جگہ ہوتی تو ایسی نوکری پر فوراً لات مار دیتی۔"

" یہ تو میں بھی کر سکتی ہوں" روزی نے جواب دیا" لیکن پھر اُن سات جانوں کا کیا ہوگا جن کا پیٹ بھرنے کے لیے مجھے یہ سارے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔"

"لیکن انسان کا کیریکٹر بھی کوئی چیز ہے روزی!"

"پہلے میں بھی یہی کہا کرتی تھی" روزی نے کہا "لیکن جب انسان ہر طرف سے گھر جائے تو اُسے ہتھیار ڈالنے ہی پڑتے ہیں!"

"میں اس شکست خوردہ ذہنیت کی قائل نہیں روزی!" طاہرہ نے کہا "میں تو یہ ایمان رکھتی ہوں کہ انسان کو ناسازگار حالات میں بھی ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ اپنے کیریکٹر کو اپنی سب سے قیمتی دولت جاننا چاہیے اور حالات کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے!"

"معاف کرنا طاہرہ!" روزی نے جیسے بے بسی سے کہا "یہ سب کچھ میں نے بھی کر کے دیکھا ہے اور اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ جو شخص حالات کو بدلنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، اُسے حالات سے سمجھوتہ کر ہی لینا چاہیے!"

"آپ کے خیالات سے اتفاق نہ ہونے کے باوجود مجھے آپ سے ہمدردی ہے روزی!" طاہرہ بولی "ہمارے معاشرے کی اٹھان ہی کچھ ایسی ہے کہ عورت قدم قدم پر مرد کے سہارے کی محتاج ہے اور یہاں جو عورت مرد کا سہارا لینے کی بجائے خود سہارا بنتی ہے، خاندان پر بوجھ بننے کی بجائے خاندان کا بوجھ اٹھاتی ہے، اُسے ہر ہر کام پر کڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ معاشرہ ایسی عورت کو اپنے لیے ایک چیلنج تصور کرتا ہے!"

"آپ خود ہی غور کریں طاہرہ!" روزی نے کہا "مجھ جیسی

کمزور عورت ایسے طاقتور معاشرے کا کیسے مقابلہ کر سکتی ہے؟"

"یہ سراسر آپ کی بھول ہے روزی!" طاہرہ نے کہا" عورت کمزور ہونے کے باوجود بڑی طاقتور ہے۔ تاریخ کے اوراق عورت کی بے مثال طاقت کے گواہ ہیں۔ بڑے بڑے جابر شہنشاہوں کا سر عورت نے اپنے قدموں پر جھکایا ہے ـــ بڑے بڑے مغرور سروں کو اُس نے اپنے پاؤں کی ٹھوکروں سے روند ڈالا ہے ـــ بڑی بڑی وسیع و عریض سلطنتیں اس کے اشارۂ ابرو پر تہ و بالا ہو گئی ہیں ـــ عورت آج بھی وہی ہے۔ صرف اسے اپنی طاقت کا احساس نہیں ـــ میں بھی آپ کی طرح بظاہر ایک کمزور سی عورت ہوں۔ میرے لیے بھی قدم قدم پر آزمائشوں اور ترغیبات کے دام موجود ہیں لیکن میں نے اب تک بڑی جرأت اور پامردی سے سب آزمائشوں اور ترغیبات کا مقابلہ کیا ہے ـــ شروع شروع میں جب محض معاشی مجبوریوں کے تحت میں نے معلمی کے پیشے کو اپنایا تھا، تو اس وقت مجھے بھی پورا پورا اندازہ نہیں تھا کہ میں اپنی کشتی کو کیسے طوفان خیز سمندر میں ڈال رہی ہوں ـــ لیکن اپنا کیرکٹر مجھے اُس وقت بھی عزیز تھا اور آج بھی عزیز ہے ـــ زندگی کے سفر میں مشکلات اور مصیبتیں کہاں نہیں ہوتیں ـــ انسانیت اور نسوانیت کی عظمت اسی میں ہے کہ ہم ان کے آگے ہتھیار ڈال دینے کی بجائے ان کے مقابلے میں ڈٹ جائیں ـــ!"

"یہ آپ کی بلند ہمتی ہے طاہرہ! اور میں اس کی قدر کرتی ہوں" روزی نے کہا" لیکن نہ ہر پرندہ شاہین ہو سکتا ہے اور نہ ہر جانور شیر۔ خود آپ کے اِرد گرد کئی عورتیں ایسی ہوں گی جو میری طرح ہی حالات سے سمجھوتا کر چکی ہوں گی۔"

"کئی ہیں" طاہرہ نے جواب دیا" مس زیبا ہے......"

"مس زیبا؟" روزی نے ٹوک کر کہا" وہی تو نہیں جو اُس روز انٹرویو........"

"ہاں ہاں وہی مس زیبا؟ طاہرہ نے کہا" اور میرے گرد و پیش ایسی ایک نہیں، بیسیوں زیبائیں ہیں جو اس مقدس پیشے کو بدنام کر رہی ہیں ــــ جنھوں نے ملازمت کی آڑ میں اپنی نسوانیت کی اس تذلیل کو ایک باقاعدہ کاروبار کی شکل دے رکھی ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ ان سے ہزار درجے اچھی تو وہ طوائفیں اور کسبیاں ہیں جو علانیہ اپنا جسم بیچتی ہیں۔ کم از کم وہ اپنے عیب چھپانے کے لیے کسی مہذب اور شریفانہ پیشے کی آڑ تو نہیں لیتیں ــــ اور پھر اُن کی آمدنی بھی تو ان بظاہر شریف زادیوں سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے ــــ!"

"آپ کی باتوں کی صداقت میں کوئی کلام نہیں طاہرہ!" روزی نے کہا" لیکن یہ اپنی اپنی تقدیر ہے ــــ جہاں اور جس گرداب میں کوئی پھنس گیا، سو پھنس گیا۔ ہماری کشتی کمزور اور طوفان بہت

منہ زور ہے — یہ کشتی آخر ڈوبے ہی ڈوبے گی — آج نہیں تو کل —!

"کیا آپ کا ضمیر کبھی اس ذلت پہ ملامت نہیں کرتا" طاہرہ نے پوچھا۔

"کبھی کیا کرتا تھا" روزی نے کہا "شاید اب بھی کرتا ہو۔ لیکن اب اس کی آواز میرے کانوں تک نہیں پہنچتی — یوں بھی جب پیٹ بھر کھانے کے لیے روٹی مانگتا ہو تو ضمیر کی ملامت پر کوئی کب تک کان دھرے — اپنی ملازمت کا تحفظ فرائض کی تندہی اور دیانت داری کے ساتھ بجا آوری سے کہیں زیادہ صاحب کی خوشنودی پہ منحصر ہے — اور آپ جانیں! جہاں ایک نوجوان عورت مقابل ہو تو ہر جگہ صاحب کی خوشنودی کی ایک اور صرف ایک ہی شرط ہوتی ہے۔—!"

طاہرہ اس کے جواب میں کچھ کہنے ہی والی تھی کہ آغا صاحب کا نوکر آیا — آغا صاحب نے روزی کو یاد کیا تھا — اور روزی فوراً اٹھ کر صاحب کی خدمت میں جا حاضر ہوئی — صاحب کی خوشنودی کا خیال اب اسے دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز تھا — اب اسے خدا کو خوش رکھنے کی بجائے صاحب کو خوش رکھنے کی زیادہ فکر تھی —!

ایلن اور روزی کی یہ گفتگو یاد کر کے طاہرہ کچھ اُداس اور

پریشان سی ہو گئی — آخر کیا فرق تھا مس زیبا اور روزی میں — لیکن جہاں وہ زیبا کو ہزار لعنت ملامت کرنے پر آمادہ تھی، وہاں اس کا دل روزی کو ملامت کرنے کی بجائے اُسے ہمدردی کا مستحق سمجھ رہا تھا — شاید اس لیے کہ زیبا اور روزی کی مجبوریوں میں زمین آسمان کا فرق تھا — زیبا نے یہ روشِ معاش مجبوریوں کے نام پر نہیں بلکہ فیشن، تہذیبِ جدید اور ترقی پسندی کے نام پر اختیار کی تھی — اس نے آوارگی کو آزادی کا نام دے کر اختیار کیا تھا — اُس نے زمانے کا ساتھ دینے کے نام پر اپنے جسم — اپنے حسن — اپنی جوانی کو شاہراہِ عام بنا ڈالا تھا جبکہ روزی نے یہی کچھ محض اس لیے کیا تھا کہ اُسے سات جانوں کا پیٹ بھرنے کی فکر تھی — !

دروازے پر دستک ہوئی اور وہ اپنے خیالات سے چونک گئی۔ اُس نے اپنے چھوٹے بھائی سے کہا:

"ریاض! دیکھو تو باہر کون ہے؟"

ریاض اپنا کام چھوڑ کر اُٹھا اور دروازے کی طرف گیا۔ چند لمحے بعد ہی ریاض کے ساتھ مس روزی اندر آئی۔

"ارے روزی آپ!" طاہرہ نے حیرانی سے کہا "ابھی ابھی میں آپ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"زہے نصیب! ایک فرشتہ ایک گنہگار انسان کے بارے میں

سوچتا ہے۔" روزی نے کہا۔" لیکن میں یہ دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہوں کہ نصیبِ دشمناں کہیں طبیعت ناساز تو نہیں !"

" میں تو بالکل خیریت سے ہوں" طاہرہ نے جواب دیا"آپ سے کس نے کہا؟"

" کہا تو کسی نے بھی نہیں" روزی بولی" لیکن آپ دو دن سے شوکت میاں کو پڑھانے کے لیے نہیں آ رہیں۔ آغا صاحب بہت فکرمند تھے کہ کہیں آپ بیمار نہ پڑ گئی ہوں!"

" کیا واقعی!" طاہرہ نے حیرانی سے کہا "کیا واقعی آغا صاحب ہی فکرمند تھے یا کوئی اور تھا؟"

" کسی اور کا تو مجھے پتا نہیں" روزی نے جواب دیا" میں تو آغا صاحب کے حکم سے آپ کے پاس آئی ہوں"

" تو یہاں تشریف رکھیے" طاہرہ نے کہا" میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔ پھر ذرا اطمینان سے باتیں ہوں گی"

" ان تکلفات کو رہنے دیجیے خدا کے لیے!" روزی نے کہا "کام کی بات کیجیے۔ مجھے ابھی واپس جا کر آغا صاحب کو اطلاع بھی دینی ہے —— زیادہ دیر ہو گئی تو پھر مزید خدمت گلے پڑ جائے گی"

اور آخری الفاظ کہنے کے ساتھ ہی روزی ہنس رہا —— طاہرہ چونک کر رہ گئی۔ روزی کے الفاظ یقیناً چونکا دینے والے

تھے لیکن خود روزی کے لہجے میں چونکا دینے والی بات نہیں تھی۔ بلکہ اس نے مُسکراتے ہوئے یہ بات کہی تھی ـــــ جیسے یہ اُس کے لیے معمول کے مطابق بات ہو ـــ!

طاہرہ نے کچھ کہنے سے پہلے ایک بار روزی کی طرف دیکھا اور پھر اپنے تینوں بہن بھائیوں کی طرف۔ پھر وہ اُن سے کہنے لگی۔

" ریاض! تم تینوں چل کے امی جان کے پاس بیٹھو۔ ہمیں کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں ":

"تینوں بہن بھائی اپنی چیزیں سمیٹتے ہوئے اُٹھے اور صحن پار کر کے دوسری طرف کمرے میں اپنی امی جان کے پاس چلے گئے۔ اُن کے چلے جانے کے بعد روزی جواب تک کھڑی ہی تھی، طاہرہ کے پاس بیٹھ گئی اور کہنے لگی:

" طاہرہ! ہمارے معاش کے ذرائع الگ الگ ہونے کے باوجود ہم میں ایک قدرِ مشترک یہ ہے کہ ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں ـــــ میں بھی آغا صاحب کی ملازم ہوں اور آپ بھی ـــــ اس لحاظ سے ہمارے مسائل اور ہماری اُلجھنوں میں کافی حد تک مشابہت ہے۔ آپ پورے ایک ماہ تک شوکت میاں کو پڑھاتے رہنے کے بعد اب بغیر کسی ظاہری عذر کے دو دن سے وہاں نہیں گئیں ـــــ اس سے میرے دِل میں یہ خیال پیدا ہوتا

ہے کہ اچانک کوئی غیر متوقع صورتِ حال آپ کے سامنے آ گئی ہے ۔۔۔ کیا میرا یہ خیال صحیح ہے طاہرہ ؟"

" ہاں ! کافی حد تک صحیح ہے" طاہرہ نے جواب دیا ۔

" اور اس غیر متوقع صورتِ حال نے آپ کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے ؟"

" ہاں !"

" اور آپ ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکیں ؟"

" ہاں ! میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکی روزی !"

" کیا آپ مجھے اس صورتِ حال سے آگاہ کریں گی ؟" روزی نے کہا " ویسے تو میں اس قابل کہاں ہوں کہ آپ کو کوئی مشورہ دے سکوں لیکن یہ اطمینان ضرور دلاتی ہوں کہ آپ جو کچھ کہیں گی وہ صرف مجھ تک رہے گا !"

اور طاہرہ نے روزی کو شکیل کی اُن تمام کوششوں کی داستان تفصیل سے سُنا دی جو وہ اب تک طاہرہ کے قریب آنے ۔۔۔ اور قریب ہونے ۔۔۔ کے لیے کر چکا تھا ۔

" تو شکیل صاحب نے آپ کو آزمائش میں ڈال دیا ہے !" روزی نے پوچھا

" ہاں ! اور میں اب تک اسی سوچ میں ہوں کہ مجھے اس ٹیوشن کو جاری رکھنا چاہیے یا نہیں "

"شکیل صاحب کوئی ایسے بڑے آدمی تو نہیں ہیں" روزی نے مسکراتے ہوئے کہا "کہ آپ ان سے یوں دُور دُور رہنے کی کوشش کریں۔ جہاں تک مجھے علم ہے وہ اپنے آغا صاحب سے ہزار درجے بہتر ہیں بلکہ میں ان کی ضد ہیں ـــــ آغا صاحب تو پیتل ہیں لیکن شکیل صاحب سونا ہیں ـــ خالص سونا ـ!"

"یہ شکیل صاحب کے اچھے یا بُرے ہونے کا سوال نہیں روزی!" طاہرہ نے کہا "شکیل صاحب سونے کی بجائے ہیرا ہوتے تو بھی میرے لیے کوئی فرق نہ پڑتا ـــــ ناصر منزل پر میرے فرائض صرف شوکت میاں کی تعلیم تک محدود ہیں۔ شکیل صاحب کو میرے ان فرائض کی انجام دہی میں مزاحم نہیں ہونا چاہیے۔"

"یہ مزاحمت تو نہیں ہے طاہرہ" روزی نے کہا۔

"تو کیا مفاہمت اور معاونت ہے؟" روزی بولی "کہیں آپ شکیل صاحب کی وکالت کرنے تو نہیں آئی ہیں؟"

"مجھے ان کی وکالت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" روزی نے کہا "جبکہ وہ اپنی وکالت خود کر سکتے ہیں اور مجھ سے کہیں زیادہ بہتر طریقے سے کر سکتے ہیں۔ میں تو صرف آپ کے نہ آنے کا سبب دریافت کرنے حاضر ہوئی تھی۔"

"وہ تو آپ نے دریافت کر ہی لیا" طاہرہ نے کہا "فرمائیے

ب کیا ارادہ ہے ؟"

"یہی سوال میں آپ سے کرنے والی تھی طاہرہ!" روزی بولی

"فرمائیے اب کیا ارادہ ہے ؟"

"شوکت میاں کے متعلق سوچتی ہوں تو دل میں خیال آتا ہے کہ بڑا ذہین اور ہونہار بچہ ہے اور پھر مجھ سے کافی مانوس بھی ہو گیا ہے۔ شکیل صاحب کے متعلق خیال کرتی ہوں تو جی میں آتا ہے کہ بڑھا ہوا قدم اور آگے بڑھانے کی بجائے پیچھے ہٹا لیا جائے ——!"

"میں عرض کروں ؟" روزی نے پوچھا۔

"ضرور! ضرور!" طاہرہ نے کہا۔

"آپ کو شکیل صاحب کے رویے کی سزا شوکت میاں کو نہیں دینی چاہیے" روزی نے کہا "چچا قصوروار سہی لیکن بھتیجے کا تو کوئی قصور نہیں ——!"

طاہرہ نے یوں حیرانی سے روزی کی طرف دیکھا جیسے اس نے کوئی انتہائی عجیب بات کہہ ڈالی ہو —— اور پھر وہ ایک گہری سوچ میں کھو گئی —— کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔

"اس پہلو سے تو میں نے سوچا تک نہیں تھا روزی!"

عین اسی لمحے باہر کے دروازے پر پھر دستک ہوئی اور اس کے ساتھ ہی آواز آئی۔

"باجی! باجی! دروازہ کھولو باجی!"

طاہرہ اور روزی دونوں نے پہچان لیا۔ طاہرہ کہنے لگی۔

"ارے! یہ تو شوکت میاں کی آواز لگتی ہے۔"

"میں چل کے دیکھتی ہوں" روزی نے کہا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔

کچھ دیر بعد جب وہ واپس آئی تو شوکت اس کی انگلی تھامے ساتھ ساتھ تھا۔ روزی نے کہا۔

"شکیل صاحب باہر کھڑے ہیں طاہرہ! وہ کہتے ہیں کہ چچا کی غلطی کی سزا بھتیجے کو تو نہیں ملنی چاہیے ——!"

شوکت قریب آتے ہی طاہرہ سے لپٹ گیا اور کہنے لگا۔

"باجی! کیا آپ ہم سے ناراض ہیں باجی!"

"نہیں تو!" طاہرہ نے کہا

"تو پھر آپ ہمیں پڑھانے کیوں نہیں آئیں!"

"اب آیا کروں گی" طاہرہ نے کہا اور شوکت کو گود میں اٹھا کر پیار کرنے لگی۔

باب ۳

روزی نے آفس ٹائم کے بعد بھی کوئی دو گھنٹے بیٹھ کر مار مار کرتے ہوئے شکیل کا مضمون ٹائپ کیا۔ شکیل نے یہ مضمون کسی رسالے کے لیے لکھا تھا اور وہ صبح اپنے دفتر جانے سے پہلے روزی کو یہ مضمون اس تاکید کے ساتھ دے گیا تھا کہ اس کی تین نقلیں احتیاط سے ٹائپ کر کے شام کو ناصر منزل پہنچا دی جائیں ـــــ تھا تو یہ بھی پرائیویٹ کام، لیکن آغا صاحب کی بجائے اُن کے بھائی کا تھا ـــــ اس لیے وہ فوراً ہی ٹائپ کرنے بیٹھ گئی تھی۔

مضمون کا ہر مسودہ اور ٹائپ شدہ نقلیں لیے جب وہ ناصر منزل پہنچی تو اُس کا خیال تھا کہ طاہرہ کبھی کی آچکی ہوگی اور شوکت میاں کو پڑھا رہی ہوگی ـــــ مگر شکیل نے مضمون کی نقلیں روزی سے لیتے ہوئے جب یہ بتایا کہ طاہرہ ابھی تک نہیں آئی ہے تو روزی کو بڑا تعجب ہوا ـــــ لیکن شکیل نے ہنستے ہوئے کہا:

" خیر کوئی بات نہیں! شوکت میاں کی باجی آئے گی تو ضرور، اُسے پڑھانے کے لیے ـــــ وقت پر نہ سہی، دیر سے سہی!"

" آپ یہ ٹائپ کیے ہوئے صفحات دیکھ لیں شکیل صاحب

روزی نے کہا" پورے پندرہ صفحات ہیں ـــــ شاید کہیں کوئی غلطی ہوگئی ہو کہیں کچھ کا کچھ ٹائپ ہو گیا ہو، کہیں کچھ ٹائپ ہونے سے رہ گیا ہو، کہیں........"

" تم اس کی فکر نہ کرو روزی!" شکیل نے ٹوک کر کہا" وہ میں بعد میں دیکھ لوں گا ـــــ اس وقت تو میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں "

" مجھ سے!" روزی نے حیرانی سے کہا۔

" حیران ہونے کی کوئی ضرورت نہیں روزی!" شکیل بولا" یہ بتاؤ! کیا تم میری ہمراز بننے پر آمادہ ہو؟"

"آپ حکم کریں" روزی نے کہا" میری زبان پر انکار کا لفظ نہیں آئے گا"

شکیل نے پہلے اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر کہنے لگا:

" آؤ! سٹڈی میں چل کر بیٹھتے ہیں۔ وہیں باتیں ہوں گی"

شکیل نے اپنے مضمون کی فائل اپنے کمرے میں ہی رکھ دی اور پھر وہ اور روزی سٹڈی میں جا کر بیٹھ گئے۔ بیٹھتے ہی روزی نے کہا:

" فرمائیے شکیل صاحب!"

اور شکیل نے روزی کے قریب آکر سرگوشی کے انداز سے کہا۔

" روزی! مجھے طاہرہ سے محبت ہو گئی ہے "

اور روزی بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

"بس شکیل صاحب! کیا یہی آپ کا راز تھا!"

"ہاں" شکیل نے کھسیانہ سا ہو کر کہا۔

"لیکن مجھے تو اس کا علم بہت پہلے ہو چکا ہے" روزی نے کہا

"کس کے ذریعے؟" شکیل نے پوچھا

"خود طاہرہ کے ذریعے" روزی نے جواب دیا

"خود طاہرہ کے ذریعے؟" شکیل نے حیرانی سے کہا — پھر کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا:

"چلو یہ اور بھی اچھا ہوا — اب یہ بتاؤ! کیا تم اس سلسلے میں مجھے کچھ مشورہ دے سکو گی؟"
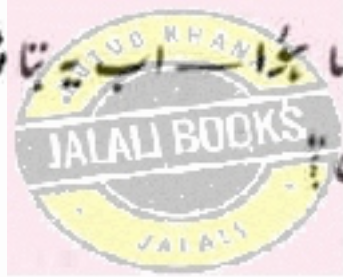
"فرمائیے!"

"میں کیا فرماؤں روزی!" شکیل نے ایک عجیب سی بے بسی اپنے آپ پر طاری کرتے ہوئے کہا "تم خود جانتی ہو کہ وہ کس طرح میرے سائے سے بھی دُور بھاگتی ہے"

"تو آپ بھی اس کے سائے سے دُور بھاگنا شروع کر دیجیے شکیل صاحب!"

"مذاق چھوڑو روزی!" شکیل نے واقعی روہانسا سا ہو کر کہا۔

"یہ مذاق تو نہیں شکیل صاحب!" روزی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حکیم لوگ اسے علاج بالمثل اور ڈاکٹر لوگ اسے ہومیوپیتھک

ٹریٹ منٹ کہتے ہیں۔"

"لعنت بھیجو اس علاج بالمثل پر" شکیل نے جیسے بیزاری سے کہا" تم مجھے کوئی ایسی ترکیب بتاؤ جس سے میں اس کے قریب ہو سکوں۔"

" یہ تو بڑی آسان بات ہے شکیل صاحب ! اُس کا دل جیتنے کی کوشش کیجیے۔"

" لیکن کیسے !"

" ہمدردی سے ! خلوص سے ! انسانیت سے !" روزی نے کہا " شکیل صاحب ! طاہرہ کردار کے لحاظ سے ہی نہیں ، ہر لحاظ سے ایک اونچی —— بہت اونچی —— بہت ہی اونچی عورت ہے —— مجھ جیسی عورتیں تو شاید اس کے پاؤں کی خاک ہونے کا بھی تصور نہیں کر سکتیں —— آپ نے ایک ایسے ہیرے کو تاکا ہے جو نہ تو بکاؤ مال ہے اور نہ اس کی خریداری کے لیے آپ کی گرہ میں دام ہیں۔"

" کیا تم بتا سکتی ہو کہ اس ہیرے کی کیا قیمت ہے !" شکیل نے پوچھا۔

" میں کیا بتا سکتی ہوں شکیل صاحب !" روزی نے کہا " یہ تو دل کا ہیرا ہے۔ ملتا ہے تو مفت مل جاتا ہے —— نہیں ملتا تو کسی بھی قیمت پر نہیں ملتا —— دونوں جہان دے کر بھی نہیں ملتا !"

" تم تو مجھے اور بھی مایوس کر رہی ہو روزی !" شکیل نے دلگیری سے کہا۔

"آپ تمنا ہی ایک ایسی شئے کی کر بیٹھے ہیں شکیل صاحب! کہ آپ کو مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ آپ طاہرہ سے محبت کرنے چلے ہیں، لیکن طاہرہ کہتی ہے کہ مجھے محبت کی نہ ضرورت ہے نہ فرصت ــــ!"

"کیا اُس نے واقعی ایسا ہی کہا تھا؟" شکیل نے پوچھا۔

"ہاں!" روزی نے جواب دیا۔

"بڑی سنگ دِل معلوم ہوتی ہے!" شکیل نے کہا

"اُسے سنگ دل نہ کہیے شکیل صاحب!" روزی نے کہا "اپنے ارمانوں ــــ اپنی آرزوؤں ــــ اپنی جوانی اور اپنی فطرت کے تقاضوں کو اپنے خاندان کی خاطر پسِ پشت ڈال دینے والی طاہرہ سنگ دِل نہیں ہو سکتی ــــ اس کا دل بڑا نرم ہے ــــ بات صرف اتنی ہے کہ اس کے دل پہ محبت کی بجائے فرض اور صرف فرض کا احساس غالب ہے۔"

دروازے پہ آہٹ سی ہوئی تو روزی اور شکیل دونوں نے چونک کر نظریں اٹھائیں۔ دروازے میں طاہرہ کھڑی تھی۔ اُس نے ہاتھ کے اشارے سے اُن دونوں کو تسلیمات کیا۔

"آئیے طاہرہ!" روزی نے کہا۔

"آئیے آئیے مس طاہرہ! آج تو آپ نے بہت ہی دیر کر دی ــــ شوکت میاں تو کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ کیا آج ہماری

باجی نہیں آئے گی۔"

"واقعی آج تو آپ نے بہت دیر کر دی طاہرہ؟" روزی نے کہا

"میں اس دیر کی معافی چاہتی ہوں" طاہرہ نے کہا" دراصل بات یہ ہوئی روزی! آج ہمارے سکول میں مباحثے کا ایک پروگرام تھا جس نے توقع سے کہیں زیادہ وقت لے لیا۔ میں ابھی تک گھر بھی نہیں گئی ــــ سکول سے سیدھی یہاں آ رہی ہوں۔"

"کیسا رہا یہ مباحثہ؟" روزی نے پوچھا

"کامیاب ــــ بہت ہی کامیاب!" طاہرہ نے جواب دیا

"کیا موضوع تھا تقریروں کا؟" روزی نے کہا

"بڑا ہی دلچسپ ــــ اس ایوان کی رائے میں عورت کو مرد کی ملازم بن کر رہنا چاہیے!"

"بڑا جاندار موضوع ہے" شکیل نے کہا اور اس طرح گفتگو میں حصہ لینے کی کوشش کی ــــ طاہرہ نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔

"اس کے خلاف تو بڑی زوردار تقریریں ہوئی ہوں گی" روزی نے کہا۔

"ہاں! اکثر تقریریں اس موضوع کے خلاف ہی تھیں۔ صرف چند ایک تقریریں موضوع کے حق میں ہوئیں۔ لیکن مقررہ لڑکیوں کی تقریروں سے زیادہ داد تو ایک منصف خاتون کی تقریر کو ملی۔"

"وہ کون خاتون تھیں؟" روزی نے پوچھا

"حمیرا خانم" طاہرہ نے کہا "حمیرا خانم باغی"۔

"حمیرا خانم باغی!" شکیل نے یہ نام زیرِ لب دُہرایا۔

حمیرا خانم باغی!" روزی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "کہیں وہی تو نہیں جو عورتوں کے رسالہ "خاتون" کی مدیرہ ہیں!"

"ہاں وہی تھیں!" طاہرہ نے کہا "بڑی زوردار تقریر کی انہوں نے، چھوٹتے ہی کہنے لگیں ـــ یہ دُنیا مردوں کی دُنیا ہے اور یہاں صرف وہی عورت زندہ رہ سکتی ہے جو یا تو مرد بن کر رہے، یا پھر مرد کی غلام بن کر ـــ لیکن مرد کی غلامی سے بڑھ کر ذلّت اس دُنیا کے تختے پر اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے میں اپنی اُن بہنوں سے جو نہ جانے کب سے مردوں کے مظالم کی چکی میں پس رہی ہیں، یہ کہتی ہوں کہ اس غلامی کے جوئے کو توڑ ڈالو ـــ میرے پاس آؤ کہ میں تمھیں مرد بننا اور مرد بن کر جینا سکھاؤں ـــ!"

"یہی باتیں وہ اپنے رسالے میں بھی لکھا کرتی ہیں:" روزی نے کہا

"میں نے اس رسالے کا نام تو سُن رکھا ہے" طاہرہ نے کہا "دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا"

"شکیل صاحب کی نظمیں اکثر اس رسالے میں چھپتی رہتی ہیں" روزی نے کہا "ویسے بھی وہ شکیل صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں!"

طاہرہ یہ سُن کر کچھ حیران سی ہو گئی ـــ حمیرا خانم باغی شکیل صاحب

کی عزیزہ ہو سکتی ہیں، یہ اس کے گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا ــ لیکن ابھی وہ کچھ کہنے نہ پائی تھی کہ نوکر شوکت میاں کو ساتھ لیے داخل ہوا. شوکت کو آتے دیکھ کر شکیل نے ایک لمبی سرد آہ بھر کر اٹھتے ہوئے کہا۔

"آئیے چلیں مس روزی! اب تو شوکت میاں اپنی باجی سے سبق پڑھیں گے۔!"

باب ۴
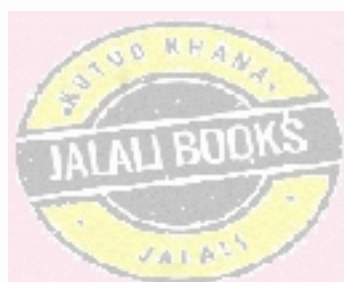
چند دن بعد ہی شوکت میاں کی سالگرہ تھی۔ اس سالگرہ کے موقع پر طاہرہ جن خواتین سے متعارف ہوئی، اُن میں سرِ فہرست رسالہ خاتون کی مدیرہ حمیرا خانم باغی تھیں۔ متعارف ہونے پر اُنھوں نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ طاہرہ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا،

" مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے مس طاہرہ! مجھے آپ سے ملاقات کا اشتیاق بہت تھا۔ شکیل بھائی اکثر آپ کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں اور سچ پوچھیے تو میں خود بھی ایسی عورتوں کی قدر کرتی ہوں جو مردوں کی بالادستی کے طلسم کو توڑ کر اپنی دُنیا آپ بناتی ہیں ــــ جو مردوں کی چیرہ دستیوں کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرتی ہیں ــــ جو مردوں کے ہاتھوں میں بے بس کھلونا بن کر رہنے سے انکار کر دیتی ہیں ــــ آپ ایک بہت عظیم عورت ہیں مس طاہرہ! لیکن آپ کو شاید اس کا احساس نہیں۔ کبھی غریب خانے پر تشریف لایئے تاکہ میں آپ کو آپ کی عظمت کا احساس دلاؤں۔ آپ کو اُن بجلیوں سے باخبر کردوں جو خود آپ کی ذات میں پوشیدہ ہیں ــــ آپ کو اُن شراروں سے آگاہ کروں جو اس وقت آپ

کی خاکستر میں دبے ہوئے ہیں لیکن شعلے بن کر مردوں کے خرمنِ بزرگی کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر سکتے ہیں ۔۔!"

حمیرا خانم کی زبان سے یہ الفاظ سن کر طاہرہ کچھ جھینپ سی گئی تھی ـــــ شاید اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو اتنی تعریفوں کا مستحق نہیں سمجھتی تھی۔ حمیرا خانم نے اُس سے دوسرے دن آنے کا وعدہ لے لیا تھا اور پھر اُسے لینے کے لیے خود ہی اس کے سکول جا پہنچی تھی اور وہاں سے اُسے اپنے ہاں لے گئی تھیں ـــ وہاں انھوں نے طاہرہ کو اپنے ذاتی حالات سناتے ہوئے کہا تھا:

"اس دُنیا میں صرف ایک مرد ایسا تھا جسے صحیح معنوں میں میری ذات سے ہمدردی تھی ـــــ جو میرا حقیقی خیر خواہ تھا ـــ اور وہ میرے ابا جان مرحوم تھے۔ جب تک وہ زندہ رہے، انھوں نے مصائبِ زمانہ کی ہلکی سی آنچ بھی مجھے نہیں لگنے دی۔ جب تک ابا جان زندہ رہے، مجھے والدہ کی عدم موجودگی کا احساس تک نہیں ہؤا ـــ ابا جان کی آنکھیں بند ہوتے ہی مجھے یوُں محسوس ہؤا کہ میری کمزور اور نازک سی کشتی ایک دم پُرشور طوفانوں میں گھر گئی ہے ـــــ میں اپنے والد کی جائیداد کی اکلوتی وارث تھی ـــــ چنانچہ میرا سب کچھ چھین کر مجھے اپنے بس میں کر لینے کے لیے ایک نہیں سینکڑوں خونخوار گِدھ مرد بن کر میرے گرد منڈلانے لگے ـــــ کسی

کو میری سرپرستی کا دعویٰ تھا — کسی کی نظر میرے حسن اور میری
جوانی پر تھی اور کسی کی نظریں میری جائداد پر — کوئی مجھے اپنے
دامِ محبت میں اسیر کرنا چاہتا تھا اور کوئی میرے پھولوں کو اپنے
دامن میں سجا لینا چاہتا تھا — میں ان سب کی نیتوں کو سمجھتی
تھی۔ ان میں سے کئی ایک تو ایسے بھی تھے جنہوں نے آبا جان
مرحوم کی زندگی میں ہی میرے گرد منڈلانا شروع کر دیا تھا —
کوئی آبا جان کا دوست بن کر آتا اور کوئی مشیر بن کر — کوئی
ہمدرد کا روپ دھار کر آتا اور کوئی اخلاص کا لبادہ اوڑھ کر —
لیکن کوشش سب کی یہی تھی کہ کسی طرح آبا جان اپنے ہاتھوں
سے اُن کی دائمی غلامی کا پٹا میرے گلے میں ڈال دیں — آبا جان
کی وفات کے بعد ان بھی خواہش کی کوششوں میں کچھ اور تیزی
آ گئی تھی — لیکن میں اوّل روز ہی سے اپنی زندگی کا لائحہ عمل
طے کر چکی تھی — میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ان مہربانوں کی خوبصورت
بیڑیاں اپنے ہاتھوں میں پہننے کی بجائے ان سے دور رہوں گی۔
اپنی دنیا کو مردوں کی مداخلت سے کمل طور پر آزاد رکھوں گی اور
اپنی مظلوم بہنوں کو مردوں کے چنگل سے نکالنے کے لیے جدوجہد
کروں گی۔ اسی مقصد کو سامنے رکھ کر میں نے رسالہ "خاتون" کا
اجرا کیا — میں جانتی تھی کہ میں نے اپنے لیے جو راستہ منتخب کیا
ہے، وہ بڑا دشوار گزار ہے۔ لیکن مجھے اپنے نصب العین سے سچی

لگن کچھ اور ہے ــــ میں نے اس نصب العین کی خاطر بڑے دُکھ سہے ہیں ــــ بہت صدمے اٹھائے ہیں ــــ گالیاں کھائی ہیں ــــ بدنامیاں اور تہمتیں مول لی ہیں ــــ لیکن میں نے اپنے پائے ثبات میں لغزش نہیں آنے دی ــــ میرا ایمان ہے کہ انسان اگر ثابت قدم رہے تو مشکلات خود اُس کے راستے سے ہٹ جاتی ہیں ــــ!"

اتنا کہہ کر حمیرا خانم نے ایک طویل سانس لیا ــــ وہ اپنے حالات بیان کرتے کرتے خاصی جذباتی ہو گئی تھیں۔ انھوں نے پھر کہا۔

"ایک نوجوان عورت کے لیے ــــ جو حسین بھی ہو ــــ تنہا زندگی بسر کرنا ــــ مردوں کے سہارے کی بجائے خود اپنے سہارے بسر کرنا اور پھر اپنی عصمت و اخلاق کی پاسداری کرنا کچھ آسان کام نہیں ــــ یہ اپنے ہی لہو کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جلنے کا دوسرا نام ہے ــــ لیکن اسی بھڑکتی ہوئی آگ کی بھٹی میں سے عورت کا کردار کندن بن کر نکلتا ہے۔ بہت سے مرد آج بھی بڑے خوبصورت جال لے کر مجھے پھانسنے کے لیے میرے قریب آتے ہیں ــــ یہ فریب خوردہ مرد ہر خوبصورت عورت کو اپنے لیے تر نوالہ سمجھتے ہیں ــــ یہ نادان خیال کرتے ہیں کہ عورت سے ذرا سا اظہار ہمدردی کر دیا جائے تو وہ خود بخود پکے ہوئے پھل کی طرح ان کی آغوش میں آ گرے گی ــــ یہ مرد کتنی جلدی خوش فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں ــــ!"

حمیرا خانم کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ طاہرہ کو اپنے دل کی آواز معلوم ہو رہا تھا۔ وہ اُن کی گفتگو سُن کر تصویرِ حیرت بن کر رہ گئی تھی ـــــ اُسے حمیرا خانم کی شخصیت میں جلال و جمال کا ایک پُرہیبت امتزاج آ رہا تھا ـــــ وہ ایک ایسے جذبے سے اُن کی طرف دیکھ رہی تھی جو پُرعظمت تقدیس کا حامل تھا۔!

حمیرا خانم کی گفتگو سے جہاں طاہرہ کو یہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ بڑی مظلوم اور ستم رسیدہ خاتون ہیں ـــــ ایسی خاتون جنہیں زمانے نے بے شمار دُکھ دیے ہیں ـــــ ان گنت چرکے لگائے ہیں ـــــ جنہیں تنہا دیکھ کر سر کرنے کے لیے بے شمار مردوں نے کوششیں کی ہیں ـــــ وہاں اُسے یہ بھی صاف طور پر محسوس ہو رہا تھا کہ حمیرا خانم نے یہ تمام دکھ ـــــ یہ تمام چرکے ایک شان اور وقار کے ساتھ برداشت کیے ہیں ـــــ زمانے کے ہر ظلم، ہر ستم کو بڑی مستقل مزاجی سے سہا ہے ـــــ مردوں کی طرف سے آزادی چھین لینے اور غلامی کا طوق پہنا دینے کی کوششوں کو بڑے دھڑلے سے ناکام بنایا ہے ـــــ وہ کہہ رہی تھیں۔

" میرا رسالہ، میرا کاروبار نہیں بلکہ ایک مشن ہے ـــــ اپنی مظلوم بہنوں کے نام میرا ایک ہی پیغام ہے ـــــ آؤ! میرا ساتھ دو! تاکہ ہم مردوں کی غلامی کی زنجیریں توڑ ڈالیں ـــــ میں نے مردوں کی بالادستی کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا ہے ـــــ بس!"

بغاوت کے شعلے نزدیک و دُور پھیلا دینا چاہتی ہوں — میں بغاوت کی یہ آگ ہر عورت کے سینے میں بھڑکا دینا چاہتی ہوں — مجھے معلوم ہے کہ یہ راستہ بڑا کٹھن ہے، لیکن راستے کی مشکلات سے میرا حوصلہ کم نہیں ہوتا، بلکہ ہر نئی مشکل میرے عزم کو ایک نئی زندگی بخش دیتی ہے۔"

"آپ صحیح معنوں میں باغی ہیں باجی" طاہرہ نے عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں" حمیرا خانم نے کہا "میں نے اسی لیے یہ تخلص اختیار کیا تھا۔"

"تو آپ شاعری بھی فرماتی ہیں؟" طاہرہ نے حیرانی سے کہا۔

"ہاں" حمیرا خانم بولیں "کچھ زیادہ نہیں — لیکن میری شاعری گل و بلبل اور ہجر و وصال کی شاعری نہیں ہے۔ میری شاعری ایک دُکھی، مظلوم، ستم رسیدہ لیکن اولوالعزم عورت کی پکار ہے — اس پکار کے مخاطب ظالم اور ستم گر مرد نہیں بلکہ میری ہی طرح کی مظلوم اور ستم رسیدہ عورتیں ہیں — میں ظالموں سے اُن کے مظالم کا شکوہ کرنے کی بجائے مظلوموں سے خطاب کرتی ہوں کہ آؤ ہم بڑھ کر ان ظالموں کے ہاتھ کاٹ ڈالیں — میری شاعری میں نالہ و فریاد کا نہیں، رجز کا رنگ ہے۔"

"آپ بہت عظیم ہیں باجی!" طاہرہ نے کہا۔

"آپ بھی کچھ کم عظیم نہیں ہیں مِس طاہرہ!" حمیرا خانم نے کہا۔ میرے شانوں پر صرف میرا اپنا بوجھ ہے، لیکن آپ اپنے خاندان کے افراد کی کفالت بھی کر رہی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مردوں کی بالادستی قبول کرنے سے بھی انکار کیے جا رہی ہیں ـــ میرا محاذ صرف ایک ہے کیونکہ مجھے فکرِ معاش کی طرف سے ایک گونہ اطمینان ہے لیکن آپ کے محاذ دو ہیں ـــ آپ کو کسبِ معاش کے لیے بھی جد و جہد کرنی پڑتی ہے اور مردوں کی زیادتیوں کا مقابلہ بھی ـــ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو آپ مجھ سے کہیں زیادہ عزت و احترام کی مستحق ہیں ـــ حقیقت یہ ہے مِس طاہرہ! آپ ابھی اپنی عظمت کا پورا شعور نہیں کر پائی ہیں ـــ آپ کو اپنی خودی کے پہچاننے کی ضرورت ہے ـــ آپ اگر ان بجلیوں سے آگاہ ہو جائیں جو آپ کی ذات میں پوشیدہ ہیں ـــ اُن شراروں سے واقف ہو جائیں جو آپ کی خاکستر میں نہاں ہیں، تو پھر آپ کو اپنی قیامت سامانیوں کا پتا چلے گا ـ!"

طاہرہ کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ حمیرا خانم کی ان باتوں کے جواب میں کیا کہے اور کیا نہ کہے ـــ حمیرا خانم نے جیسے اُس پر ایک جادو کر دیا تھا ـــ حمیرا خانم نے اُس کی جو تعریفیں کی تھیں، وہ اپنے آپ کو کسی صورت بھی ان کا مستحق نہیں سمجھ رہی تھی ـــ پھر حمیرا خانم نے کہا:

"مس طاہرہ! آپ کچھ لکھتا بھی کرتی ہیں؟"

"جی! تھوڑا بہت، شوق ضرور ہے۔" طاہرہ نے کہا۔

"تو اس کے لیے نسوانیت کے صفحات حاضر ہیں" حمیرا خانم نے کہا "لکھا کیجیے اور ضرور لکھا کیجیے ۔۔۔ نسوانیت کو آپ ایسی بلند ہمت خواتین کے تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ ہمیں آپ ایسی جری اور نڈر خواتین کا تعاون جتنا زیادہ حاصل ہوگا۔ ہمارا پیغام اتنا ہی زیادہ پھیلے گا ۔۔۔ ہمارا پیغام جتنا زیادہ پھیلے گا، اتنی ہی مظلوم اور ستم رسیدہ عورتوں میں بیداری پیدا ہو گی ۔۔۔ ابھی تو ہمارے ہاں کی عورتوں کو ان مظالم کا شعور اور احساس ہی نہیں ہے جو مردوں نے اب تک مختلف حیلوں، بہانوں سے ان پر روا رکھے ہیں ۔۔۔ انہیں ان مظالم کا احساس دلایا جائے تو وہ یقیناً ایک دن ان کے خلاف اٹھ کھڑی ہوں گی۔"

"میں ضرور خاتون کے لیے لکھا کروں گی باجی!" طاہرہ نے کہا "آپ کا مشن میرا اپنا مشن ہے۔ میں خود اس بات میں یقین رکھتی ہوں کہ مردوں کو مرد بن کر ہی شکست دی جا سکتی ہے۔"

"آپ بالکل درست فرماتی ہیں مس طاہرہ!" حمیرا خانم نے کہا "آپ سے متعارف ہو کر میں نے بڑی خوشی محسوس کی ہے ۔۔۔ آپ کے خیالات نے میرے عزم کو دو چند نہیں، دہ چند کر دیا ہے ۔۔۔ یقیناً میرے لیے آپ کا ساتھ میری ہی نہیں، پورے

طبقۂ نسواں کی خوش قسمتی ثابت ہو گا ـــ آپ کے فکر و عمل کی روشنی ایک مینارۂ نور کی طرح میری ہی نہیں ـــ میری ہزاروں، مظلوم اور ستم رسیدہ بہنوں کی رہنمائی کرے گی ـ!"

طاہرہ نے سامنے دیوار پر لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا تو اچانک اُسے کچھ یاد آ گیا ـ اُس نے کہا:

"اب مجھے اجازت دیجیے باجی! شوکت میاں کو پڑھانے کا وقت ہو گیا ہے۔"

"اوہ! مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا،" حمیرا خانم نے کہا "یہ بھائی کہا کرتے ہیں کہ آپ شوکت میاں کو بڑے شوق سے پڑھاتی ہیں"۔

"میں تو اپنا فرض ادا کرتی ہوں باجی!" طاہرہ نے انکسار سے کہا

"خیر اس بارے میں پھر کبھی باتیں ہوں گی۔" حمیرا خانم نے کہا "کبھی یہاں آ جایا کیجیے"۔

"ضرور آیا کروں گی باجی!" طاہرہ نے اٹھتے ہوئے کہا

باب ۵

سٹاف روم میں طاہرہ مس جمال کو اپنی اور حمیرا خانم کی ملاقات کی رُوداد سنا رہی تھی۔ اُن کے ساتھ تین استانیاں اور بھی سٹاف روم میں بیٹھی تھیں۔ اتنے میں مس زیبا سراپا گلنار بنی اندر داخل ہوئی۔ اُس کے پیچھے پیچھے ایک لڑکی ایک چھوٹی سی ٹوکری اُٹھائے ہوئے تھی۔ لڑکی نے ٹوکری میز پر رکھ دی اور واپس چلی گئی۔ زیبا نے ٹوکری میں سے ایک ایک لفافہ نکال کر ہر استانی کے سامنے رکھ دیا۔ مس جمال نے پوچھا:

"یہ کیا سلسلہ ہے مس زیبا؟"

مس زیبا کی بجائے ایک اور اُستانی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

"ہماری زیبا کو دو ایڈوانس ترقیاں ملی ہیں۔"

"دو ترقیاں!" مس جمال نے حیرت سے کہا۔

طاہرہ نے ایک سرد آہ بھری اور پھر یہ شعر پڑھا:

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صُورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

"کیا بات ہے!" ایک استانی نے طاہرہ کو کہنی سے ٹھوکا دیتے ہوئے کہا "آہیں کیوں بھر رہی ہو؟"

طاہرہ نے جواب دیا:

"سوچتی ہوں کہ مس زیبا کو تو ایک دم دو ترقیاں مل گئی ہیں اور اپنی ترقی دو سال سے بند ہے۔"

"تو جاؤ جا کر کھلوا لو" مس زیبا نے کہا "تمہیں روکا کس نے ہے!"

"اس کی ترکیب؟" دوسری استانی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ بھی میں بتا دیتی ہوں" مس زیبا نے کہا "لیکن یہ مٹھائی تو کھا لو پہلے!"

"یہ کسب حلال نہیں ہے" طاہرہ بولی "لہٰذا اس کا کھانا ہم پر حرام ہے۔"

"چل ری چل بڑی آئی حلال خور کہیں کی" مس زیبا نے چمک کر کہا "وہاں آغا صاحب کے ہاں جو جو گلچھرے اُڑائی ہو، مجھے سب پتا ہے۔"

زیبا کے ان الفاظ سے برانگیختہ ہونے کی بجائے طاہرہ نے قدرے تحمل سے کام لیا اور پھر سنجیدگی سے کہنے لگی:

"تم اپنے بُرے بھلے کی آپ مالک ہو مس زیبا! لیکن میں نے تم سے پہلے بھی عرض کیا تھا اور اب پھر عرض کرتی ہوں کہ دوسروں

کو اپنے آپ پر قیاس نہ کیا کرو!"

"ارے بھئی! یہ لڑنے کا کون سا موقع ہے" ایک استانی نے کہا۔

"میں کب لڑنے جا رہی ہوں!" زیبا نے کہا "اس بی لاٹ کو سمجھاؤ جو موقع بے موقع وار کرنے پر تلی رہتی ہے۔ خود کو نوکری کا ڈھنگ آتا نہیں اور دوسروں میں کیڑے نکالتی ہو — وہی بات کہ ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا —"

"مس زیبا! جانے بھی دو اب!" اُسی استانی نے کہا "لو یہ مٹھائی کھاؤ مس طاہرہ!"

اور اس نے طاہرہ کے آگے بڑا سا مٹھائی کا لفافہ اور اُس کی طرف بڑھا دیا۔ طاہرہ یوں ایک دم اُٹھ کھڑی ہوئی جیسے اُس لفافے میں مٹھائی نہ ہو۔ سانپ اور بچھو ہوں — جو لفافے کا منہ کھلتے ہی اُسے لپیٹ جائیں گے۔ اُس نے کہا:

"میں حرام کا مال نہیں کھایا کرتی!"

اور یہ کہہ کر وہ تیزی کے ساتھ سٹاف روم سے باہر نکل گئی۔

"لعنت ہو اس پر ہزار بار" مس زیبا نے حقارت سے کہا "کم بخت نے ساری خوشی کا ستیاناس کر دیا۔ اوپر سے بڑی پارسا بنی پھرتی ہے لیکن اندر سے سولہ آنے بے حیا ہے — کسی دن ہنڈیا چوراہے پر پھوٹے گی، تب پتا چلے گا —!"

مس زیبا کی اس بات کے جواب میں کسی استانی نے کچھ نہیں کہا۔

مس جمال بھی خاموشی سے لفافہ کھول کر مٹھائی کھاتی رہیں۔ لیکن ناگواری کے آثار اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہے تھے۔

آخری پیریڈ کو ابھی نصف کے قریب گزرا ہو گا کہ طاہرہ کو سکول کی ہیڈ مسٹریس مسز توفیق کی طرف سے بلاوا آیا۔ طاہرہ جب ہیڈ مسٹریس کے دفتر میں گئی تو وہاں اس نے مس جمال کو بھی بیٹھے پایا۔ مسز توفیق نے کہا:

"مس طاہرہ! یہ مس جمال نے آپ کے سالانہ ترقی کے کیس کے بارے میں دریافت کیا تھا، میں نے مناسب خیال کیا کہ آپ کو بھی بلا لیا جائے۔"

"یہ تو صریح ناانصافی ہے جناب۔" مس جمال نے کہا "ایک طرف تو مس زیبا ایسی کام چور ٹیچر کو ایک دم دو ایڈوانس ترقیاں دے دی گئی ہیں اور دوسری طرف مس طاہرہ جیسی محنتی اور فرض شناس ٹیچر کو دو سال سے ترقی نہیں ملی۔"

"یہ سراسر مس طاہرہ کا اپنا قصور ہے۔" مسز توفیق نے کہا۔

مسز توفیق کے ان الفاظ سے جیسے طاہرہ ایک دم بپھر گئی۔ اس نے کہا:

"کیا میرا قصور یہ ہے کہ میں نے اپنا فرض محنت اور دیانتداری سے ادا کیا ہے؟ کیا میرا قصور یہ ہے کہ میری کلاس کا نتیجہ ہمیشہ نوے فی صد سے اوپر ہوتا ہے؟ کیا میرا قصور یہ ہے کہ انسپکٹریس صاحبہ

ہمیشہ اپنی رپورٹ میں میری تعریف لکھ کر جاتی ہیں؟ آخر سالانہ ترقی کوئی احسان نہیں ۔۔۔ میرا حق ہے ۔۔۔ پھر وہ کون سا قصور ہے جس کی پاداش میں مجھے اپنے حق سے بھی محروم رکھا جا رہا ہے؟"

"آپ جذباتی ہوتی جا رہی ہیں مس طاہرہ!" مسز توفیق نے کہا" روزمرہ زندگی کے مسائل کو جذبات کی نقاب اتار کر ان کے صحیح رنگ میں دیکھنا سیکھیے۔ اسی میں آپ کی بھلائی ہے!"

"تو گویا آپ کا مشورہ یہی ہے" طاہرہ نے کہا" کہ میں بھی مس ثریا کی طرح بے حیائی اور اوباشی کا راستہ اختیار کر لوں ۔۔۔ آپ کے نزدیک میری بھلائی کی یہی ایک صورت ہے کہ میں اپنے پیشے کے تقدس کی دھجیاں اڑا دوں ۔۔۔ اپنی نسوانیت کو منیجر صاحب کے قدموں میں ڈال دوں تاکہ وہ اسے جی بھر کر روند سکیں ۔۔۔ اور اگر میرا ضمیر کبھی ملامت کرنے لگے تو میں اسے دو ایڈوانس ترقیوں کا لالچ دے کر خاموش کر دوں ۔۔۔ میں پوچھتی ہوں کہ ہیڈ مسٹریس ہونے کی حیثیت سے آپ کو اپنے سٹاف کے بُرے بھلے پر کچھ بھی اختیار نہیں ہے؟ کیا آپ کا وجود محض ایک ڈھونگ کی حیثیت رکھتا ہے ۔۔۔؟"

"آپ جانتے بوجھتے ہوئے انجان بننے کی کوشش کر رہی ہیں مس طاہرہ" مسز توفیق نے کہا "ہم نے گزشتہ مہینے بھی آپ کا کیس بھیجا تھا، اب پھر بھیج دیتے ہیں ۔۔۔ ہمارا اختیار تو بس اتنا

ہی ہے ۔۔۔ آگے مینجر صاحب جانیں یا آپ ۔۔!"

طاہرہ پھر کچھ کہنے لگی تھی کہ مس جمال نے جو اب تک خاموشی سے یہ تند و تیز گفتگو سنتی رہی تھی، طاہرہ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگی:

"آپ کیس مکمل کر کے بھیج دیں جناب!"

"بہت بہتر" مسٹر توفیق نے کہا۔

"آؤ طاہرہ اب چلیں!" مس جمال نے کہا اور پھر وہ مسٹر توفیق کو سلام کر کے طاہرہ کو زبردستی ہیڈ مسٹریس کے کمرے سے باہر لے آئی۔

دوسرے روز سکول مینجر سید اشتیاق حسین جعفری صاحب نے طاہرہ کو اپنے دفتر میں طلب کیا۔

"مس طاہرہ! یہ مسٹر توفیق نے آپ کی سالانہ ترقی کا کیس پھر بھیجا ہے۔ پچھلے مہینے بھی یہ کیس میرے پاس آیا تھا۔ یہ بات یقیناً آپ کے علم میں بھی ہوگی لیکن آپ نے یہاں آنے کی تکلیف تک گوارا نہیں کی ۔۔۔ تعجب یہ ہے کہ آپ خود اپنے معاملات سے اس طرح لاپرواہ رہتی ہیں۔ بھلا جب آپ کو خود اپنی ذات سے ہمدردی نہ ہو تو دوسروں کو آپ کی ذات سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے ۔۔!"

طاہرہ کے جی میں آئی کہ وہ اپنے گلے کی پوری قوت سے

چیخ چیخ کر کہے ___

" منیجر صاحب! میں اپنے معاملات سے لاپروا نہیں ہوں اور مجھے اپنی ذات سے بھی ہمدردی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ آپ کی ہمدردی کی حقیقت خوب سمجھتی ہوں ___ بہت اچھی طرح سمجھتی ہوں ___!"

لیکن اُس نے اپنے دل پر جبر کیا اور بالکل خاموش رہی ___ اُس کی کوشش یہی تھی کہ اُس کے دلی تاثرات اُس کے چہرے سے بھی ظاہر نہ ہونے پائیں ___ منیجر صاحب نے پھر کہا۔

" میری جگہ کوئی اور ہوتا تو تمہارے اس رویے کو گستاخی پر محمول کرتا، لیکن میری طبیعت کچھ اور طرح کی واقع ہوئی ہے ___ میں نے اسے کوئی اہمیت ہی نہیں دی۔ یوں بھی بیگانگی کا یہ رویہ اختیار کر کے تم نے اب تک اپنا ہی نقصان کیا ہے ___ آپ خود سوچیے مس طاہرہ! اگر بالالتزام نہ سہی، کبھی کبھار ہی اپنے افسروں کو سلام کر لیا جائے تو کیا حرج ہے ___!"

طاہرہ دل میں سخت ناگواری محسوس کرنے کے باوجود اب بھی خاموش رہی۔ منیجر صاحب نے پہلے حیرانی سے اور پھر بڑے غور سے اُس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ پھر ایک مسکراہٹ اپنے چہرے پر بکھیرتے ہوئے بولے:

" یہ دو سال پرانا کیس ہے اور ظاہر ہے کہ دو منٹ میں اس

کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ میں یہ فائل اپنے ساتھ گھر لے جا رہا ہوں۔ وہیں اطمینان سے بیٹھ کر اس کا مطالعہ کروں گا اور پھر کچھ فیصلہ کروں گا ـــــ کسی وقت کوٹھی پہ آجاؤ تا کہ تمہارے کیس کا فیصلہ تمہارے حسبِ منشا ہو جائے ـــــ!"

"کب اور کس وقت؟" طاہرہ نے کچھ ایسے انداز سے کہا کہ خود جعفری صاحب بھی چونک کر رہ گئے۔ طاہرہ نے دوبارہ پوچھا۔

"فرمایئے صاحب! کب اور کس وقت؟"

مینیجر صاحب نے کچھ سوچا۔ پھر کہنے لگے:

"آج ہی ٹھیک ہے ـــ آج آٹھ بجے شام!"

"ٹھیک ہے جناب!" طاہرہ نے اٹھتے ہوئے کہا "آج شام ٹھیک آٹھ بجے آپ مجھے اپنے سامنے موجود پائیں گے"

اور پھر وہ مینیجر صاحب کو اسی طرح حیرت زدہ چھوڑ کر باہر نکل آئی۔ باہر آتے ہی اس کی ملاقات مس جمال سے پھر ہوئی جو اس کے انتظار میں ہی مینیجر صاحب کے کمرے کے باہر آ پہنچی تھی۔ اس نے طاہرہ سے پوچھا:

"کیا۔ ہا؟"

"لڑائی کا وقت طے ہو گیا ہے" طاہرہ نے ایک پر وقار انداز سے کہا "آج شام ٹھیک آٹھ بجے!"

مینیجر صاحب اپنی خواب گاہ سے ملحقہ کمرے میں ایک آرام دہ

صوفے پہ نیم دراز تھے۔ ان کے سامنے تپائی پہ کچھ کاغذات پڑے تھے۔ دیوار پہ لگا ہوا کلاک ٹھیک آٹھ بجا رہا تھا جب طاہرہ نے جا کر انھیں سلام کیا۔

"آئیے آئیے مس طاہرہ! آپ واقعی اپنے وعدے کے مطابق ٹھیک آٹھ بجے پہنچ گئی ہیں ــــ لیکن مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں صدیوں سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں ــــ آئیے! یہیں آ جائیے"

اور یہیں کہتے ہوئے مینجر صاحب نے صوفے پر اپنے ساتھ کی خالی جگہ پہ ہاتھ مارا۔

"جی شکریہ!" طاہرہ نے کہا اور وہیں ــــ مینجر صاحب سے چند قدم کے فاصلے پر ــــ کھڑی رہی۔ پھر اس نے کہا:

"مینجر صاحب! میرا کیس........"

"وہ ہو گیا ہے ــــ ہو گیا ہے!" مینجر صاحب نے رک کر کہا ہے" میں نے تمام فائل دیکھ لی ہے"

"آپ کو اس سلسلے میں کچھ دریافت کرنا ہے؟" طاہرہ نے پوچھا:

"کچھ نہیں! کچھ بھی نہیں مس طاہرہ!" مینجر صاحب بولے "تمھیں ترقی مل جائے گی"

"شکریہ جناب!" طاہرہ نے کہا۔

"شکریہ!" مینجر صاحب بولے "شکریہ یہاں نہیں، وہاں ادا ہوتا ہے مس طاہرہ! وہاں جہاں تمہیں میرا مخملیں بستر نظر آ رہا ہے —— چلیے کہ اس کی سلوٹیں بڑی دیر سے آپ کے حسین مرمریں بدن کا انتظار کر رہی ہیں۔"

طاہرہ سر سے پیر تک کانپ گئی۔ پھر اس نے کہا:

"مینجر صاحب! میں اتنی گری ہوئی نہیں ہوں۔"

"تمہیں گری ہوئی کون کہتا ہے مس طاہرہ!" مینجر صاحب نے کہا" اور پھر اس میں گراوٹ کی بات ہی کیا ہے۔ یہ تو عوض اور معاوضہ ہے اور عوض معاوضہ گلہ نہ دارد —— ہم نے تمہیں ترقی دے دی، اب تم ہمیں ترقی دے دو —!"

"مجھے ایسی ترقی نہیں چاہیے مینجر صاحب!" طاہرہ نے کہا "مجھے اپنا کیرکٹر اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔"

"ایسے دعوے تم سے پہلے اور بہت سی عورتوں نے کیے ہیں مس طاہرہ!" مینجر صاحب نے کہا" ان میں کتنی ہی ایسی ہیں جن کی پانچ وقت بلکہ تہجد کی نماز بھی قضا نہیں ہوتی —— لیکن ہمیں ایسے دعوؤں کی قلعی کھولنے کا طریقہ آتا ہے —— مگر ہم فی الحال تمہارے ساتھ زبردستی کرنا نہیں چاہتے۔"

طاہرہ نے پہلی بار محسوس کیا کہ مینجر صاحب جو پہلے اسے "آپ" کہہ کر مخاطب کرتے رہے تھے، اب "تم" پر آ گئے ہیں ——

نہ جانے کیوں نہ سے اُن کا لہجہ بھی کچھ بہکا بہکا سا محسوس ہو رہا تھا ـــ شاید انھوں نے کچھ پی رکھی ہے ـــ!

"تم کیا سوچ رہی ہو مس طاہرہ؟" مینجر صاحب بولے اور طاہرہ اپنی سوچ کو ہونٹوں تک لے آئی۔

"میں یہ سوچ رہی ہوں مینجر صاحب! کہ کیا آپ نے یہ عہدہ صرف اس لیے سنبھالا ہے کہ سکول کے سٹاف کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے نفس کی غذا فراہم کریں!"

"یہ بالکل فضول سی بات ہے مس طاہرہ!" مینجر صاحب نے کہا" میں اس کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا اور تمھیں ایسی بات کرنا زیب نہیں دیتا ـــ تمھیں تو چاہیے کہ یہاں میرے قریب آ کر بیٹھو۔ پھر میرے گلے میں باہیں ڈال کر ایک خاص۔ بلکہ خاص الخاص ـــ ادا سے کہو ـــ ڈارلنگ! آئی لو یو!"

"یہ صرف مس زیبا ہی کہہ سکتی ہیں مینجر صاحب!"

"تم زیبا سے کم ہو بھلا کسی بات سے!" مینجر صاحب بولے "زیبا تو تمھارے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے ـــ بالکل کچھ بھی نہیں ہے ـــ!"

مینجر صاحب نے یہ کہہ کر طاہرہ کی طرف دیکھا ـــ شاید وہ یہ جائزہ لینا چاہتے تھے کہ ان کی تعریف سے طاہرہ پر کیا اثر ہوا ہے ـــ لیکن طاہرہ کا چہرہ ابھی تک ہر تاثر سے عاری تھا۔ وہ بولے

"خیر بے کار باتوں میں وقت ضائع کرنے سے کیا حاصل!
آؤ اُدھر چلیں!"

اور "اُدھر" کہتے وقت اُنھوں نے پھر اپنی خوابگاہ —
بلکہ خوابگاہ کے مخملیں بستر — کی طرف اشارہ کیا۔

"مینجر صاحب!" طاہرہ نے ایک ایسے باوقار انداز سے کہا کہ
مینجر صاحب چونک کر رہ گئے "میں اُن عورتوں میں سے نہیں ہوں جو
آپ کے نفس کی غذا بن سکتی ہیں۔"

"مس طاہرہ!" مینجر صاحب بڑی نرمی سے بولے "تم بھولتی
ہو کہ تم ہماری ملازم ہو — ہم تمھیں ملازمت سے برطرف کر
سکتے ہیں۔"

"تو کر دیجیے!" طاہرہ نے کہا "میں اپنے کیرکٹر کی حفاظت
کے لیے اپنی ملازمت تو کیا اپنی جان بھی دے سکتی ہوں۔"

"تم سے جان کون مانگ رہا ہے میری جان!" مینجر صاحب
نے کہا "ہم تو تم سے جوانی کی شراب کا ایک اور صرف ایک
پیالہ مانگتے ہیں — ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ تمھاری یہ بل کھاتی
ہوئی زلفیں تھوڑی دیر کے لیے ہمارے شانوں پہ پریشان
ہوجائیں — ہمارے یہ ہونٹ چند لمحوں تک تمھارے یاقوتی ہونٹوں
کے لمس سے آشنائی پیدا کرلیں — تمھارا یہ حسین مرمریں بدن
ہماری آغوش میں چند لمحوں تک مچلتا رہے — چند لمحوں کے لیے

ہمارے جسم ہمارے جذبات کی زبان بن جائیں ــــ چند ساعتوں کے لیے ہم اور تم یک جان دو قالب ہو جائیں ــــ چند ساعتوں کے لیے اور صرف چند ساعتوں کے لیے ــــ ہم تو تم سے ایسی چیز طلب کر رہے ہیں طاہرہ! کہ اس کی قدر و قیمت پہلے کسی دور میں ہو تو ہو، اب تو کچھ بھی نہیں ہے ــ!"

"اپنی اس شیطنت کا انجام بھی سوچا ہے مینجر صاحب!" طاہرہ نے کہا "آپ کسی عورت کی آبرو لوٹتے ہیں تو یہ نہ سمجھیے کہ آپ کو اس کا بدلہ نہیں ملے گا ــ ملے گا اور ضرور ملے گا ــــ آخرت میں نہیں، اسی دُنیا میں ــ آپ جو کچھ کر رہے ہیں، اس کی سزا آپ کو ملے گی یا آپ کی اولاد کو ــــ فطرت آپ کو معاف نہیں کر سکتی ــ وہ آپ کو وہاں مارے گی جہاں آپ کو سب سے زیادہ تکلیف پہنچے اور یاد رکھیے مینجر صاحب! نازک مقام پر ہی تکلیف سب سے زیادہ محسوس ہوتی ہے ــــ یہ خیال نہ کیجیے کہ کسی بے کس عورت کی عصمت لُوٹ کر آپ چین سے سو سکیں گے ــــ یاد رکھیے! آپ کی یہ عیاشی اور اوباشی ایک قرض ہے جو آپ اپنے سر لے رہے ہیں ــــ یہ ایسا قرض ہے جو ایک دن اصل مع سُود آپ ہی کے خاندان سے ادا ہو گا ــ!"

"یہ مولویوں کی سی باتیں ہیں مس طاہرہ!" مینجر صاحب بولے "اور تمھارے ہونٹوں سے بالکل بھلی نہیں لگتیں ــ آؤ اب بہت

دیر ہوتی جا رہی ہے۔ ہمارے صبر کا مزید امتحان نہ لو!"

طاہرہ نے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے اپنے اردگرد دیکھا۔

اس پر مینجر صاحب بولے۔

"مس طاہرہ! اس کمرے کے صرف دو دروازے ہیں۔ جس دروازے سے تم یہاں آئی تھیں، وہ اب مقفل ہو چکا ہے اور دوسرا دروازہ صرف میری خوابگاہ کی طرف جاتا ہے ___ تم اب آرام سے اُدھر چل چلو ___ تم سے پہلے تم ایسی کتنی ہی عورتیں یہاں آ چکی ہیں جو پہلی مرتبہ اسی طرح پس وپیش کرتی تھیں ___ اسی طرح نخرے دکھاتی تھیں ___ لیکن اب اُن کی فرمانبرداری کا یہ عالم ہے کہ ہمیں ایک جام کی حاجت ہو تو وہ پانچ پیش کرتی ہیں۔"

یہ کہہ کر مینجر صاحب نے پھر طاہرہ کی طرف دیکھا ___ طاہرہ کچھ سوچتے ہوئے اپنے گردوپیش کا بار بار جائزہ لے رہی تھی ___ جیسے کسی چیز کی تلاش کر رہی ہو ___ جیسے فرار کے لیے کوئی راستہ ڈھونڈ رہی ہو۔ مینجر صاحب نے کہا:

"یہ خیال نہ کرنا کہ تم یہاں سے بچ کر بھاگ سکو گی ___ تم اپنے گلے کی پوری طاقت سے بھی چیخ پکار کرو گی تو بھی کوئی تمہاری امداد کے لیے نہیں آئے گا ___ لیکن مجھے زبردستی کرنا خود بھی پسند نہیں ہے ___ انکار کرو یا اقرار، انجام دونوں صورتوں میں ایک

ہے — اقرار ہر لحاظ سے تمہارے لیے فائدہ مند ہے — سوچو تو سہی! تمہیں بھی دو تین ایڈوانس ترقیاں مل سکتی ہیں — تم اس کی حقدار بھی ہو — ہم جانتے ہیں کہ تم اپنا فرض بڑی دیانت داری سے انجام دیتی ہو اور انسپکٹریس صاحبہ کی رپورٹ بھی تمہارے متعلق بہت اچھی ہوتی ہے......"

"اور اس کا انعام آپ مجھے یہ دے رہے ہیں!" طاہرہ نے کہا

"یہ انعام ہی تو ہے مس طاہرہ!" مینجر صاحب بولے یہاں آنا بھی تو کسی کسی کی قسمت میں ہی ہوتا ہے۔ بس اب زیادہ دیر نہ کرو۔"

مینجر صاحب نے پھر طاہرہ کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا — طاہرہ کا چہرہ اب بھی پرسکون تھا — لیکن یہ سکون ایسے سمندر کی سطح کا سکون تھا جس کی تہہ میں ہزاروں طوفان پرورش پا رہے تھے — یہ سکون پہاڑ کی ایسی چوٹی کا سکون تھا جس کے نیچے آتشیں لاوا ابل رہا تھا —!

مینجر صاحب پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگے:

"معلوم ہوتا ہے تمہیں ہمارا بستر کچھ زیادہ پسند نہیں۔ خیر کوئی بات نہیں! یہیں اس صوفے پر آ جاؤ۔ یہ بھی کچھ کم آرام دہ نہیں ہے بلکہ الٹرا ماڈرن طریقہ تو یہی ہے —!"

یہ کہہ کر انھوں نے تیزی سے اُٹھتے ہوئے طاہرہ کا ہاتھ
تھام کر اپنی طرف کھینچا لیکن طاہرہ نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنا
ہاتھ چھڑا لیا اور چند قدم اور پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اُس نے کہا:

"ذلیل انسان! تو اس قابل نہیں ہے کہ آپ تو کیا تم کہہ کر
بھی مخاطب کیا جائے ــــ لیکن میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں ــــ
خدا کے عذاب سے ڈر اور اپنے شیطانی ارادوں سے باز آجا ــــ
ورنہ یاد رکھ خدا کا قہر تجھ پہ نازل ہو کر رہے گا ــ!"

مینجر صاحب نے جواب میں ایک قہقہہ لگایا ــــ اور کہا:

"اس وعظ کے لیے موزوں جگہ یہ نہیں، مسجد ہے مس طاہرہ!
یہ در و دیوار ہمیشہ ایک ہی تماشا دیکھتے آئے ہیں ــــ اور ایک ہی
تماشا دیکھتے رہیں گے ــ!"

"نہیں:" طاہرہ نے کہا" آج یہ در و دیوار ایک اور تماشا
دیکھیں گے ــــ اگر تو اپنی شیطنت سے باز نہ آیا تو یہ در و دیوار
ایک ایسا تماشا دیکھیں گے جس کا تجھے وہم و گمان بھی نہیں ہوگا ــ
میں آخری بار تجھ سے کہتی ہوں ــــ اب بھی تجھے موقع دیتی ہوں
کہ اپنے ذلیل ارادوں سے باز آجا ورنہ میں تیرا وہ حشر کروں گی
کہ تو کسی شریف عورت کی آبرو لوٹنا تو کجا، اپنی سہروں جلووں کی
بیاہی بیوی کے پاس جانے کا بھی نام نہ لے گا ــ!"

مینجر صاحب نے پھر ایک قہقہہ لگایا ــ خوفناک قہقہہ!

"تجھ جیسی رستم کی بیٹیاں ہم نے بہت دیکھی ہیں مس طاہرہ! آج تک کوئی یہاں سے بچ کر نہیں جا سکی ــــ تو بھی کہاں جائے گی بچ کر ــــ ہمارے جال کی رسیاں اتنی کمزور نہیں ہیں کہ تو اُنھیں اتنی آسانی سے توڑ سکے۔!"

مینجر صاحب بھی اب تم سے تو پر اُتر آئے تھے۔ وہ دوبارہ صوفے سے اُٹھے اور بجلی کی سی تیزی سے جھپٹ کر انھوں نے طاہرہ کو اپنی باہوں کے حلقے میں لے لیا۔ وہ اُس کے ہونٹوں کا بوسہ لینے کی کوشش کرنے لگے تو طاہرہ نے منہ دوسری طرف کر لیا اور پھر اُن کے ایک بازو پر زور سے کاٹ کھایا ــــ درد کے مارے مینجر صاحب بلبلا اُٹھے۔ ایک ہلکی سی چیخ اُن کے منہ سے نکلی اور اُن کے بازوؤں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی ــــ بازوؤں کی گرفت ڈھیلی پڑتے ہی طاہرہ تیزی کے ساتھ اُن کے حلقے سے نکل کر فرش پر ہی دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔!

مینجر صاحب طاہرہ کو پھر اپنی گرفت میں لینے کے لیے اُس پر جھکے ــــ اور طاہرہ کو وہ موقع ہاتھ آ گیا جس کا اُسے انتظار تھا۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر بند کیا اور پوری قوت سے ایک مکا مینجر صاحب کی رانوں کے درمیان اچھال دیا ــــ بالکل اس طرح جیسے والی بال کا کوئی کھلاڑی والی بال کو دونوں ہاتھوں کی پوری طاقت سے

بسے لگتا ہے ـــــ مینجر صاحب کی ایک چیخ ـــــ انتہائی خوفناک چیخ ـــــ فضا میں گونج گئی اور وہ والی بال کی مانند قلابازی کھاتے ہوئے ٹھا تک کر طاہرہ کے دوسری طرف فرش پر دھم سے جا پڑے ـ!

طاہرہ اپنے ہاتھوں کو اُسی طرح بند کیے ہوئے جوش کے عالم میں اُٹھی ـــــ جیسے اب دوسرا وار کرنا چاہتی ہو ـــــ سمندر کی تہہ میں پرورش پاتے ہوئے طوفان اب سطح پہ اُمنڈ آئے تھے ـــــ پہاڑ کی چوٹی کے نیچے دہکتا ہوا آتشیں لاوا اب باہر نکل آیا تھا ـــــ وہ اُسی جارحانہ انداز میں مینجر صاحب کی طرف بڑھی اور کہنے لگی:

" ذلیل کُتّے! تجھے اپنی اسی طاقت پر مان تھا! اُٹھ کھڑا ہو ـــــ اُٹھ اور سامنے آ! اُٹھ کہ میں تجھ پر ایک اور وار کروں ـــــ تاکہ تو ایک کمزور عورت کی قوّت کا تماشا بھی دیکھ لے ـــــ اُٹھ اے ہوس کے پجاری! اُٹھتا کیوں نہیں!"

اور پھر طاہرہ نے اپنے پاؤں سے مینجر صاحب کے بدن کو ٹھوکر مارتے ہوئے اُسی جوش کے عالم میں کہا:

" بس میرے ایک ہی وار نے تیری کمر توڑ کر رکھ دی! اپنے اسی جال کی مضبوط رسیوں پہ تجھے ناز تھا جنھیں میرے کمزور ہاتھوں نے ایک ہی جھٹکے سے توڑ کر رکھ دیا ہے ـــــ شیطان کی اولاد!

"تُو نے رُستم کی بہت سی بیٹیاں دیکھی ہیں ۔۔۔ تو کہتا ہے کہ اُن میں سے کوئی بھی تیرے سیہ کار ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکل سکی ۔۔۔ تو ٹھیک کہتا ہوگا ۔۔۔ لیکن تجھے شاید یہ معلوم نہیں تھا کہ طاہرہ کسی اور ہی مٹی سے بنی ہے ۔۔۔ وہ تجھ جیسے شیطانوں کو اپنے جسم سے کھیلنے کی اجازت نہیں دے سکتی ۔۔۔ وہ خدا کے فضل و کرم سے مردوں کو اُن کے اپنے ہتھیاروں سے شکست دے سکتی ہے ۔!"

اِدھر تو طاہرہ یوں غصے میں بپھرتی ہوئی شیرنی کی مانند نظر آ رہی تھی، اُدھر مینیجر صاحب کی حالت ہی کچھ اور تھی۔ اُن کے دونوں ہاتھ پیر دُور پڑے تھے اور وہ یوں کروٹیں بدل رہے تھے جیسے درد کی شدت سے تڑپ رہے ہوں ۔۔۔ آنکھیں کھنچ کر باہر کو نکل پڑی تھیں ۔۔۔ ہونٹ تھے کہ بڑی تیزی سے ہل رہے تھے، لیکن محض پھڑ پھڑانے کی حد تک ۔۔۔ اُن سے کوئی آواز ۔۔۔ کوئی چیخ ۔۔۔ کوئی کراہ ۔۔۔ نہیں نکل رہی تھی ۔!

"پاجی! کمینے! دیکھا اپنی ہوس کا انجام!" طاہرہ اُسی جوش کے عالم میں بولی۔

اُسی لمحے وہ دروازہ کھُلا جس سے طاہرہ اندر آئی تھی اور مینیجر صاحب کا نوکر اندر داخل ہُوا ۔۔۔ دروازہ کھُلتے ہی آواز سُن کر طاہرہ اُس طرف متوجہ ہوئی۔ نوکر بڑے گھبرائے ہوئے انداز میں اندر آیا اور شدید پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں کہنے لگا:

"کیا ہوا سرکار! کیا ہوا؟" ظاہر کا ...!

طاہرہ نے زبان سے کچھ نہیں کہا — صرف ہاتھ سے مینجر صاحب کی طرف اشارہ کر دیا جو فرش پر ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے — اور خود باہر نکل گئی —!

مینجر صاحب کی کوٹھی کے بڑے دروازے سے باہر پہنچ کر وہ دم بھر کو رکی — اس نے مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا اور پھر نفرت سے تھوک کر آگے بڑھ گئی —!

اور کچھ دیر بعد ہی وہ ناصر منزل پر شوکت میاں کو اس سکون سے پڑھا رہی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا — جیسے وہ طوفان جس سے ابھی کچھ دیر پہلے اس کی کشتی ٹکرائی تھی، اس کے لیے کچھ اہمیت نہیں رکھتا تھا — جیسے حرص و ہوس کا وہ اژدہا جسے وہ ابھی کچھ دیر پہلے چت کر کے آ رہی تھی، ایک معمولی کیڑا تھا جسے وہ پاؤں سے مسل کر آگے بڑھ گئی تھی —!

باب ۶

طاہرہ گھر پہنچی تو اُس کی ماں گھبراہٹ اور پریشانی کی تصویر بنی اُس کی راہ دیکھ رہی تھی۔ اُس نے طاہرہ کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا:

"بیٹی! خدا کے لیے اتنی دیر گھر سے باہر نہ رہا کرو — جس دن تم سکول سے سیدھی یہاں نہیں آتیں، میرا دل نہ جانے کیسے کیسے اندیشوں سے کانپتا رہتا ہے — ہزار ہزار طرح کے وسوسے دل میں پیدا ہوتے ہیں — خدا کرے میری طاہرہ خیریت سے ہو — خدا کرے میری طاہرہ کو کچھ ہو نہ گیا ہو — تم جلد گھر آجایا کرو بیٹی! لوگ طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں —!"

طاہرہ ایک دم ماں کے سینے سے الگ ہو گئی اور تیز تیز لہجے میں کہنے لگی:

"تم لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھرا کرو ماں! یہ دُنیا مردوں کی دُنیا ہے اور مرد عورت کو صرف محکوم و مجبور دیکھ کر ہی خوش ہوتے ہیں — وہ یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ عورت ان کی غلامی کا جُوا اپنے کندھوں سے اُتار پھینکے — وہ چاہتے ہیں کہ عورت صرف اُمور

کی بیل ہی رہے تاکہ یہ اُسے سہارا دے کر اُس کی مجبوریوں سے اپنے نفس کو تسکین دے سکیں ـــــ ایک ایسی عورت کا وجود انہیں گوارا نہیں جو انگور کی بیل کی بجائے شیشم کا تناور درخت بننا چاہتی ہو ـــــ جو مردوں کا سہارا لینے کی بجائے اپنا سہارا آپ بننا چاہتی ہو ـــــ!"

ماں نے آگے بڑھ کر طاہرہ کو پھر اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا:

"میں جانتی ہوں بیٹی! حالات نے تمہیں اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ تم آگے بڑھ کر اس خاندان کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاؤ ـــــ یہ بوجھ اٹھانا پہلے بھی مردوں کو ہی زیب دیتا تھا اور آج بھی مردوں کو ہی زیب دیتا ہے ـــــ لیکن باپ کی وفات اور بھائی کی کم سنی نے تمہیں مرد بننے پر مجبور کر دیا ہے ـــــ پھر بھی تم عورت ذات ہو ـــــ مجھے ہی نہیں، تمہیں بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ عورت ذات وہ اُجلی چادر ہے جو ذرا سے میل سے داغدار ہو جاتی ہے ـــــ!"

"ماں!" طاہرہ نے پھر اُسی تیز لہجے میں کہا "دُنیا والوں سے ڈر کر اگر کوئی جینا چاہے تو یہ دُنیا والے اُسے نہ جینے دیں گے اور نہ مرنے ـــــ ماں! میں جانتی ہوں کہ میں نے جو بوجھ اپنے کندھوں پہ اُٹھا رکھا ہے، وہ بہت بھاری ہے ـــ میں

یہ بھی جانتی ہوں کہ عورت کے لیے کسبِ معاش کا راستہ آسان نہیں بلکہ پُرخار اور سنگلاخ ہے اور ماں! میں یہ بھی جانتی ہوں کہ کسبِ معاش کے لیے جو عورت گھر سے باہر کی دُنیا میں قدم رکھتی ہے، اُس کے گرد ہوس کار مرد ایسے منڈلاتے ہیں جیسے کسی لاش کے گرد گِدھ ـــــ لیکن میں تمہیں اطمینان دلاتی ہوں ماں! تمہاری طاہرہ اُن عورتوں میں سے نہیں ہے جو مردوں کے دامِ فریب میں آجاتی ہیں۔ میں اپنی جان دے کر بھی تمہارے دُودھ کی لاج رکھوں گی ماں ـــــ میں اپنی آبرو کا سودا کر کے تمہارے لیے دو وقت کی روٹی مہیا کرنے کی بجائے مرجانا بہتر سمجھتی ہوں ـــــ لوگ کیا کہتے ہیں اور کیا سمجھتے ہیں ـــــ اس کی مجھے پروا نہیں ـــــ تم بھی لوگوں کی باتوں کی پروا نہ کیا کرو ماں!"

"بیٹی! میری مردبیٹی!" ماں نے پھر اُس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "میں جانتی ہوں کہ تم اُن عورتوں میں سے نہیں ہو جنہیں مرد اپنی ہوس کا نشانہ بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ لیکن ...."

اور وہ کچھ کہتے کہتے رُک گئی۔

"رُک کیوں گئیں ماں!" طاہرہ نے کہا "تم کیا کہنا چاہتی تھیں؟"

"میں کہنا چاہتی تھی بیٹی! کہ بات یہ ہے میری بیٹی کہ......"

اور ماں کہتے کہتے پھر رک گئی۔

"کیا بات ہے ماں؟" طاہرہ نے پوچھا "ایسی کیا بات ہے جو کوشش کے باوجود تمھارے ہونٹوں پہ ہی آکر رک جاتی ہے۔!"

ماں نے چند لمحوں کی ہچکچاہٹ کے بعد رکتے رکتے اور آہستہ سے کہا:

"بات یہ ہے بیٹی! آج تمہارے سکول کی ایک استانی یہاں آئی تھی۔"

"میرے سکول کی ایک استانی یہاں آئی تھی!" طاہرہ نے حیرانی سے کہا "کون تھی وہ؟"

"نام کا تو مجھے پتا نہیں بیٹی" ماں نے کہا "وہ کہہ رہی تھی — وہ کہہ رہی تھی کہ طاہرہ آج مینجر صاحب کی کوٹھی پہ گئی ہے اور مینجر بڑا عیاش آدمی ہے — کیا تم وہاں گئی تھیں بیٹی!"

طاہرہ نے چند لمحوں تک کچھ سوچا اور پھر جواب دیا:

"ہاں ہاں!"

اور ماں ایک جھٹکے کے ساتھ طاہرہ سے الگ ہو کر یوں پیچھے ہٹ گئی جیسے اُسے بچھو نے کاٹ کھایا ہو — وہ نقاہت کے نیچے بیٹھنے لگی:

"تو وہ سچ کہتی تھی — تو مینجر کے ہاں گئی تھی اور وہاں

سے منہ کالا کرا کر آ رہی ہے ــــ بے غیرت ! تُو تو میرے دُودھ کی لاج رکھنے کا دعوےٰ کیا کرتی تھی ۔!"

"ماں !" طاہرہ نے اپنی ماں کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "کسی کے بہکانے میں آکر اپنی بیٹی کو غلط سمجھنے کی غلطی نہ کرنا ماں ! میں مینجر صاحب کی کوٹھی پر ضرور گئی تھی ــــ لیکن میں نے اپنا مُنہ کالا نہیں کرایا، مینجر کا ہی منہ کالا کیا ہے ماں ! میں نے اُسے وہ سبق سکھایا ہے کہ ساری عمر یاد کرے گا ماں !"

"کیا مطلب ؟" ماں نے حیرانی سے پُوچھا۔

"ماں ! کیا تم سمجھتی ہو کہ طاہرہ ــــ تمھاری بیٹی ــــ تمھاری مرد بیٹی ــــ مردوں کو اپنی آبرو سے کھیلنے کی اجازت دے سکتی ہے ــــ کبھی نہیں ماں ــــ مر کر بھی نہیں ماں !"

"مینجر نے تمھاری عزت پر حملہ کیا تھا ؟" ماں نے پُوچھا ــــ اُس کے لہجے میں کچھ گھبراہٹ بھی شامل ہو گئی تھی۔

"نہیں ماں !" طاہرہ نے جواب دیا "مینجر نے صرف اس کی کوشش کی تھی ــــ لیکن ماں ! تمھاری بیٹی اپنے ناموس کی حفاظت کرنا جانتی ہے ــــ خدا کے فضل اور تمھاری دُعا سے وہ مردوں کو اُن کے اپنے ہتھیاروں سے شکست دے سکتی ہے ماں !"

"کیا بات ہوئی تھی؟ مجھے سارا واقعہ سناؤ بیٹی!" ماں نے کہا ــــ اُس کی حیرانی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

"کچھ بھی نہیں ہوا تھا ماں!" طاہرہ نے جیسے بے نیازی سے کہا" مجھے دو سال سے کوئی ترقی نہیں ملی تھی۔ ہیڈ مسٹریس نے جب بھی فائل مینجر صاحب کے پاس بھیجی ــــ بات مینجر صاحب کی کوٹھی پہ آکر رُک جاتی۔ میں کئی بار سوچتی کہ میں اس طرح ڈر ڈر کر کہاں تک پیچھے ہٹتی جاؤں گی ــــ اب تم پیچھے ہٹتے ہٹتے میری پُشت دیوار سے آ لگی ہے ــــ یُوں اپنے خول میں سمٹ سمٹ کر رہنا میرے لیے کب تک ممکن ہو گا ــــ کل ہمیں معلوم ہوا کہ مینجر صاحب نے مس زیبا کو ایک دم دو ایڈوانس ترقیاں دے دی ہیں......"
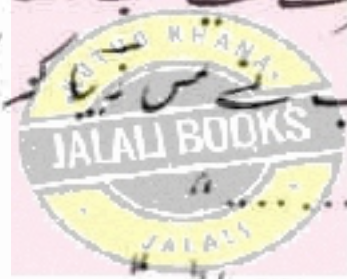
"مس زیبا! وہ کون ہے بیٹی؟"

"ہمارے سکول کی ایک اُستانی ہے ماں!" طاہرہ نے حقارت سے کہا" جو مینجر صاحب کی کوٹھی پہ اکثر جاتی رہتی ہے ــــ سو بے غیرتوں کی ایک بے غیرت ــــ جسے اپنی آبرو بار بار لُٹاتے ذرا بھی شرم نہیں آتی"

"آبرو تو ایک ہی بار لُٹا کرتی ہے بیٹی!" ماں نے کہا" اس کے بعد تو محض ایک لفافہ رہ جاتا ہے، اسے کوئی جہاں جی چاہے پھینکتا رہے ــــ ہاں تو تم ترقی کی بات کر رہی تھیں بیٹی!"

"ہاں ماں!" طاہرہ نے کہا "مس زیبا کو دو ایڈوانس ترقیاں ملیں تو میری سہیلی مس جمال نے جو سلائی خانہ داری کی استانی ہے، ہیڈ مسٹریس سے میرے کیس کا ذکر کیا۔ ہیڈ مسٹریس نے اُلٹا مجھے الزام دیا کہ ترقی نہ ملنے کی ذمہ داری خود تم پر ہے۔ کیونکہ تم اپنے کیس کا فیصلہ کرانے کے لیے مینجر صاحب کے پاس نہیں گئیں۔ مجھے بہت غصہ آیا ماں اور ہیڈ مسٹریس سے میری اچھی خاصی جھڑپ بھی ہو گئی —— لیکن جب مجھے محسوس ہوا ماں کہ مینجر صاحب کے پاس جائے بغیر مجھے ترقی نہیں ملے گی تو میں نے سوچا کیوں نہ اس کیس کا ایک ہی بار فیصلہ کر دیا جائے —— ایسا فیصلہ جو مینجر صاحب کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یاد رہے ——!"

اور پھر طاہرہ نے اپنی ماں کو شروع سے لے کر آخر تک تمام واقعات سنا ڈالے —— ماں ساری داستان سن کر دانتوں تلے انگلیاں دبے کر رہ گئی —— بڑی دیر تک وہ خاموش رہی جیسے کسی گہری سوچ میں کھو گئی ہو —— پھر اس نے کہا:

"تم نے اس کا کہیں ذکر تو نہیں کیا بیٹی!"

"صرف تمہیں بتایا ہے ماں!" طاہرہ نے جواب دیا

"مجھے تو بتا دیا ہے۔ اب کسی اور سے ذکر نہ کرنا" ماں نے کہا "میں بھی کسی سے ذکر نہیں کروں گی۔"

" لیکن کیوں ماں!" طاہرہ نے کہا " آخر اس میں چھپانے کی کیا بات ہے ۔۔۔ پھر سکول ہاں سارے سٹاف کو پتا ہے کہ میں شام کو مینجر صاحب کے پاس گئی تھی ۔۔۔ مگر اگر خاموش بھی رہوں، تب بھی اُنھیں دیگر ذرائع سے سارے واقعات معلوم ہو جائیں گے ۔۔۔ پھر اسے چھُپانے سے کیا حاصل!"

" تم نہیں سمجھتیں بیٹی!" ماں نے کہا " یہ دُنیا بہت بُری ہے۔ یہاں لوگ رائی کا پہاڑ اور رپہ کا کوّا بنا لیتے ہیں ۔۔۔ لوگوں کی زبانوں پہ چڑھ کر یہ بات کچھ کی کچھ ہو جائے گی ۔۔۔ لوگ یہ نہیں کہیں گے کہ تم نے اپنی آبرو بچانے کے لیے مینجر صاحب کا مقابلہ کیا ۔۔۔ لوگ تو صرف اتنی سی بات کو ہی پکڑ لیں گے کہ تم اپنی تنخواہ بڑھوانے کے لیے مینجر صاحب کے پاس گئی تھیں ۔۔۔ لوگ اسی ایک بات پر حاشیے چڑھاتے جائیں گے ۔۔۔ کاش تم نے سوچا ہوتا کہ تم نے کتنا بُرا کیا ہے ۔۔۔!"

" بُرا نہیں ماں! اچھا کیا ہے ۔۔۔ بہت اچھا کیا ہے!" طاہرہ نے کہا

" تمھیں ترقی نہیں ملی تھی تو ہم بھُوکے تو نہیں مر رہے تھے بیٹی!" ماں نے سہمے ہوئے کہا " اب اگر مینجر مر گیا تو ۔۔۔؟"

"تو یہ اور بھی اچھا ہوگا ماں!" طاہرہ نے کہا "اُس کا نامۂ اعمال اور سیاہ نہیں ہوگا اور دوسروں کو اُس کے ظلم سے نجات مل جائے گی ــــ اول تو مجھے یقین ہے کہ ابھی اُس کے دن پورے نہیں ہوئے ــــ ایسے لوگوں کو اتنی آسانی سے موت نہیں آیا کرتی ماں! دیکھ لینا ــــ وہ زندہ رہے گا۔ فرق صرف اتنا پڑے گا کہ اب تک وہ ایک ظالم کی حیثیت سے زندگی گزارتا آیا ہے ــــ اب بے غیرت بن کر رہے گا ــــ دیکھ لینا ماں! اب وہ بے غیرت بن کر زندگی گزارے گا ــــ بے غیرت اور ڈیوث بن کر ــــ ایسے لوگوں کا حال ایسا ہی ہوتا ہے ماں!"

"میں ڈر رہی ہوں بیٹی!" ماں نے کہا "کہیں تمھارا یہ قدم تمھارے لیے مزید مشکلات کا سبب نہ بن جائے۔ ان کمینے لوگوں سے تو کوئی حرکت بھی خلافِ توقع نہیں ہو سکتی:"

"تم تو یونہی ڈرے جا رہی ہو ماں!" طاہرہ نے کہا "اول تو تم دیکھ لینا کہ میرا یہ قدم ایسا فیصلہ کن قدم ثابت ہوگا کہ ہمارے سکول کی دُنیا میں ایک انقلاب آ جائے گا اور اگر بالفرض یہ قدم ــــ جیسا کہ تم کہتی ہو ماں! میرے لیے مزید مشکلات کا سبب بن گیا تو یقین رکھو ماں! میں نے تمھارا دُودھ پیا ہے ــــ میں اس دُودھ کا حق ادا کروں گی ــــ

آنے والی ہر مشکل میرا حوصلہ بڑھانے کا سبب بنے گی — تمہاری طاہرہ اُن عورتوں میں سے نہیں ہے ماں! جو حالات کے آگے ہتھیار ڈال دیتی ہیں یا اُن سے سمجھوتہ کر لیتی ہیں — میں خطرات سے گھبرانی نہیں ہوں ماں!"

"طاہرہ! میری بیٹی!" ماں نے پیار سے اُس کے سر پہ ہاتھ پھیرا "تمہیں اپنے آپ کو خطرات میں ڈالنے کی بجائے اُن سے دُور رہنے کی کوشش کرنی چاہیے — اپنے لیے — اپنی بوڑھی ماں کے لیے — اپنے معصوم بھائی بہنوں کے لیے — تمہیں کوئی قدم اُٹھاتے وقت ان معصوموں کا مستقبل بھی سامنے رکھنا چاہیے میری بیٹی!"

"تم فکر نہ کرو ماں!" طاہرہ نے کہا "میں جلد بازی میں کوئی قدم نہیں اٹھاتی۔ میں نے بہت گہرے سوچ بچار کے بعد مینیجر سے ٹکر لینے کا فیصلہ کیا تھا — میں ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر اُٹھاتی ہوں ماں! مجھے اپنی ذمہ داریوں کی نزاکت کا احساس ہے — پورا پورا احساس ہے — !"

باب ۷

طاہرہ سکول میں پہنچی ہی تھی کہ اُسے ہیڈ مسٹریس نے بُلایا۔ وہ ہیڈ مسٹریس کے دفتر میں گئی تو اُنھوں نے اُسے دیکھتے ہی کہا:

" مبارک ہو مس طاہرہ! آپ کے کیس کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ مینجر صاحب نے آپ کی سالانہ ترقی کے آرڈر جاری کر دیئے ہیں۔ اب آپ کو پچھلے دو سال کا بقایا بھی ملے گا۔"

" شکریہ جناب!" طاہرہ نے ایک ایسے لہجے میں کہا جو ہر تاثر سے عاری تھا۔

" لیکن اس خوشی کے موقع پہ آپ کو یہ جان کر افسوس ہوگا کہ رات مینجر صاحب ایک حادثے میں بڑی طرح زخمی ہو گئے۔"

طاہرہ کے جی میں آئی کہ وہ کہہ دے کہ مجھے کوئی افسوس نہیں ہوا ـــــ لیکن وہ خاموش رہی۔ ہیڈ مسٹریس نے اُس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ شاید اُسے توقع تھی کہ طاہرہ جواب میں کچھ نہ کچھ ضرور کہے گی اور حادثے کی تفصیل دریافت کرے گی ـــــ طاہرہ کو خاموش دیکھ کر ہیڈ مسٹریس نے خود ہی کہا:

" رات وہ اپنے مکان کے زینے سے اُتر رہے۔

توازن کھو بیٹھے اور لڑھکتے ہوئے نیچے آ رہے — انھیں بڑی سخت چوٹیں آئی ہیں —!"

"وہ زینہ اُن کے مکان کا نہیں اخلاق کا زینہ تھا" طاہرہ نے اپنے جی میں کہا" وہ توازن اُن کے جسم کا نہیں، دماغ کا توازن تھا جسے وہ ایک چمکدار نگینہ دیکھ کر کھو بیٹھے تھے — اس نگینے کی ہوس نے انھیں اخلاق کے زینے سے لُڑھکا دیا تھا اور وہ لُڑھکتے ہوئے ذلّت کی پستیوں میں آگرے تھے — وہ چوٹیں جسم کی چوٹیں نہیں، ہوس پرستی، ظلم اور اوباش کے وہ داغ ہیں جو اب تک صرف اُن کی رُوح پر تھے — اب وہ ان کے جسم پر نمایاں ہو گئے ہیں —!"

طاہرہ یہ سب باتیں اپنے جی ہی جی کہتی رہی — زبان سے اُس نے کچھ نہیں کہا۔ اُسے خاموش دیکھ کر ہیڈ مسٹریس نے پھر کہا:-

"آج سکول میں آدھے دن کی تعطیل کر دی گئی ہے۔ تفریح کے گھنٹے کے بعد سارا سٹاف مینجر صاحب کی عیادت کے لیے جائے گا۔"

"کہاں؟" طاہرہ نے پہلی بار پُوچھا

"ہسپتال میں" ہیڈ مسٹریس نے جواب دیا۔

بہت اچھا جناب!" طاہرہ نے کہا اور ہیڈ مسٹریس کو

سلام کر کے باہر آ گئی۔

طاہرہ سٹاف روم میں پہنچی۔ وہاں مس جمال اور مس زیبا کے علاوہ دو استانیاں اور بیٹھی تھیں۔ مس جمال نے طاہرہ کو دیکھتے ہی سوال کیا:

"کیا رہا؟"

لیکن طاہرہ نے کچھ جواب دینے کی بجائے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ مس زیبا کو دیکھ کر طاہرہ نے کہا:

"مس زیبا! کل شام کیا تم ہمارے گھر گئی تھیں؟"

"ہاں! میں ہی گئی تھی" زیبا نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا "تاکہ تمہاری بھولی بھالی ماں کو تمہارے لچھنوں کی خبر دے سکوں۔ تم تو بڑی پارسا بنی پھرتی تھیں ـــــ اب بولو!"

طاہرہ نے زیبا کی بات سے تلخی یا غصّہ محسوس کرنے کی بجائے نہایت اطمینان اور سنجیدگی سے کہا:

"مس زیبا! سارا سٹاف تفریح کے گھنٹے کے بعد ہسپتال جا رہا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"مینجر صاحب کی عیادت کے لیے!" مس زیبا نے ٹوک کر کہا "مجھے معلوم ہو چکا ہے۔"

"ہاں" طاہرہ نے کہا "اور تمہیں اپنے سوال کا جواب بھی

وہیں معلوم ہو جائے گا ـــــ لیکن میں تمہیں اس بات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتی ہوں کہ آئندہ ہمارے گھر میں قدم رکھنے کی تکلیف گوارا نہ کرنا ـــــ میں نہیں چاہتی کہ تم ایسی عورتوں کی پرچھائیں بھی وہاں پڑے ـــ!"

اور پیشتر اس کے کہ طاہرہ کی اس بات کے جواب میں زیبا کچھ کہتی، طاہرہ تیزی کے ساتھ سٹاف رُوم سے باہر نکل گئی ـــ!

تفریح کا گھنٹہ بجنے کے ساتھ ہی سکول میں چھٹی ہو گئی اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہی ہیڈ مسٹریس اور دیگر تمام اُستانیاں مینیجر صاحب کی عیادت کے لیے ہسپتال کی طرف چل دیں۔ ہسپتال میں مینیجر صاحب ایک الگ کمرے میں داخل تھے۔ کمرے کے باہر ہی ایک نرس سے اُن کا سامنا ہوا۔ ہیڈ مسٹریس نے نرس سے دریافت کیا:

"مس شہلا! کیا حال ہے ہمارے مینیجر صاحب کا؟"

"آپ جعفری صاحب کے بارے میں دریافت فرماتی ہیں؟" شہلا نے کہا

"ہاں ہیڈ مسٹریس نے کہا" سید اشتیاق حسین جعفری جو رات ہی یہاں داخل ہوئے ہیں"

"کچھ بہتر ہے؟" نرس مس شہلا نے جواب دیا "کئی انجیکشن

لگائے گئے ہیں ـــــ تب کہیں جا کر درد کی شدت کا احساس کم ہوا ہے۔ ورنہ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ وہ درد کی شدت سے تڑپ تڑپ کر ہی مر جائیں گے ـــــ مائی گاڈ! ایسا عجیب کیس میں نے آج تک نہیں دیکھا۔"

"کیوں"ہیڈ مسٹریس نے پوچھا

"وہ کہتے ہیں کہ زینے سے نیچے اُترتے ہوئے گر گئے تھے لیکن اُنھیں جتنی شدید چوٹ لگی ہے اور جس نازک مقام پہ لگی ہے، وہ زینے سے گرنے سے ممکن نہیں ہو سکتی ـــــ میرا اپنا یہ خیال ہے کہ وہ چوٹ اُنھیں لگی نہیں، لگائی گئی ہے ـــــ!"

نرس کے یہ الفاظ سُن کر طاہرہ نہ جانے کیوں کانپ سی گئی ـــــ اپنی ماں کے کہے ہوئے الفاظ اُس کے کانوں میں گونجنے لگے ـــــ لیکن اُس نے جلد ہی اپنے آپ پہ قابو پا لیا۔ غنیمت تھا کہ ہیڈ مسٹریس اور سب اُستانیوں کی توجہ نرس کی طرف تھی، اس لیے اُس کی طرف کسی نے نہیں دیکھا۔ نرس نے پھر کہا:

"پہلے اطلاع ملی تھی کہ اُنھیں سخت چوٹیں آئی ہیں ـــــ لیکن معائنے پہ معلوم ہوا کہ اُنھیں چوٹیں نہیں آئی ہیں، چوٹ آئی ہے ـــــ صرف ایک چوٹ ـــــ لیکن یہ ایک چوٹ سو چوٹوں پہ بھاری ہے جناب! یوں لگتا ہے جیسے کسی نے کوئی بھاری بھرکم

پتھر یا لوہے کا گولا اُن کی رانوں کے درمیان پوری قوت سے دے مارا ہو ——!"

یہ سُن کر ہیڈ مسٹریس اور تمام اُستانیوں کے مُنہ حیرت سے کھُل گئے اور پھر جیسے سب کی نظریں یکبارگی طاہرہ کے چہرے کی طرف اُٹھ گئیں —— جیسے پُوچھ رہی ہوں ——

"طاہرہ! کیا یہ چوٹ تمھاری عطا کردہ ہے؟"

طاہرہ یوُں ایک دم سب کی نگاہوں کا مرکز بن جانے پر گھبرا سی گئی اور اُس نے اپنا سر جھُکا لیا۔ نرس نے پھر کہا:

"بہر حال! یہ اُن کی خوش قسمتی ہے کہ اُنھیں بروقت یہاں پہنچا دیا گیا —— ایسی شدید ضرب سے جان بچنا بڑا مشکل ہوتا ہے —— اب یہ اُمید تو کی جا سکتی ہے کہ وہ جانبر ہو جائیں گے لیکن شاید اُس نقصان کی تلافی کبھی نہ ہو سکے جو اس چوٹ سے اُنھیں پہنچا ہے ——"

ہیڈ مسٹریس اور سب اُستانیاں تو پہلے ہی حیرت میں ڈوبی ہوئی تھیں، نرس شہلا کے ان الفاظ نے اُن کے بدن میں سنسنی دوڑا دی۔ خود طاہرہ کے بدن کا رواں رواں کانپ اُٹھا —— سب کی نظریں ایک مرتبہ پھر طاہرہ کے چہرے پر جم گئیں —— اور طاہرہ ان کا سامنا کرنے کی بجائے نظریں جھکائے اُن الفاظ کے بارے میں سوچ رہی تھی جو گزشتہ شب اس کی زبان سے

نکلے تھے — !

طاہرہ سوچ رہی تھی کہ شاید قدرت نے ان الفاظ کو سچ کر دکھایا ہے — شاید یہ الفاظ قدرت نے ہی اُس کے منہ سے نکلوائے تھے — !

نرس مس شہلا نے کہا:

"آپ ذرا انتظار کریں جناب! ابھی تھوڑی دیر میں آپ سب کو اندر بلوا لیا جائے گا!"

یہ کہہ کر وہ اندر چلی گئی۔ نرس کے جانے کے بعد ہیڈ مسٹریس خاموشی سے کبھی کسی اُستانی کے چہرے کی طرف دیکھتی اور کبھی کسی اُستانی کے چہرے کی طرف — خود اُستانیاں بھی حیرت سے ایک دوسری کی طرف دیکھ رہی تھیں — نرس کے الفاظ نے اُن سب پر اس قدر حیرانی طاری کر دی تھی کہ انھیں زبان سے کچھ کہنے کا خیال ہی نہیں آ رہا تھا — مس زیبا کی حیرانی سب سے زیادہ تھی کیونکہ اُس کے دل میں بار بار یہ شک پیدا ہو رہا تھا کہ گزشتہ شب کہیں مینیجر صاحب نے سوئی میں دھاگہ ڈالنے کی بجائے اپنے ہی ناک میں نکیل تو نہیں ڈلوا لی ہے! نرس شہلا کی باتوں نے اس شک کو کچھ اور پختہ کر دیا تھا — رہی مس جمال! تو وہ بظاہر کچھ نہ سمجھنے کے باوجود بہت کچھ سمجھ رہی تھی — اُسے یقین تھا کہ جیت طاہرہ ہی کی ہوئی ہے۔ وہ جانتی تھی کہ اگر مینیجر صاحب

بے ساختہ مقابلے میں طاہرہ کو شکست ہوئی ہوتی تو وہ آج یوں سب اُستانیوں کے درمیان چُپ چاپ کھڑی ہونے کی بجائے اُن سے ہمیشہ کے لیے دُور جا چکی ہوتی — اور جہاں تک ہیڈ مسٹریس کا تعلق تھا، اُس نے شاید ابھی تک کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی تھی — نہ طاہرہ کے حق میں، نہ طاہرہ کے خلاف —!

پھر مس شہلا آئی اور اُن سب کو اپنے ہمراہ لے گئی —

اندر جا کر سب نے ہاتھ کے اشارے سے اور محض سرگوشی کے لہجے میں سلام کیا — اور پیشتر اس کے کہ ہیڈ مسٹریس مینیجر صاحب سے گفتگو کا آغاز کرتیں، مس زیبا نے آگے بڑھ کر ان کے بالکل قریب ہوتے ہوئے پُوچھا:

"جناب! آپ کا کیا حال ہے اب؟"

"بچ گیا ہوں"، مینیجر صاحب نے مسکرانے کی کوشش کی — اُن کا چہرہ ایک زندہ انسان کی بجائے ایک مُردے کا چہرہ نظر آ رہا تھا — ایسا چہرہ جس پہ زندگی کے سایوں کی بجائے موت کی پرچھائیاں منڈلا رہی تھیں — اُنھوں نے مسکرانے کی کوشش کی تو ایک کراہ اُن کے منہ سے نکل گئی اور اُن کے چہرے پر چھائی ہوئی زردی کے نقوش کچھ اور گہرے ہو گئے۔ اُنھوں نے پھر کراہتے ہوئے ہی کہا:

"بچ گیا ہُوں۔ ورنہ دُشمن نے تو بڑا کاری وار کیا تھا۔"

طاہرہ دوسری اُستانیوں کے ساتھ اس انداز سے کھڑی تھی کہ وہ مینجر صاحب کو تو اچھی طرح دیکھ سکے لیکن اُن کے ساتھ اُس کی نظریں چار نہ ہونے پائیں۔ مینجر صاحب کی بات سُن کر وہ سمجھ گئی کہ اُن کا اشارہ اُسی کی ذات کی طرف تھا ـــ ہیڈ مسٹریس نے مینجر صاحب کی بات سُن کر کہا۔

" دُشمن ! کون دُشمن !"

" ایسا دُشمن جو اب بھی میرے قریب ہے :" مینجر صاحب نے پھر مُسکرانے کی کوشش کی۔

" تو کیا آپ سیڑھیوں سے نہیں گرے تھے !" ہیڈ مسٹریس نے پُوچھا۔

" سیڑھیوں ہی سے تو گرا تھا" مینجر نے کراہتے ہوئے کہا " لیکن کسے خبر تھی کہ ایسی شدید چوٹ لگے گی اور وہ بھی گلاب جیسے نازک ہاتھوں سے ـــ !"

" گلاب جیسے نازک ہاتھوں سے !" ہیڈ مسٹریس نے پھر حیران ہو کر کہا " کیا ہوا تھا "

" مس طاہرہ سے پُوچھیے جناب !" مس زیبا نے کہا

اس پر طاہرہ نے تو خیر چونکنا ہی تھا، خود مینجر صاحب بھی چونک گئے ـــ شاید وہ طاہرہ کی طرف یُوں واضح اشارہ کرنا موزوں خیال نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ

ہیڈ مسٹریس طاہرہ سے کچھ پوچھتیں جو خود طاہرہ مس زیبا کی بات پر اپنا کوئی ردعمل ظاہر کرتی، مینجر صاحب نے خود طاہرہ کو مخاطب کیا:

"مس طاہرہ! میں نے تمہاری سالانہ ترقی کے آرڈر کر دیئے ہیں۔"

"مجھے ہیڈ مسٹریس صاحبہ نے مطلع کر دیا ہے جناب!" طاہرہ نے کہا

"آپنے مینجر صاحب بہت نیک دل آدمی ہیں!" ہیڈ مسٹریس نے کہا

"وہ تو میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں" طاہرہ نے کہا — اُس کے لہجے میں ہلکا سا طنز بھی تھا جسے مینجر صاحب محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے — لیکن اُنھوں نے اسے نظرانداز کر کے کہا:

"مجھے خوشی ہے کہ آپ لوگ میری عیادت کے لیے یہاں تشریف لائے۔ اس اظہار ہمدردی کے لیے میں آپ سب کا ممنون ہوں۔ میں آپ سے صرف اتنی گزارش کروں گا کہ اس حادثے کے بارے میں بے جا کرید اور تجسس سے اجتناب کریں — خاموشی اعلیٰ ترین وصف ہے۔"

"مینجر صاحب!" طاہرہ نے سامنے آ کر کہا "جس حادثے کی شہادت خود آپ کا وجود ہی پکار پکار کر دے رہا ہو، ہماری

زبانوں کی خاموشی اُسے اِخفا کیلئے اُٹھ سکتی ہے۔"!

"یہ ہمدردی کی بات ہے مس طاہرہ!" مینجر صاحب نے بے چینی سے کہا" ہمدردی کے حقدار انسان سے ہمدردی کرنا فرض بھی ہے اور انسانیت کا تقاضا بھی۔"!

"مینجر صاحب!" طاہرہ نے کہا" دوسروں کی ہمدردی کا حقدار وہی ہے جو دوسروں سے ہمدردی کرے، وہ نہیں جو دوسروں کی مجبوریوں کا ناجائز فائدہ اٹھائے ۔۔۔ انسانیت کے تقاضے انسانوں کے لیے ہیں، انسان نما حیوانوں کے لیے نہیں!"

"مس طاہرہ!" ہیڈمسٹریس نے جیسے اُسے ڈانٹ بلائی" آپ سکول میں نہیں، ہسپتال میں ہیں اور مینجر صاحب کی عیادت کے لیے آئی ہیں ۔۔۔ کیا عیادت کا یہی طریقہ ہوتا ہے!"

"میں معافی چاہتی ہوں جناب!" طاہرہ نے ہیڈمسٹریس سے مخاطب ہو کر کہا" لیکن کیا آپ یہ جاننا نہیں چاہتیں کہ اس حادثے کی حقیقی نوعیت کیا ہے! کیا آپ ...."

"مس طاہرہ!" مینجر صاحب نے ٹوکتے ہوئے کہا" میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ آپ جیسی باہمت، بلند اخلاق اور محنتی ٹیچر ہمارے سکول کے لیے باعثِ فخر ہے ۔۔۔ میں نے آپ کے کیس کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی تھی کہ آپ کے شاندار ریکارڈ کو مدِّنظر رکھتے ہوئے دو ایڈوانس ترقیاں

دے دی جائیں۔"

طاہرہ سمجھ گئی کہ مینجر صاحب نے یہ پیش کش صرف اس لیے کی ہے کہ میں اس حادثے کے متعلق مزید کوئی بات زبان پر نہ لاؤں۔ چنانچہ اُس نے بھی اس موقع سے اسی طرح فائدہ اٹھانے کی ٹھانی جس طرح مینجر صاحب فائدہ اٹھانے کی کوشش میں تھے — یہ سوچ کر اُس نے کہا:

"صرف دو ترقیاں جناب! میں تو اپنے آپ کو پانچ ایڈوانس ترقیوں کا مستحق سمجھتی ہوں!"

"پانچ ترقیاں!" ہیڈ مسٹریس نے حیرانی سے کہا "آپ ہوش میں تو ہیں مس طاہرہ!"

دوسری اُستانیوں نے بھی حیرانی سے طاہرہ کی طرف دیکھا — لیکن طاہرہ نے ہیڈ مسٹریس کی اس بات کا جیسے کوئی نوٹس ہی نہیں لیا۔ وہ تو مینجر صاحب کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لے رہی تھی۔ طاہرہ کی بات سُن کر انھوں نے آہستہ سے کہا:

"آپ کا استحقاق بالکل بجا ہے مس طاہرہ! لیکن سکول کا فنڈ اور پھر قواعد اس کی اجازت نہیں دیتے۔ بہرحال ہم نے دو ترقیاں تو آپ کو دے ہی دی ہیں — چلیے ایک اور سہی — تین ایڈوانس ترقیاں — کہیے اب خوش ہیں آپ؟"

"شکریہ جناب!" طاہرہ نے کہا۔

اور مینجر صاحب ہیڈ مسٹریس سے مخاطب ہوئے۔

"مسز توفیق! مس طاہرہ کو تین ایڈوانس ترقیاں دی جاتی ہیں — اس حکم پر فی الفور عمل ہوگا۔"

"بہت بہتر جناب!" ہیڈ مسٹریس نے حیرانی کے عالم میں کہا۔

ہسپتال کے بستر پر مینجر صاحب کو یوں طاہرہ کے لیے تین ایڈوانس ترقیوں کا حکم جاری کرتے دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئی تھیں — شاید انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ حکم انھوں نے صرف اس لیے جاری کیا ہے کہ طاہرہ سے اپنی زبان بند رکھنے کے لیے کہہ سکیں — یہ تین ایڈوانس ترقیاں اُسے خاموش رکھنے کی قیمت ادا کی گئی ہے۔!

باب ۸
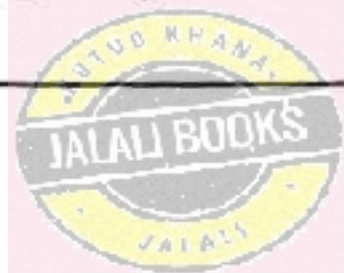
ہسپتال سے باہر آ کر دوسری اُستانیاں تو رخصت ہو گئیں لیکن طاہرہ کو ہیڈ مسٹریس نے اپنے ساتھ لیا اور واپس سکول چلی آئیں تاکہ اُس کی ترقی —— بلکہ ترقیوں —— کے بارے میں مینیجر صاحب نے جو حکم دیا تھا، اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے ضروری دفتری کارروائی کر سکیں —— اور اس ضروری کارروائی کے ساتھ ساتھ اُنھوں نے طاہرہ سے تمام واقعہ بھی دریافت کیا۔ طاہرہ نے پہلے تو ٹالنے کی کوشش کی لیکن جب ہیڈ مسٹریس کا اصرار زیادہ بڑھا تو اُس نے تمام واقعات شروع سے آخر تک اُن کے گوش گزار کر دیئے —— اور جب طاہرہ تمام واقعات سنا چکی تو حیرت کے مارے ہیڈ مسٹریس خاصی دیر تک خاموش رہیں۔ پھر اُنھوں نے کہا:

"تو اصل حادثہ یہ ہے! مس طاہرہ! میں آپ کی بلند ہمتی کی داد دیتی ہوں۔ آپ نے واقعی مینیجر صاحب کو ایسا سبق سکھایا ہے جو وہ زندگی بھر نہیں بھُولیں گے —— میں سوچتی تھی اور دل ہی دل میں کڑھتی تھی کہ ان سے کیونکر جان چھڑائی جا سکتی

ہے ــــ ان کی عیاشیوں اور استحصال کے تمام قصے میرے علم میں آتے تھے لیکن میں اپنے آپ کو بے بس پاتی تھی ــــ ہم محض سوچتے اور کفِ افسوس ملتے رہے اور آپ نے بڑھ کر ظلم کی کلائی مروڑ دی ــــ بڑھاپا اصلاحِ احوال کے لیے محض سوچتا رہ جاتا ہے اور جوانی کچھ کر گزرتی ہے ــــ آپ نے بہت اچھا کیا ہے مس طاہرہ! اس جرأت اور ہمت پر میں آپ کو مبارک باد دیتی ہوں۔"

"اپنے ناموس کی حفاظت کرنا میرا فرض تھا جناب!" طاہرہ نے کہا۔

"لیکن آپ نے اپنا فرض ہی ادا نہیں کیا بلکہ ایک ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جو آوارہ اور اوباش مردوں کے منہ پر ایک زنانے کے تھپڑ کی حیثیت رکھتا ہے ــــ شاید اس لیے مینجر صاحب اس حادثے کے متعلق کچھ بتانے کی بجائے چھپانے کی زیادہ کوشش کر رہے تھے ــــ اور مجھے یقین ہے کہ اب وہ دوسروں سے منہ چھپاتے پھرا کریں گے۔

وہ یہ باتیں کر رہی تھیں کہ حمیرا خانم باجی وہاں تشریف لے آئیں۔

"ارے آپ!" ہیڈ مسٹریس نے حیرانی سے کہا۔

باجی؟ آپ یہاں!" طاہرہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی

"ہاں بھئی!" حمیرا خانم نے کہا "ہم نے سوچا کہ ہم تو بیکار لوگ ہیں اور آپ بڑے مصروف — بھلا آپ کو ہماری طرف آنے کا وقت ملے تو کیسے ملے — اس لیے ہم نے سوچا کہ چلو ہم خود ہی آپ کے درشن کر آئیں!"

"ایسا نہ کہیے باجی!" طاہرہ نے بڑی عقیدت سے حمیرا خانم کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا "میں اپنی ہزار مصروفیتوں کو چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی لیکن یہاں مجھے ایک بہت بڑے طوفان سے ٹکرانا پڑا باجی!"

"طوفان سے ٹکرانا پڑا!" حمیرا خانم نے کہا — اُن کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک پیدا ہو گئی۔

"ہاں باجی!" طاہرہ نے کہا "یہ طوفان بڑا منہ زور تھا اور میری کشتی کمزور — لیکن میں اس طوفان سے ٹکرا گئی اور —"

"اور اس منہ زور طوفان کا مُنہ پھیر دیا" ہیڈ مسٹریس نے کہا "مس طاہرہ ایسی بلند ہمت ٹیچر ہمارے لیے باعثِ فخر ہے۔"

"میں نے تو پہلے ہی دن انھیں کہہ دیا تھا" حمیرا خانم بولیں "کہ آپ بھی اپنی عظمت کا پورا شعور نہیں کر پاتی ہیں۔ آپ اگر اُن بجلیوں سے آگاہ ہو جائیں جو آپ کی ذات میں پوشیدہ ہیں — اُن شراروں سے آگاہ ہو جائیں جو آپ کی خاکستر میں خوابیدہ ہیں تو پھر آپ کو اپنی قیامت سامانیوں کا پتا چلے گا — ہاں تو

وہ طوفان کون سا تھا جس سے انھیں ٹکرانا پڑا۔"

"یہ آپ کو خود بتا دیں گی" ہیڈ مسٹریس نے کہا "تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں"

"آپ کو ان سے کوئی کام تو نہیں ہے؟" حمیرا خانم نے پوچھا

"جی نہیں۔ یہ مکمل طور پر فارغ ہیں"

"تو آئیے مس طاہرہ! اپنے ڈیرے پر چلتے ہیں۔ وہاں اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

"چلیے باجی!" طاہرہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں ہیڈ مسٹریس سے رخصت ہو کر چلی آئیں۔

حمیرا خانم کے ہاں پہنچ کر جب طاہرہ نے انھیں سارا واقعہ سنایا تو وہ خوشی اور جوش کے مارے طاہرہ سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں:

"آپ نے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ بہت بڑا کارنامہ۔ میں یہ ساری روداد خاتون میں شائع کروں گی اور اس پر ایک نظم بھی لکھوں گی۔ بلکہ ابھی لکھتی ہوں۔"

یہ کہہ کر انھوں نے چند لمحے تک کچھ سوچا۔ پھر کہنے لگیں:

"لیجیے! دو شعر تو ابھی حاضر ہیں ؎

سلیقہ تجھ کو آتا ہے حیا کی پاسداری کا رہے یہ وصف تیرا ! آبرو پر جان دساری کا

ترے قدموں تلے پامال ہے مردوں کی مکاری

ترے ہاتھوں ہوئی خوار و زبوں مردوں کی عیاری

"بہت خوب باجی ! بہت خوب !" طاہرہ نے داد دیتے ہوئے کہا۔

"میں یہ نظم مکمل کروں گی ــــــ جلد ہی مکمل کروں گی" حمیرا خانم نے کہا۔ بلکہ ایک نظم شکیل بھائی سے بھی لکھواؤں گی ــــــ اس میدان میں اُن کی طبیعت بھی خوب لڑتی ہے ــ !"

"شکیل صاحب !" طاہرہ نے حیرت سے کہا" نہیں باجی! اُن سے آپ کچھ نہ لکھوائیے......"

"کیوں ؟" حمیرا خانم نے پوچھا

"مجھے یہ پسند نہیں ہے" طاہرہ نے جواب دیا" کہ شکیل صاحب میرے بارے میں کوئی نظم لکھیں یا میری ذات کو موضوعِ سخن بنائیں۔ اُن کی شاعرانہ صلاحیتوں کا نمونہ تو شوکت میاں کو پڑھانا شروع کرنے کے تیسرے ہی دن میرے سامنے آگیا تھا جب انھوں نے ایک نظم" شوکت میاں کی باجی" کے عنوان سے لکھ کر شوکت میاں کی وساطت سے مجھ تک پہنچائی تھی......"

"وہ نظم کہاں ہے ؟" حمیرا خانم نے پوچھا۔

"وہ نظم !" طاہرہ نے کہا" وہ تو میں نے اُسی وقت پھاڑ کر

ردی کی ٹوکری میں پھینک دی تھی۔ آپ جانیں باجی! میں وہاں صرف شوکت میاں کو پڑھانے جاتی ہوں۔ شکیل صاحب اور میرے درمیان ایک خاص فاصلہ حائل ہے۔ میں یہ فاصلہ قائم رکھنا چاہتی ہوں اور نہیں چاہتی کہ شکیل صاحب یا کوئی اور صاحب اس فاصلے کو کم کرنے کی کوشش کریں۔"

"معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شکیل بھائی کو سمجھنے کی بالکل کوشش نہیں کی۔" حمیرا خانم نے کہا، "کئی سال پہلے جب کہ ابا جان مرحوم ابھی زندہ تھے اور میرا رسالہ "خاتون" ابھی گھٹنوں چل رہا تھا، شکیل بھائی پہلے اس رسالے کے ایک خریدار کی حیثیت سے اور پھر قلمی معاون کی حیثیت سے مجھ سے متعارف ہو گئے۔ اُس وقت تک مجھے یہ بالکل معلوم نہیں تھا کہ وہ میرے عزیز ہیں ـــــ لیکن اُس وقت بھی میں اُن کے خلوص کی معترف تھی۔ پھر جب ابا جان نے سفرِ آخرت اختیار کیا تو شکیل بھائی نے میرے دلی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک انتہائی رقت انگیز نظم لکھی۔ یہ نظم ابا جان کے جہلم کے موقع پر پڑھی گئی تو کوئی آنکھ ایسی نہ تھی، جو اشکبار نہ ہوئی ہو۔ پھر جب یہی نظم خاتون میں شائع ہوئی تو اسے پڑھ کر کوئی بھی اپنے آنسو ضبط نہ کر سکا۔ بس وہ نظم آپ کو دکھانی ہوں۔"

یہ کہہ کر حمیرا خانم اٹھیں اور رسالہ خاتون کا ایک پرانا فائل

نکال لائیں۔ اُس کی ورق گردانی کرتے ہوئے حمیرا خانم نے ایک صفحہ نکال کر طاہرہ کے سامنے رکھ دیا۔ طاہرہ نے دیکھا وہاں شکیل کی نظم درج تھی ـــــ نظم کا عنوان تھا ـــــ ابا جان مرحوم کے نام ـــــ عنوان کے نیچے یہ تعارفی عبارت تحریر تھی۔

"شکیل صاحب کو کسی کے مجروح جذبات و احساسات کی ترجمانی کرنے میں مہارت تامہ حاصل ہے۔ آپ نے ذیل کی نظم میں راقمہ کے دردناک حالات و احساسات کی صحیح عکاسی و ترجمانی فرمائی ہے۔ میں اُن کی اِس کاوش کے لیے صمیم قلب سے سپاس گزار ہوں ـــــ

حمیرا خانم"

ان تعارفی سطور کے بعد ذیل کے اشعار درج تھے ؎

مری مجبوریوں پہ رحم تو کھایا ہوتا
کوئی دن اور مرا درد بٹایا ہوتا

مری بربادیوں کا حال سنایا ہوتا
عرش کا پایہ ذرا جا کے ہلایا ہوتا

زیست پر لاکھ مری رہتے غموں کے سائے
غم نہ تھا سر پر مرے جو ترا سایا ہوتا

ہائے طے ہوں گی کٹھن زیست کی راہیں کیسے!
جانے والے ذرا اتنا تو بتایا ہوتا

تلخیٔ گردشِ ایام نہ جینے دے گی

مجھ کو بھی کاش کہ پاس اپنے بلایا ہوتا

چھوڑ کر ایسے تو چپ چاپ نہ چل دینا تھا

مرے خوابیدہ نصیبوں کو جگایا ہوتا

سینکڑوں سنگِ گراں ہیں مرا رستہ روکے

کوئی پتھر مرے رستے سے ہٹایا ہوتا

عین منجدھار میں یوں ساتھ نہ چھوڑا ہوتا

مری کشتی کو ذرا پار لگایا ہوتا

زیست کو درد کا عنوان بنانے والے!

دردمندوں کی کھوٹی قسمت کو مٹایا ہوتا

اک تری ذات سہارا تھی شکستہ دل کا

یہ سہارا تو نہ اسے کاش ہٹایا ہوتا

ترے دامن سے تھیں وابستہ بہاریں میری

یوں مرے ہاتھ سے دامن نہ چھڑایا ہوتا

تری شفقت بھری آغوش تھی راحت دل کی

اب کہاں جاؤں! ذرا یہ تو بتایا ہوتا

دل کی پامال اُمنگیں یہ صدا دیتی ہیں

ہم کو جو قول دیا تھا، وہ نبھایا ہوتا

نظم

مجھے آلام کی تصویر بنانے والے
کچھ مجھے ان کا مداوا بھی بتایا ہوتا

جس نے بخشی غمِ دُنیا سے رہائی تجھ کو
مرے ہونٹوں سے بھی وہ جام لگایا ہوتا

آج چھایا ہُوا دل پر ہے اندھیرا غم کا
اس اندھیرے میں کوئی دیپ جلایا ہوتا

شدتِ غم سے جگر خون ہُوا جاتا ہے
کاش یہ دن ہی نہ قسمت نے دکھایا ہوتا

ڈھونڈتی ہیں تجھے ویران نگاہیں ہر سُو
اس قدر تو نہ نگاہوں میں سمایا ہوتا

ساتھ تیرے ہوئے رُخصت مرے ارمان سبھی
کاش ارمانوں کو دل میں نہ بسایا ہوتا

چھوڑ کر مجھ کو بھٹکتے ہوئے تاریکی میں
تُو نے آگے نہ قدم اپنا بڑھایا ہوتا

یہی حسرت تھی کہ یہ زیست کا دُشوار سفر
میں نے دائم ترے سائے میں بتایا ہوتا

آخری شعر تک پہنچتے پہنچتے طاہرہ کی آنکھیں بھیگ سی گئی تھیں۔ اُس نے اپنے دوپٹے کے پلو سے اپنی آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو خشک کرتے ہوئے کہا:

"بڑی دردناک نظم ہے باجی!"

"ہاں!" حمیرا خانم نے کہا "آج اگرچہ میں اباجان کے سائے سے محرومی کے غم سے نباہ کرنا سیکھ گئی ہوں لیکن اُس وقت تو میرے دلی جذبات کم و بیش تھے جو اس نظم میں پیش کئے گئے ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ ظالم دُنیا اپنی بے رحم ٹھوکروں سے میرے وجود کی دھجیاں اُڑا کر رکھ دے گی اور اباجان کے سایۂ عاطفت سے محروم ہونے کے بعد میں ایک دن زندہ نہ رہ سکوں گی۔"

"باپ کے سائے سے محرومی بہت بڑا صدمہ ہوتا ہے باجی!" طاہرہ نے کہا "خصوصاً اُس کے لیے جس کا اپنے باپ کے سوا دُنیا میں اور کوئی نہ ہو۔"

"ہاں!" حمیرا خانم نے کہا "اس وقت تو مجھے اپنی دُنیا بالکل تاریک نظر آتی تھی —— لیکن پھر میں نے اپنے راستے میں اپنے ہی لہو کے چراغ جلا کر سفر کرنا شروع کیا —— میرا یہ سفر اب بھی جاری ہے —— آج بھی میں اپنے لہو کے چراغوں کی روشنی میں ہی آگے بڑھ رہی ہوں —— اس راستے پر مجھے جن جن مردوں سے واسطہ پڑا ہے وہ بالعموم مجھے اپنے دامِ ہمرنگِ زمیں میں اسیر کرنے کے ہی آرزومند تھے —— صرف ایک مرد ایسا تھا جو مجھے ان سب سے مختلف دکھائی دیا اور وہ شکیل بھائی ہیں —— اباجان کے بعد اگر کوئی میرے ساتھ صحیح معنوں میں خلوص اور

ہمدردی سے پیش آتا رہا ہے تو وہ صرف اور صرف شکیل بھائی ہیں — میں اُن کے اخلاص کی آج بھی معترف اور اُن کی ہمدردی کی آج بھی قدردان ہوں — اگرچہ آج میرے احساسات وہ نہیں رہے جو آبا جان کی وفات کے وقت تھے — میرے ناپختہ خیالات و جذبات میں کافی پختگی آچکی ہے — میں مشکلوں اور غموں سے نباہ کرنا اور زمانے کی ٹھوکروں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا سیکھ گئی ہوں — لیکن جب بھی ابا جان کی برسی آتی ہے، تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے تمام زخم پھر ہرے ہو گئے ہیں — میں اپنے وجود کو پھر اُس کمزور و ناتواں کشتی کی مانند سمجھنے لگتی ہوں جس کا ناخدا اُسے پُر شور اور منہ زور طوفانوں کے رحم و کرم پہ چھوڑ کر دُور — بہت دُور — چلا گیا ہو۔ میں آپ کو وہ نظم دکھاتی ہوں جو شکیل بھائی نے آبا جان مرحوم کی پہلی برسی کے موقع پہ کہی تھی۔"

یہ کہہ کر حمیرا خانم اُٹھیں اور خاتون کا ایک اور فائل نکال لائیں۔ پھر انھوں نے اس کی ورق گردانی کرتے ہوئے ایک صفحہ نکال کر طاہرہ کے سامنے رکھ دیا۔ طاہرہ نے دیکھا کہ دو تین تعریفی سطروں کے ہمراہ "تیرے بعد" کے عنوان سے شکیل صاحب کی یہ نظم درج تھی :–

اک نظر دیکھ مرا حال ہے کیا تیرے بعد

اب بھلا کون ہے غم خوار مرا تیرے بعد

آج کے دن ہی ترا سایہ اٹھا تھا سر سے

آج کا دن ہے قیامت سے سوا تیرے بعد

زیست کچھ تھی تو ترے لطف و کرم سے ہی تھی

کون میرے لیے تجھ سا ہو بھلا تیرے بعد

گئے وہ دن کہ سماں ہوتا تھا دیوالی کا

پھر نہ اس دل میں کوئی دیپ جلا تیرے بعد

کیا حقیقت ہے قیامت کی بھی اس کے آگے

مری دُنیا میں ہے جو حشر بپا تیرے بعد

زندگی یوں تو کشاکش سے نہیں تھی خالی

اب تو ہر سانس اک آزار ہوا تیرے بعد

چھن گئی دل سے مسرت تو ہنسی ہونٹوں سے

ہے مری رُوح میں وہ زہر گھلا تیرے بعد

تیرے ہوتے ہوئے آباد تھی جس کی دُنیا

آج وہ دل ہے اور اک سیلِ بلا تیرے بعد

غیر پھر غیر ہیں، اُن سے بھلا شکوہ کیسا!

اب تو بے مہر ہے اپنوں کی ادا تیرے بعد

کس قدر ہو گئے دل دردِ وفا سے خالی   کتنی بدلی ہے زمانے کی ہوا تیرے بعد
عدل کے نام پہ اب ظلم و ستم ہوتا ہے
اب وفا ہے تو باندازِ جفا تیرے بعد
خار بھی بنتے مرے دل کے لیے گل کی مانند
آج ہر پھول ہے اک خار ہوا تیرے بعد
لب رو نے ہیں جو ارماں تو امنگیں پامال
میں نے جینے کی یہ پائی ہے سزا تیرے بعد
اب دلِ سوختہ ساماں کی ہو پروا کس کو
کتنے دن اور جیا جائے گا تیرے بعد

اور طاہرہ کی آنکھیں ایک بار پھر ڈبڈبا آئیں۔ حمیرا خانم نے کہا :

"یہ نظم میرے اُن احساسات کی ترجمان ہے جو ابا جان کی رحلت کے بعد دُنیا کے سلوک سے میرے دل میں پیدا ہوئے۔ یہ نظم مجھے آج بھی پسند ہے اس لیے کہ ان احساسات میں ایک طرح کی عالمگیریت پائی جاتی ہے۔"

"آپ درست فرماتی ہیں باجی !"

"اس کے ساتھ ہی یہ شکیل بھائی کے خلوص کی منہ بولتی تصویر بھی ہے۔" حمیرا خانم نے کہا" آخر خلوص کے بغیر ایسی دردناک صدا دل سے کہاں نکل سکتی ہے — !"

طاہرہ دونوں نظموں کے درد انگیز جذبات سے کچھ ایسی متاثر ہوئی تھی کہ اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے الفاظ نہ پاتی تھی۔ حمیرا خانم نے کہا:

"شکیل بھائی نے آبا جان کی گزشتہ برسی کے موقع پر ایک نظم کہی تھی۔ وہ بھی میں آپ کو دکھاتی ہوں — یہ نظم دیکھ کر آپ خود تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گی کہ اس میں شکیل بھائی کا فن ہی نہیں، ان کا خلوص بھی انتہائی بلندیوں پر پہنچا ہوا ہے۔"

یہ کہہ کر حمیرا خانم خاتون کا ایک اور فائل اٹھا لائیں۔ اس فائل کی ورق گردانی کر کے پھر انھوں نے ایک صفحہ نکال کر طاہرہ کے سامنے رکھ دیا — اور طاہرہ نے دیکھا کہ "اک ترے جانے سے!" کے عنوان کے تحت شکیل صاحب کی نظم درج تھی۔ عنوان کے بعد یہ تعارفی سطور تحریر تھیں:

"آج آبا جان مرحوم کی تیسری برسی ہے۔ اس اندوہناک حادثہ کی یاد میں شکیل بھائی نے ذیل کی نظم لکھی ہے۔ شاعری میں مبالغہ کی چاشنی ضرور ہوتی ہے لیکن اس نظم میں جن خیالات کا اظہار ہوا ہے۔ ان میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں — وہ سراسر حقیقت پر مبنی ہیں۔ ابا جان کی وفات کے بعد راقمہ کو جن مصائب و آلام کا نشانہ بننا پڑا ہے، ان کے کما حقہٗ اظہار کے لیے تو

شاعری کی زبان بھی عاجز معلوم ہوتی ہے ___ حمیرا خانم"

ان تعارفی کلمات کے بعد یہ اشعار درج تھے ۔

"کیا خبر تھی کہ دن ایسے بھی ہیں آنے والے
اے سرِ حشر مجھے چھوڑ کے جانے والے"

کیا کہوں! سر سے اٹھا جب سے ہے سایہ تیرا
ساتھ ہیں سائے کی مانند ستانے والے

پردۂ دہر پہ اب تجھ سا کہاں ہو کوئی
کر کے احسان، نہ احسان جتانے والے

اب اجالے کی کرن کوئی کہاں سے آئے
کر کے تاریک مری زیست کو جانے والے

اب ترا غم ہے کہ سینے سے لگا رکھا ہے
مری خاطر اے غم و رنج اٹھانے والے

اک مری جان اکیلی پہ ستم ہیں لاکھوں
آہ! بے درد ہیں کتنے یہ زمانے والے

کس سے فریاد کروں! کس کا سہارا ڈھونڈوں
اب ہیں یاں کون مرا درد بٹانے والے

اب تو غم اور بھی کرتے ہیں عنایت مجھ کو
یہ بظاہر ہیں مرے غم کو مٹانے والے

ہیں کہاں آج یا رفاقت کا جو دم بھرتے تھے
کیا ہوئے تیرے سہارے جو گزر کرتے تھے

جن کے زخموں پہ سدا تُو نے لگایا مرہم
مرے زخموں پہ نمک ہیں وہ لگانے والے

جن کے ارمانوں کو پروان چڑھایا تُو نے
وہ ہیں ارماں مرے پامال کرانے والے

زندگی جن کی بنی خنداں کبھی تیرے باعث
رات دن اب ہیں وہی مجھ کو رُلانے والے

جن کی دُنیا میں اُجالا کیا دائم تُو نے
وہ ہیں دنیا مری تاریک بنانے والے

زندگی بھر جنہیں پہنچائی ہے راحت تُو نے
وہ ہیں میرے لیے غم ڈھونڈ کے لانے والے

زندگی جن کی بنائی سدا آساں تُو نے
ہیں مری زیست وہ دُشوار بنانے والے

جن کی تکلیف پہ دل تیرا تڑپ اُٹھتا تھا
مرے دُکھ پہ ہیں وہی جشن منانے والے

بس چلے اب تو گلا گھونٹ کے رکھ دیں میرا
سامنے تیرے گلے مجھ کو لگانے والے

شکوہ اپنوں کا کروں کہ کروں غیروں کا　　بڑھ گئے غیروں سے ہیں آج اپنا کمانے والے

بے وفائی ہے زمانے کا چلن ہی شاید
مری قسمت میں ہیں یہ رنج و محن ہی شاید

"بس کیجیے باجی!" طاہرہ نے اپنی نمناک آنکھوں پر دوپٹے کا پلو رکھتے ہوئے کہا "زندگی پہلے ہی دکھوں سے بھری ہوئی ہے۔ ایسی غمناک تحریریں پڑھ کر ان دکھوں کا احساس اور بھی شدت اختیار کرنے لگتا ہے۔"

"یہ میں بھی جانتی ہوں" حمیرا خانم نے کہا "آہیں بھرنا اور آنسو بہانا مجھے خود بھی پسند نہیں ہے لیکن زندگی میں بعض لمحات ایسے بھی آتے ہیں جب جی بے اختیار آنسو بہانے اور آہیں بھرنے کو چاہتا ہے ـــــ ایسے لمحات میں اس قسم کی تحریریں دل کا بوجھ ہلکا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ بنتی ہیں ـــــ دل کا غبار اگر آنکھوں کے راستے نہ نکلے تو لوگ پاگل ہو جایا کریں ـــــ آنسو بہانے کی قائل نہ ہونے کے باوجود میں آنسوؤں کو قدرت کی بہت بڑی نعمت سمجھتی ہوں۔"

"یہ تو آپ سچ فرماتی ہیں باجی! کبھی کبھی تو دو آنسو بہا لینے کے بعد انسان کو اپنا وجود پھول کی طرح ہلکا محسوس ہونے لگتا ہے۔"

"اسی لیے میں شکیل بھائی کے خلوص کی بڑی قدر کرتی ہوں" حمیرا خانم نے کہا۔ "ان کی یہ نظمیں ہمیں آپس کی قرابت داری کا علم

ہونے سے پہلے کی ہیں۔ قرابت کے سامنے آنے کے بعد تو اُن کا خلوص جیسے سہ آتشہ ہو گیا ہے۔"

"کیا شکیل صاحب کا یہ خلوص صرف نظموں کی صورت میں ہی جلوہ گر ہوتا ہے؟" طاہرہ نے پوچھا

"نہیں تو!" حمیرا خانم نے جواب دیا" وہ نظم کے علاوہ نثر بھی لکھتے ہیں۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا باجی!" طاہرہ نے کہا" میں تو یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کیا شکیل صاحب محض گفتار کے غازی ہیں یا اُنھوں نے کبھی اپنے خلوص کا ٹھوس ثبوت بھی پیش کیا ہے؟"

"میں نے اُنھیں کبھی اس کی تکلیف نہیں دی" حمیرا خانم نے کہا "میں سمجھتی ہوں کہ ایسا کرنا اُن کے خلوص کا ناجائز فائدہ اٹھانے کے مترادف ہے ــــ لیکن مجھے معلوم ہے کہ اُنھیں اپنے فرض کا احساس ہے اور اگر کبھی ایسا وقت آیا کہ اُنھیں میری خاطر بڑی سے بڑی تکلیف بھی اُٹھانی پڑی تو وہ میرے ساتھ نظریاتی ہم آہنگی نہ ہونے کے باوجود یہ تکلیف بنسی خوشی سے برداشت کرلیں گے۔"

"تو آپ کے درمیان نظریاتی اختلاف بھی ہے باجی؟" طاہرہ نے پوچھا

"ہاں" حمیرا خانم نے جواب دیا" اُنھیں میرے نظریات اور میری روش سے بالکل اتفاق نہیں ہے ــــ وہ کہا کرتے ہیں

کہ حمیرا باجی! آپ نے جو راہ اختیار کی ہے، وہ فطرت سے بغاوت کی راہ ہے اور فطرت سے بغاوت کر کے کوئی انسان فلاح نہیں پا سکتا ـــــ اُن کی اس بات کے جواب میں مَیں یہی کہا کرتی ہُوں کہ میں فطرت کے نام پر مرد کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں نہیں ڈال سکتی ـــــ کبھی کبھی بلکہ اکثر ہمارے درمیان بڑی زوردار بحثیں ہوتی ہیں۔ وہ مجھے قائل کرنے اور بقول خود" راہِ راست پر لانے" کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور میں اپنی بات منوانے کی کوشش کرتی رہتی ہُوں ـــــ لیکن اس تمام گرما گرم بحثا بحثی کے بعد اُن کا خلوص کچھ اور نکھر کر سامنے آتا ہے ـــــ اور بعض اوقات تو میں یہ محسوس کرتی ہُوں کہ اگر ہمارے درمیان اختلاف کی یہ دیوار نہ ہوتی تو ضرور کوئی دلچسپ حادثہ ہو گیا ہوتا ـــ!"

"دلچسپ حادثہ!" طاہرہ نے حیرانی اور دلچسپی سے کہا "کیسا حادثہ باجی؟"

حمیرا خانم ابھی جواب میں کچھ کہنے نہ پائی تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ایک آواز آئی۔

"باجی! کیا میں اندر آ سکتا ہُوں باجی!"

حمیرا خانم اور طاہرہ دونوں نے پہچان لیا ـــــ یہ شکیل کی آواز تھی۔ حمیرا خانم نے کہا:

"آ جائیے شکیل بھائی! یہاں آپ ہی کا ذکرِ خیر ہو رہا ہے۔"

اور شکیل نے ایک لاابالیانہ اور بے تکلفانہ انداز میں اندر آتے ہوئے کہا:

"زہے نصیب! ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے۔"

اور پھر درباری انداز میں جھک کر تسلیمات کرتے ہوئے کہنے لگا:

"آداب عرض ہے حمیرا باجی! بہت دن ہو گئے تھے ادھر آتے ہوئے۔ سوچا کہ آج اپنی باجی کی ہی زیارت کر آئیں ــــــ کیسے کیسے مزاج ہیں آپ کے!"

اور پھر جب اُسے طاہرہ کی موجودگی کا احساس ہوا۔ تو بے تکلفی ایک دم رخصت ہو گئی اور لاابالیانہ انداز کی جگہ رکھ رکھاؤ نے لے لی۔ اُس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے بڑے محتاط انداز میں کہا:

"آداب عرض ہے مس طاہرہ!"

"آداب عرض!" طاہرہ نے نہایت متانت سے شکیل کے سلام کا جواب دیا۔ "تشریف رکھیے شکیل صاحب!"

شکیل کچھ جھجکتے ــــ کچھ ہچکچاتے ــــ ایک کرسی کھینچ کر اُن کے قریب بیٹھ گیا۔

"شکیل بھائی! کوئی تازہ نظم کہی آپ نے؟" حمیرا خانم نے پوچھا

"جی نہیں" شکیل نے جواب دیا

"ارادہ ہے!" حمیرا خانم نے کہا۔

"نہیں باجی! ارادہ بھی کوئی نہیں ہے" شکیل نے کہا "بلکہ میں تو سوچتا ہوں کہ اس شغل سے توبہ ہی کر لی جائے"

"کیوں خیر تو ہے شکیل بھائی!" حمیرا خانم نے حیرانی سے کہا۔

"اب کیا کہوں باجی!" شکیل نے کہا "وہ شعر تو آپ نے سنا ہوگا

ہم دُعا لکھتے رہے اور وہ دَغا پڑھتے رہے
ایک نقطے نے ہمیں محرم سے مُجرم کر دیا

"ایک چھوٹی سی نظم لکھی تھی — اس میں ایک نقطہ زائد پڑ گیا اور ہم محرم سے مجرم بن گئے — اب تو شعر کہنے کا حوصلہ بھی نہیں ہوتا —!"

"وہ نظم کہاں ہے شکیل بھائی!" حمیرا خانم نے پوچھا

"میرے پاس ہی ہے باجی" شکیل نے جواب دیا

"ہمیں دکھائیے" حمیرا خانم بولیں۔

شکیل نے ایک دزدیدہ نگاہ طاہرہ کی طرف ڈالی اور پھر ڈرتے ڈرتے — اور قدرے ہچکچاتے ہوئے جیب سے ایک تہ شدہ کاغذ نکال کر حمیرا خانم کی طرف بڑھا دیا۔

"لیجیے باجی!

حمیرا خانم نے وہ کاغذ شکیل کے ہاتھ سے لے لیا اور اسے کھول کر پڑھنے لگیں۔

"ارے! شوکت میاں کی باجی! یہ تو وہی نظم معلوم ہوتی ہے جس کا آپ ذکر کر رہی تھیں طاہرہ! یہ دیکھیے!"

اور حمیرا خانم نے وہ کاغذ طاہرہ کی طرف بڑھا دیا ——

طاہرہ نے وہ کاغذ حمیرا خانم کے ہاتھ سے لے لیا۔ لیکن اس پر ایک نظر ڈالتے ہی اُسے یوں محسوس ہوا جیسے بجلی کا ننگا تار اس کے بدن سے چھو گیا ہے —— اس کے سارے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی —— یہ کاغذ وہی تھا جسے اس نے پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا تھا —— شکیل نے ردی کی ٹوکری سے اس کے ٹکڑے نکال کر اُنھیں پھر سے ترتیب دے کر ایک اور کاغذ پر چسپاں کر لیا تھا —— کئی انجانے اندیشوں سے طاہرہ کا دل کانپ اٹھا اور اس نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے وہ کاغذ دوبارہ حمیرا خانم کو تھماتے ہوئے آہستہ سے کہا:

"ہاں باجی! وہی ہے۔"

حمیرا خانم وہ کاغذ طاہرہ سے لے کر پھر دیکھنے لگیں —— پھر اُنھوں نے کہا:

"ایسا معلوم ہوتا ہے شکیل بھائی! کہ آپ نے یہ نظم لکھنے سے کہیں زیادہ محنت اس کاغذ کے پُرزے جوڑنے پر کی ہے۔"

"آپ درست فرماتی ہیں باجی!" شکیل نے کہا اور پھر ڈرتے ڈرتے کہنے لگا "سچ پوچھیے باجی! تو یہ ٹکڑے جوڑتے وقت مجھے

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ کاغذ کے نہیں، میرے اپنے دل کے ٹکڑے ہیں۔"

"سنا آپ نے شکیل بھائی کیا کہ۔ یہ ہیں طاہرہ!" حمیرا خانم نے طاہرہ کے کندھے کو ذرا سا ہلاتے ہوئے کہا۔

"سُن رہی ہوں باجی!" طاہرہ نے جواب دیا

"ان احساسات کے ساتھ تو ایک شاندار نظم یا غزل کہی جاسکتی تھی شکیل بھائی!" حمیرا خانم نے کہا "مثلاً وہ ایک شاعر نے کہا ہے کہ

بُتِ کافر نے کر ڈالے مری تحریر کے ٹکڑے!"

"یہی مصرع میرے ذہن میں بھی آیا تھا باجی!" شکیل نے کہا "لیکن میں یہ سوچ کر چُپکا ہو رہا کہ اب کوئی اور جسارت کی تو بُتِ کافر کہیں میرے ہی ٹکڑے نہ کر ڈالے۔!"

طاہرہ جیسے تڑپ کر اُٹھ کھڑی ہوئی ۔۔۔ شکیل اور حمیرا خانم نے بیک وقت چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔

"میں اب اجازت چاہتی ہوں باجی! خدا حافظ!"

اور پیشتر اس کے کہ حمیرا خانم اور شکیل اُسے روکنے یا کچھ کہنے کی کوشش کرتے، وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی اور باہر نکل گئی ۔!

باب ۹

طاہرہ گھر پہنچی تو روزی اس کا انتظار کر رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ نرس شنلا بھی تھی جسے طاہرہ نے ہسپتال میں دیکھا تھا۔ روزی نے کہا:

"طاہرہ باجی! ہمارے آغا صاحب اپنے ایک دوست کی عیادت کے لیے ہسپتال گئے تھے۔ میں بھی ساتھ چلی گئی کہ چلو اس بہانے شنلا سے ملاقات ہو جائے گی۔ یہ ہماری عزیزہ ہیں ــــ پہلے یہیں ہوا کرتی تھیں۔ پھر ان کا ٹرانسفر باہر ہو گیا ــــ اب حال ہی میں پھر یہاں آئی ہیں ــــ اور یہ ہیں مس طاہرہ شنلا! جن کا ذکر میں نے تم سے کیا تھا۔!"

طاہرہ اور شنلا دونوں نے ہاتھ ملایا۔! ہاتھ ملاتے ہوئے مس شنلا نے طاہرہ کے چہرے کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کو تو میں نے دوپہر کے وقت ہسپتال میں دیکھا تھا ــــ آپ کچھ اور خواتین کے ساتھ جعفری صاحب کی عیادت کے لیے آئی تھیں......."

"کون جعفری صاحب!" روزی نے پوچھا

"سید اشتیاق حسین جعفری" مس شملا نے کہا "ہاں ان کی عیادت کے لیے تمہارے آغا صاحب تشریف لائے تھے۔"

"اچھا!" طاہرہ نے جیسے سب کچھ سمجھتے ہوئے کہا "تو جعفری صاحب تمہارے آغا صاحب کے دوست ہیں!"

"آپ اُن کی عیادت کے لیے کیوں گئی تھیں؟" روزی نے طاہرہ سے دریافت کیا۔

"بات یہ ہے روزی!" طاہرہ نے کہا "تمہارے آغا صاحب کے دوست یعنی کہ جعفری صاحب ہمارے سکول کے مینجر ہیں۔ ہمارے سکول کا تمام سٹاف اُن کی خبر گیری کے لیے گیا تھا۔"

"اُن کا حادثہ بڑا عجیب حادثہ ہے مس طاہرہ!" مس شملا نے کہا۔

"یہ خیال تو آپ نے اُس وقت بھی ظاہر کیا تھا" طاہرہ بولی۔

"جی ہاں" مس شملا نے کہا "اور یہ خیال اب تک میرے دماغ میں گردش کر رہا ہے۔ کیا آپ کو اس حادثے کے متعلق کچھ علم ہے؟"

"بہت کچھ علم ہے" طاہرہ نے کہا "بلکہ مجھ سے زیادہ شاید اس حادثے کے متعلق اور کوئی نہیں جانتا ۔۔ لیکن آپ پرانے درد کو اپنانے کے لیے یوں بے تاب کیوں ہیں؟"

"اس لیے کہ ایک نرس کی حیثیت سے پرانے درد کو اپنانا

میرا پیشہ ہے "مس شملا نے کہا۔

"میرے نزدیک ایسے بدقماش لوگ اس کے مستحق نہیں ہیں"

طاہرہ نے کہا۔ "ایسے لوگ موقع ملنے پر سب سے پہلے خود آپ کو بھی درد و کرب عنایت کرنے سے گریز نہیں کریں گے ——— ان کے ساتھ ہمدردی یہ نہیں کہ دن رات آنکھوں میں کاٹ کر ان کی تیمار داری کی جائے ——— ایسا کرنا انھیں پھر ظلم کرنے کے قابل بناتا ہے ——— جو خود ایک ظلم سے کم نہیں ——— آپ کو تو چاہیے کہ ایسے لوگوں کو زہر دے کر ایک دم ختم کر دیں تاکہ ان کے ظلم کا خاتمہ ہو جائے اور وہ بھی مزید ظلم کرنے سے بچ جائیں۔"

طاہرہ کے یہ الفاظ سن کر مس شملا نے کچھ سوچتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور پھر کہا:

"معلوم ایسا ہوتا ہے مس طاہرہ! کہ اس حادثے کا ایک کردار خود آپ بھی ہیں!"

طاہرہ مس شملا کے ان الفاظ سے چونک سی گئی لیکن خاموش رہی۔ مس شملا نے کہا:

"کیا میرا یہ خیال صحیح ہے مس طاہرہ؟"

طاہرہ نے ایک لحظہ کے لیے کچھ سوچا ——— پھر کہنے لگی:

"آپ درست نتیجے پہ پہنچی ہیں مس شملا!"

اور طاہرہ کے الفاظ پہ روزی چونک اٹھی ——— طاہرہ نے کہا:

"اس حادثے کا دوسرا کردار خود میں مجوں روزی ! مس شملا نے ٹھیک نتیجہ اخذ کیا ہے ــــ مینجر یعنی کرجعفری صاحب مجھے اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہتے تھے ــــ میں نے جو کچھ کیا، اپنے بچاؤ کے لیے کیا ــــ لیکن مس شملا! آپ کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ وہ چوٹ کسی بھاری پتھر یا لوہے کے گولے سے لگائی گئی ہے ــــ نہیں! میں نے اپنے بچاؤ کے لیے اپنے ہاتھوں سے کام لیا تھا۔ صرف ان دونوں ہاتھوں سے۔!"

"کیا واقعی!" مس شملا نے حیرانی سے کہا

"ہاں!" طاہرہ نے جواب دیا

"یقین نہیں آتا" مس شملا بولی "کہ آپ کے یہ نرم نرم ہاتھ اتنی سخت چوٹ بھی لگا سکتے ہیں۔!"

"اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کی خاطر ان ہاتھوں میں لوہے کی سی سختی آ جاتی ہے مس شملا!" طاہرہ نے کہا "اپنی آبرو کی حفاظت کے وقت میری ان انگلیوں میں فولاد کی سی سختی اور پھانسی کے پھندے کی سی قوت پیدا ہو جاتی ہے ــــ میں خدا کے فضل و کرم سے ایسے اوباش مردوں کو اُن کے اپنے ہتھیاروں سے شکست دینا جانتی ہوں۔"

"آپ بہت عظیم ہیں مس طاہرہ!" مس شملا نے طاہرہ کے دونوں ہاتھ عقیدت سے اپنے دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا "ہم تو

مردوں کی دراز دستیوں کے مقابلے میں ہتھیار اٹھانا تو ایک طرف رہا۔ بلکہ سے احتجاج کی ہمت بھی اپنے آپ میں نہیں پاتے۔"

"اور شاید اسی لیے مرد آپ جیسی کمزور عورتوں کی آبرو کو مالِ مفت کی طرح لوٹ لیتے ہیں ــــ آپ کی عصمتوں کے بے بہا گینوں کو یوں مٹی میں ملا دیتے ہیں جیسے وہ کانچ کے بے حقیقت ٹکڑے ہوں ــــ آپ کے پھولوں کو یوں شاخوں سے توڑ کر پھینک دیتے ہیں جیسے وہ سوکھے ہوئے پتے ہوں ــــ آپ خود ہی اپنی متاعِ بے بہا کو کوڑیوں کے مول لٹا دیں تو کوئی مردوں کو کیسے الزام دے سکتا ہے ــــ!"

"ہر انسان کی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں مس طاہرہ!" مس شہلا بولی۔

"جی ہاں!" طاہرہ نے کہا "آپ درست فرماتی ہیں کہ ہر انسان کی مجبوریاں ہوتی ہیں ــــ مجبوریاں میری بھی ہیں اور آپ کی بھی ــــ مس روزی کی بھی ــــ یہ مجبوریاں ہی تو ہیں جو ہمیں گھروں کی چار دیواری سے نکال کر زندگی گزارنے کیلئے بھیڑوں سے بھرے ہوئے بازار میں لے آئی ہیں ــــ زندگی نام ہی مجبوریوں کا ہے ــــ لیکن ان مجبوریوں کو اپنے پاؤں کی بیڑیاں نہیں بنانا چاہیے مس شہلا! انسان کو ایک وقار کے ساتھ ان مجبوریوں سے نباہ کرنا چاہیے ــــ سیدھی سی بات ہے کہ اگر آپ مردوں کے ہاتھوں سے اپنی عزت و آبرو نہیں

بچا سکتیں تو آپ کو کسبِ معاش کے لیے گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں آنا چاہیے ـــــ اس لیے کہ یہ دُنیا مردوں کی دُنیا ہے اور یہاں زندہ رہنے کا حق صرف اُس عورت کو ہے جو یا تو مرد بن کر رہے یا پھر مرد کی غلام بن کر ـــــ اور ہماری شان یہ نہیں ہے کہ ہم آزادیٔ نسواں کا نعرہ لگا کر مردوں کی دُنیا میں تو آئیں لیکن ان کے ہاتھوں میں بے بس کھلونے بن کر رہ جائیں ـــــ!"

"آپ کے خیالات بڑے قابلِ قدر ہیں مس طاہرہ!" مس شملا نے کہا "لیکن ہمارے اور آپ کے فرائض میں زمین آسمان کا فرق ہے ـــــ آپ کے شانوں پر قوم کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری ہے جبکہ ہمارا بنیادی فرض مریضوں کی تیمارداری کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ہم طوائفوں کی طرح مریضوں سے مسکرا مسکرا کر اور لگاؤ کے انداز میں باتیں کرتی ہیں ـــــ اُن سے جھوٹ موٹ محبت جتاتی ہیں۔ صرف اس لیے کہ وہ اپنے مرض کا غم بھول جائیں اور جلدی تندرست ہو جائیں......"

یہ کہہ کر مس شملا کچھ دیر کے لیے رُکی، پھر کہنے لگی:

"لیکن کبھی کبھی بات ذہنی تسکین سے بڑھ کر جسمانی تسکین تک بھی جا پہنچتی ہے ـــــ اور یہ صورت اکثر اوقات تیمارداری کے فرائض سے کہیں زیادہ ہماری مجبوریوں کی پیداوار ہوتی ہے ـــــ یہ مجبوریاں کبھی تو گفتنی ہوتی ہیں ـــــ اور کبھی ناگفتنی ـــــ

کبھی اس میں ہماری اس خواہش کو بھی دخل ہوتا ہے کہ شاید اس طرح ہمیں اونچے طبقے کے افراد تک رسائی حاصل ہو جائے ۔۔
شاید اس طرح ہم پر اعلیٰ سوسائٹی کے وہ دروازے بھی کھل جائیں جو صرف زر داروں کے لیے مخصوص ہیں ــــ ایک موہوم سی امید یہ بھی ہوتی ہے کہ شاید ہم انھیں ممنون کر کے کسی وقت کوئی بہت بڑا فائدہ حاصل کر سکیں ــــ کبھی کبھی تو ہمارے دل کی مراد کسی حد تک بر آتی ہے ــــ لیکن لگا ہے گا ہے ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ یہ مریض خود تندرست ہو کر ہسپتال سے چلے جاتے ہیں، لیکن اپنی بیماریاں ــــ اپنے درد ــــ ہمیں بخش جاتے ہیں ــــ ؟"

یہ کہہ کر مس شہلا کچھ دیر کے لیے رکی ــــ پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگی:

"لیکن میدان ہمیشہ انہی کے ہاتھ نہیں رہتا ــــ کبھی کبھی ہمارا بھی داؤ چل جاتا ہے ــــ اور جب ہمیں ایسا موقع ہاتھ آتا ہے، تو ہم اگلی پچھلی ساری کسر نکال لیتی ہیں۔"

"وہ کیسے؟" طاہرہ نے حیرانی سے پوچھا

"وہ ایسے!" مس شہلا نے مسکراتے ہوئے ہی کہا "کہ ہسپتال میں کبھی کبھی ایسے اونٹ بھی آ جاتے ہیں جو خود تو بے مہار ہوتے ہیں لیکن ہمیں اللہ میاں کی گائے تصور کرتے ہوئے ہمیں اپنے

نشترِ غمزے دکھانے لگتے ہیں ـــــ ایسے موقعوں پر ہم بھی ذرا بن جاتی ہیں اور اُن کی ایک ادا کا جواب سو اداؤں سے دیتی ہیں ـــــ چنانچہ جب یہ نشتر بے مہار ہسپتال سے رُخصت ہوتے ہیں تو ان کے ناک میں نکیل پڑ چکی ہوتی ہے اور اس نکیل سے بندھی ہوئی رسّی کا دوسرا سرا ہم ایسی اللہ میاں کی گائے کے ہاتھ میں ہوتا ہے ـــــ ایسے میں ہماری پوری کوشش ہوتی ہے کہ ان کے بھائی بندوں کی کرم فرمائیوں کا حساب ان سے لیا جائے ـــــ چنانچہ ہم سیر و تفریح، سینما، پکنک، شاپنگ ـــــ مختلف حیلوں بہانوں سے ان کا ساتھ دیئے جاتی ہیں ـــــ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ ان سے چمٹی رہتی ہیں ـــــ تا آنکہ انہیں اللہ میاں کی کوئی اور گائے نظر آ جاتی ہے اور ہمارے ہتھے کوئی اور اونٹ چڑھ جاتا ہے ـ !"

"کیا آپ کا ضمیر یہ سب کچھ گوارا کر لیتا ہے ؟" طاہرہ نے پوچھا

"ضمیر کے متعلق تو میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی مس طاہرہ !" مس شہلا نے اسی نیم سنجیدہ لہجے میں کہا "اپنے متعلق البتہ یہ وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ صرف یہی نہیں، اس سے بھی بڑھ کر بہت کچھ گوارا کرنا پڑتا ہے ـــــ کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس طرح ایک ساربان بیک وقت سو سو اونٹوں کا گلہ سنبھالے رکھتا ہے ـــــ اسی طرح

اللہ میاں کی ایک گائے ہیک وقت کئی اونٹوں کی تکمیل تنہا سے سکتی ہے ـــــ ویسے ایمان کی بات یہ ہے مس طاہرہ! کہ ان میں سے کئی ایک تو ایسے پیارے ہوتے ہیں کہ جی چاہتا ہے ہم دن رات ان سے پیار ہی کیے جائیں ـــــ ان میں خیر سے کئی ادیب اور شاعر بھی ہوتے ہیں ـــــ وہ ہمارے حسن کے جلووں سے اپنے قلم کی جولانیاں مستعار لیتے ہیں ـــــ ہمارا حسن و شباب ان کے اشہب تخیل کو مہمیز لگاتا ہے ـــــ ہماری جوانی کی شراب انھیں ایک نرالے نشے سے سرشار کیے رکھتی ہے ـــــ اور کئی ایک تو ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بن پیئے ہی مدہوش رہتے ہیں ـــــ ان میں سے کوئی ہمیں اپنے افسانوں کا موضوع بناتا ہے ـــــ کوئی ہمیں سامنے بٹھا کر غزل کہتا ہے ـــــ اور کوئی ہمارے سراپا کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتا ہے ـــــ ایسی ایسی نادر تشبیہیں ـــــ ایسے ایسے نازک استعارے ـــــ ایسے ایسے اچھوتے خیال ـــــ اور مبالغہ آرائی کا ایسا ایسا انداز ہوتا ہے کہ بے حیائی کے ہزار اہتمام کے باوجود ہم شرما کر رہ جاتی ہیں!"

"تمھیں ان میں سے کوئی نظم یاد تو ہوگی شملا!" روزی نے پوچھا۔

"ہاں!" مس شملا نے جواب دیا "ایک نظم یاد ہے ـــــ اور یہ نظم مجھے بہت پسند ہے!"

"اچھا!" طاہرہ نے حیرت سے کہا

"جی ہاں!" مس شہلا بولی "یہ نظم ایک اونٹ نے اس وقت کہی تھی جب مجھ ایسی اللہ میاں کی گائے ایک اور اونٹ کے ہتھے چڑھ جانے کی وجہ سے اس بچارے سے دامن کھینچ لینے پر مجبور ہوگئی۔ ہائے مجبوریاں محبت کی ــــ اور اس نظم میں گلے شکوے بھی اتنے کیے گئے ہیں کہ کبھی کبھی تو یہ سوچ کر ترس آنے لگتا ہے کہ نہ جانے یہ اونٹ بچارا اب کس حال میں ہوگا ــــ لیکن پھر اس خیال سے دل کو تسلی دے لیتی ہوں کہ اب تک تو اللہ میاں کی کسی اور گائے نے اس کے دل کے تمام زخم بھر دیئے ہوں گے ــ!"

"ذرا سناؤ تو وہ نظم!" روزی نے کہا

"ابھی سناتی ہوں" مس شہلا نے کہا "بڑی تڑپتی ہوئی بلکہ پھڑکتی ہوئی نظم ہے ــ آپ سنیں گی مس طاہرہ؟"

"سنائیے!" طاہرہ نے کہا

"لیجیے!" مس شہلا نے کہا۔ پھر مسکراتے ہوئے کھنکار کر گلا صاف کر کے کہنے لگی۔ "خیر سے اس نظم کا عنوان ہے ــ مسیحا ــ اب ملاحظہ ہو ــ"

مسیحا

ایک مدت کے گراں خواب سے جو جاگی تھی

جانِ من! وہ مری پلٹی ہوئی تقدیر ہے تو

جس کے آگے نہ چلی پیش قضا کی کوئی

نسخے رُوپ میں تقدیر کی تدبیر ہے تُو

پڑ کے بیمار جو اک خوابِ حسیں دیکھا تھا

مرے اس خواب کی انمول سی تعبیر ہے تُو

ہُوا ظلمت کدۂ دل میں اُجالا جس سے

غیرتِ ماہ! وہ قندیل، وہ تنویر ہے تُو

دل مرا جب سے پرستار ہُوا ہے تیرا

ایک اک سانس مرا نغمہ سرا ہے تیرا

یاد ہیں مجھ کو وہ لمحاتِ اذیت اب بھی

ہو کے میں زیست سے بیزار کہ جب آیا تھا

زندگی تھی مری الزام سراسر مجھ پہ!

مجھ سے ہر وقت گریزاں ہی مرا سایہ تھا

تو مرے سامنے آئی تھی مسیحا بن کر!

دل کے زخموں پہ محبت کا رکھا پھایا تھا

درد پہ میرے کچھ اس طرح تڑپ اٹھی تھی

جیسے اس درد نے خود تجھ کو بھی تڑپایا تھا

تو نے وہ جام مرے لب سے لگا ڈالا تھا

جس نے ہر درد کی تلخی کو بھلا ڈالا تھا

تری مخمور نگاہوں نے سکھایا جینا!
میں نے ہونٹوں سے ترے، زیست نئی پائی تھی

تیری بے باک اداؤں پہ میں دل ہارا تھا
تیری مستی مرے ہونٹوں میں جھلک آئی تھی

تیری آنکھیں — درِ میخانہ کھُلا ہو جیسے!
سربسر اذن — تری ٹوٹتی انگڑائی تھی

اسی میخانے میں وہ جام پلایا تُو نے!
زندگی پی کے جیسے، جھُوم کے لہرائی تھی

زیست تھی میری بہاراں ہی بہاراں تجھ سے
پھُول ہی پھُول تھے، رعنائی ہی رعنائی تھی

ساغرِ کیف عجب تُو نے پلا رکھا تھا!
دل نے ہر فکر، ہر اِک غم کو بھُلا رکھا تھا

تو نے منہ موڑ لیا مجھ سے اچانک ایسے
آج تک اس پہ پریشان ہوں، حیراں ہوں میں

تو نے یوں میری وفاؤں کو بھلا ڈالا ہے
آج اپنی ہی وفاؤں پہ پشیماں ہوں میں

چھین گئی دل سے خوشی، اور ہنسی ہونٹوں سے
آج ہوں خاک بسر، خاک بداماں ہوں میں

پھول مرجھائے ہیں سارے، مرے ارمانوں کے
ہو کے آباد جو اجڑا، وہ گلستاں ہوں میں

زخمِ دل پھر ہیں ہرے، تجھ کو صدا دیتے ہیں
اپنے بے درد مسیحا کو دعا دیتے ہیں

کیا خطا میری تھی جس کی یہ سزا ہے اے جان!
کیوں یہ دل پیار بھرا، توڑ دیا ہے تُو نے؛

جامِ شیریں جو لگایا تھا مرے ہونٹوں سے
زہرآلود اسے خود ہی کیا ہے تُو نے!

اپنے ہاتھوں سے جو پروان چڑھائے ارماں
آج کیوں ان کا گلا گھونٹ دیا ہے تُو نے!

پھول جو دل میں کھلائے تھے تمناؤں کے
بن کے گلچیں، انھیں توڑ لیا ہے تُو نے

تجھ سے فریاد ہے اے جان! بتا دے آشنا!
ظلم کیا ہے یہ کیا، کیوں یہ کیا ہے تُو نے!

کیا وفاؤں کا صلہ یوں ہی ملا کرتا ہے؟
حسن دنیا میں یہی ظلم کیا کرتا ہے؟

مری تقدیر کو گر پھر سے سلا دینا تھا
مری سوئی ہوئی تقدیر جگائی کیوں تھی!

خار بن کر جو مرے دل میں اٹک جاتا تھا

پھول بن کر مرے دامن میں سمائی کیوں تھی؟

درد بن کر مرے پہلو میں سمانا تھا اگر

کیف بن کر مری آغوش میں آئی کیوں تھی!

مجھ کو ٹھکرا کے کسی روز جو چل دینا تھا

تو نے پھر مجھ سے محبت ہی جتائی کیوں تھی!

ایک قاتل ہے اگر روپ حقیقی تیرا!

نرس بن کر تو مرے سامنے آئی کیوں تھی!

جانِ من! تجھ سے ہے فریاد! خدا را آ جا!

دے دے برباد محبت کو سہارا، آ جا!

مس شعلا یہ نظم سنا چکی تو روزی نے بے ساختہ کہا:

"خوب! خوب! بہت ہی خوب! یہ تو بڑی رومانٹک نظم ہے شعلا! آپ کا کیا خیال ہے طاہرہ؟"

"ایک اثر انگیز نظم ہے۔" طاہرہ نے کہا "شاعر نے اظہارِ جذبات میں بڑا کمال دکھایا ہے۔"

"شاعر سے بڑا کمال شعلا کا ہے جنھوں نے اتنی لمبی نظم یاد کر ڈالی۔" روزی نے کہا "اتنی لمبی نظم تمھیں کیسے یاد ہو گئی شعلا!"

"یہ نظم مجھے پسند جو ہے!" مس شعلا نے کہا "پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ نظم مجھے یہ احساس دلاتی ہے کہ دنیا میں نے بھی کسی مرد

سے انتقام لیا ہے !"

"آپ اسے انتقام — مردوں سے انتقام لینا — کہتی ہیں مس شہلا !" طاہرہ نے کہا "آپ بھول رہی ہیں کہ چھری خربوزے پر گرے یا خربوزہ چھری پر — نقصان ہمیشہ خربوزے کا ہوتا ہے — کوئی مرد آپ کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر آپ کو لوٹے یا آپ کے نام پر اپنا جسم کسی مرد کے حوالے کر دیں — انجام دونوں صورتوں کا ایک ہے — انتقام یہ نہیں ہے کہ اپنی بے آبروئی کا بدلہ لینے کے لیے آپ اپنا جسم کسی دوسرے مرد کی آغوش میں ڈال دیں اور اس سے جی بھر جانے پر اسے چھوڑ کر کسی اور کے لیے اپنی آغوش کھول دیں۔ یہ انتقام نہیں مس شہلا ! خود فریبی ہے خود فریبی !"

طاہرہ کی اس بات کے جواب میں مس شہلا کی وہ نیم سنجیدہ مسکراہٹ جو نظم کہتے وقت تھی، غائب ہو گئی — اور وہ طاہرہ کی باتوں کے جواب میں پھر اپنے آپ کو بے بس سا محسوس کرنے لگی۔ طاہرہ نے پھر کہا :

" میں پوچھتی ہوں کہ مختلف حیلوں بہانوں سے اپنی نسوانیت کی پامالی — اور بے تحاشا پامالی — پر کبھی آپ کا دل نہیں کڑھتا — کبھی آپ کا ضمیر آپ کو ملامت نہیں کرتا ؟ یا آپ بھی روزی کی طرح حالات سے سمجھوتا کر چکی ہیں !"

"ہمیں بڑی بڑی ناگواریوں اور تلخیوں سے سمجھوتا کرنا پڑتا ہے مس طاہرہ!" مس شملا نے کہا "مریضوں کی تیمار داری کو ہی لیجیے۔ ہمیں ایسے مریضوں کی تیمار داری بھی کرنی پڑتی ہے جو بقول آپ کے، آپ کے مینجر جعفری صاحب کی طرح اس بات کے مستحق ہوتے ہیں کہ انھیں زہر دے کر ایک دم ختم کر دیا جائے ـــــ لیکن ہم انھیں زہر نہیں دیتیں ـــــ دوا دیتی ہیں ـــــ ان سے زندگی چھینتی نہیں۔ انھیں زندگی بخشتی ہیں......"

"تاکہ وہ پھر آپ جیسی عورتوں کی آبرو لوٹنے کے قابل ہو جائیں" طاہرہ نے کہا

"ہاں!" مس شملا بولی "اور آپ جیسی شہ زور عورت انھیں زخمی کرکے پھر ہمارے پاس پہنچا دے۔"

"میں شہزور نہیں مس شملا!" طاہرہ نے کہا "میرا یہ ظاہری وجود آپ ہی کی طرح نحیف و ناتواں ہے ـــــ لیکن یہ اخلاق کی قوت ہے ـــــ اپنی عزت و آبرو بچانے کے عزم کی قوت ہے ـــــ ناموس کی پاسداری کا جذبہ ہے جو مجھ میں یہ حوصلہ پیدا کر دیتا ہے کہ میں مردوں کے ظلم کی اندھی بہری طاقتوں سے ٹکرا جاؤں ـــــ آپ چاہیں تو اپنے اندر بھی وہ بجلیاں پیدا کر سکتی ہیں جو ہوس کار مردوں کے وجود کو جلا کر رکھ دیں۔

"ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیجیے طاہرہ باجی!" روزی نے کہا

"ہم جس سانچے میں ڈھل چکی ہیں، اب اُسے تبدیل نہیں کیا جاسکتا زندہ رہنے کے لیے ہر انسان کو سہارے کی ضرورت ہوتی ہے — آپ کا سہارا آپ کا عزم اور حوصلہ ہے — ہمیں یہ عزم اور حوصلہ میسّر نہیں، اس لیے ہم نے اپنے وجود ہی کو اپنا سہارا بنا لیا ہے۔"

"یہ سہارا بڑا عارضی ہے روزی!" طاہرہ نے کہا "عارضی اور ناپائیدار — !"

"یہ زندگی بھی تو عارضی اور ناپائیدار ہے باجی!" روزی نے کہا۔

"تم بھولتی ہو روزی!" طاہرہ نے کہا "سہارے کے لیے ہمیشہ یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ اصل چیز سے زیادہ قوی ہو — کمزور انسان طاقتور انسان کا سہارا لیتا ہے — انگور کی کمزور بیل درخت کے طاقتور تنے کا سہارا لیتی ہے — کمزور اور ناپائدار چیز تو خود سہارے کی محتاج ہوتی ہے — وہ کسی دوسری چیز کا سہارا کیسے بن سکتی ہے — آج تمہیں اپنا وجود سب سے بڑا اور قوی ترین سہارا نظر آ رہا ہے — صرف اس لیے کہ ابھی تم جوان ہو — اور حسین ہو — ابھی تمھارے پھولوں میں رس اور خوشبو ہے — ابھی تمھارا وجود اس قابل ہے کہ مردوں کے نفسانی تقاضے پورے کر سکے — کل جب یہ پھول رس اور

خوشبو سے محروم ہو جائیں گے ـــــ کل جب یہ جوانی ڈھل جائے گی اور اس حسین چہرے کی جگہ جھرّیوں بھرا چہرہ لے لے گا ـــــ ایسا چہرہ جس کی جھرّیوں اور شکنوں کو میک اپ کی گہری تہیں بھی نہیں چھپا سکیں گی ـــــ اس وقت یہ وجود تمہیں اپنا سہارا نہیں، اپنے راستے کی سنگین دیوار نظر آئے گا ـــــ اور تم اس سنگین دیوار سے ٹکریں مارتی رہ جاؤ گی ـــــ کیا تم نے سڑکوں پر بھیک مانگتی ہوئی بھکارنیوں کو نہیں دیکھا ـــــ ان میں سے کتنی ہی ایسی ہیں کہ جب جوان تھیں تو مرد دن رات اپنی دولت ان کے قدموں پر لٹاتے تھے ـــــ اُن کے قدموں پر سجدے کرتے تھے ـــــ اُن کی ہر فرمائش کو بلا تامل پوری کرتے تھے ـــــ اور آج وہ ایک ایک پیسے کے لیے انہی مردوں کے آگے ہاتھ پھیلاتی پھرتی ہیں ـــــ وہ بھی تو اپنے حسین جسم اور اپنی جوانی کو اپنا سب سے بڑا سہارا سمجھتی تھیں ـــــ اُن سے پوچھو کہ تمہیں اپنے جس سہارے کی طاقت پر اتنا ناز تھا ـــــ وہ کیا ہوا ـــــ!"

اتنا کچھ کہنے کے بعد طاہرہ نے ایک طویل سانس لیا اور روزی اور مس شہلا کی طرف دیکھا۔ مس شہلا اُس کی باتوں سے بہت متاثر دکھائی دے رہی تھی ـــــ یُوں لگتا تھا جیسے وہ کچھ سوچ رہی ہے ـــــ جیسے طاہرہ کی باتوں نے اُس کے ذہن میں سوچوں اور خیالوں کے نئے دروازے کھول دیئے ہیں ـــــ تھوڑی دیر تک

کچھ سوچتے رہنے کے بعد اُس نے کہا:

"مس طاہرہ! آپ کے کردار اور آپ کی گفتار دونوں نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ کاش ہماری ملاقات کچھ عرصہ پہلے ہوئی ہوتی ۔۔۔ پھر یقیناً مجھے آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے فخر محسوس ہوتا ۔۔۔ لیکن اب تو میں اس راستے پر اتنی آگے جا چکی ہوں کہ واپس لوٹنے کا نہ کوئی سوال ہے نہ امکان ۔۔۔ پلٹ کر دیکھتی ہوں تو اپنے پیچھے سوائے گھُپ اندھیروں کے اور کچھ نظر نہیں آتا ۔۔۔ ہاں! میری ایک چھوٹی بہن ہے جو اس وقت دسویں میں پڑھ رہی ہے ۔۔۔ بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ کئی سال سے دسویں میں اڑی ہوئی ہے ۔۔۔ کیا آپ اسے سہارا دے سکیں گی؟"

"جی؟" طاہرہ نے استفہامیہ انداز میں مس شملا کی طرف دیکھا

"پہلے میرا خیال تھا کہ اُسے بھی نرسنگ کی ٹریننگ دلواؤں ۔۔۔ لیکن آپ کی باتوں سے میں خود اپنی نظروں میں گر گئی ہوں ۔۔۔ میں نہیں چاہتی کہ میری بہن بھی اسی ذلّت کا شکار ہو جائے ۔۔۔!"

"نرسنگ ذلّت نہیں ہے مس شملا!" طاہرہ نے کہا "یہ ایک مقدس پیشہ ہے ۔۔۔ تعلیم و تدریس سے کہیں زیادہ مقدس ۔۔۔ جس طرح پانچوں انگلیاں یکساں نہیں ہوتیں، اُسی طرح تمام نرسیں بھی تمھاری ہی طرح نہیں ہو سکتیں ۔۔۔ اس پیشے میں کتنی ہی ایسی ہیں جن کا دل خدا کے خوف سے ایک لمحے کے لیے بھی خالی

نہیں ہوتا ـــــ جن کی پاک دامنی پر فرشتوں کو بھی رشک آتا ہے ـــــ اسی طرح دفتروں میں کام کرنے والی تمام لڑکیاں بھی تمھاری طرح نہیں ہوسکتیں روزی! ان میں کتنی ہی ایسی ہیں جن کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت بھی کسی کو نہیں ہوتی ـــــ یہی حال ہمارے پیشے کا بھی ہے ـــــ یہاں بھی ایک نہیں کئی مریم صفت استانیاں مل جائیں گی ـــــ سچی بات تو یہ ہے مس شملا! ذلّت کہیں بھی نہیں ہے ـــــ کوئی پیشہ بذاتِ خود ذلیل نہیں ہے ـــــ ذلّت کی آگ تو انسان اپنے لیے خود فراہم کرتا ہے ـــــ معصیت کے یہ انگارے انسان خود ایک ایک کر کے اکٹھے کرتا ہے ـــــ یہ گندگی تو انسان خود اپنے دامن میں جمع کرتا ہے ـــــ ذلّت کسی پیشے کے ساتھ وابستہ نہیں اور نہ عزّت ہی کسی ایک پیشے سے خاص ہے ـــــ یہ انسان کا اپنا کردار ہے جو اس کی عزّت یا ذلّت کا باعث بنتا ہے۔"

"اسی لیے میں چاہتی ہوں کہ آپ اُسے اپنی پناہ میں لے لیں" مس شملا نے کہا "تاکہ وہ آپ کے زیرِ سایہ رہ کر ـــــ آپ کے زیرِ اثر آکر ـــــ آپ ہی کے سانچے میں ڈھل جائے۔"

طاہرہ نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگی:

"میں آپ کی بہن سے ملاقات کے بعد ہی کچھ عرض کرسکوں گی۔"

باب ۱

روزی آغا ناصر حسین کے دفتر میں داخل ہوئی تو آغا صاحب نے اُسے دیکھتے ہی کہا:

"آؤ مس روزی! بیٹھو! ایک بہت بڑی خوشخبری تمھارا انتظار کر رہی ہے۔"

"فرمائیے جناب!"

"ہم تمھیں ترقی دے کر اپنی پرائیویٹ سیکرٹری بنا رہے ہیں۔" آغا صاحب بولے

"صاحب!" روزی نے کچھ ایسے انداز میں کہا جس میں پریشانی اور فکر کی جھلک نمایاں تھی۔ آغا صاحب اس سے چونک سے گئے اور کہنے لگے:

"کیا بات ہے مس روزی! کیا یہ ترقی تمھارے لیے خوشی کا باعث نہیں ہے؟"

"خوشی کا باعث تو یقیناً ہے صاحب!" روزی نے جواب دیا" لیکن مجھے اپنی ماں کی بات یاد آ رہی ہے ـــــ وہ کہا کرتی ہے کہ بیٹی! انسان کو اتنا ہی بوجھ اٹھانا چاہیے جتنا وہ آسانی

سے اٹھا سکے ـــــ ایسا بوجھ اٹھانا عقل مندی نہیں جس سے شانے ٹوٹ جائیں ـــــ خواہ یہ بوجھ دولت کا ہی کیوں نہ ہو!"

"بے فکر رہو مس روزی!" آغا صاحب نے مُسکراتے ہوئے کہا "ہم تم پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالیں گے ـــــ صرف اتنا جتنا تم برداشت کر سکو ـــــ ہمیں اس کا طریقہ آتا ہے۔!"

روزی آغا صاحب کی یہ بات سُن کر جھینپ سی گئی اور پھر جھینپتے ہوئے کہنے لگی:

"میرا یہ مطلب نہیں تھا صاحب!"

آغا ناصر حسین ہنس دیئے۔

"تمہارا جو بھی مطلب ہو، ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں مس روزی! اور تم بھی ہمارا مطلب اچھی طرح سمجھ جایا کرو ـــــ اس طرح تم ایک اچھی پرائیویٹ سیکرٹری ثابت ہو سکو گی۔"

"میں کوشش کروں گی جناب!" روزی نے کہا "کہ اس نئی ذمہ داری کو پوری طرح نبھا سکوں۔"

"تمھیں شاید نہیں لیکن ہمیں پورا یقین ہے مس روزی!" آغا صاحب بولے "ہمیں یقین ہے کہ تم نہ صرف یہی ذمہ داری پورے طور پر ادا کر سکو گی بلکہ ہمیں ہمارے دوست نے جو چیلنج دیا ہے ـــــ اس کے سلسلے میں بھی تم ہمارا ہاتھ بٹا سکو گی ـــــ پرائیویٹ سیکرٹری کو اپنے باس کے تمام معاملات کی نہ صرف خبر ہونی چاہیے بلکہ

اُسے اپنے باس کے لیے ایک سہارا بھی بننا چاہیے ـــــ ہم جانتے ہیں کہ تم میں یہ صلاحیت بخوبی موجود ہے ۔!"

آغا صاحب کی زبان سے دوست اور چیلنج کے الفاظ سُن کر روزی چونکی تو ضرور لیکن خاموش رہی ۔ اُسے یوں محسوس ہونے لگا کہ آغا صاحب کی طرف سے پرائیویٹ سیکرٹری بنانے کی پیش کش اُس کے لیے ایک دام ہے ـــــ خوبصورت سنہری دام ۔!

روزی کو خاموش دیکھ کر آغا صاحب کہنے لگے :

" ہمارے دوست نے ایک دشوار گزار گھاٹی کو فتح کرنے کی کوشش کی تھی ـــــ اُس نے ایک درّے سے گزر کر منزل تک پہنچنا چاہا تھا ـــــ وہ ناکام رہا اور بڑی طرح ناکام رہا ـــــ وہ اس گھاٹی کو فتح نہیں کر سکا ـــــ وہ اس درّے سے گزرنا تو کیا، اس کے قریب بھی نہیں پہنچ سکا ـــــ اب وہ کہتا ہے یہ گھاٹی بہت دشوار گزار ہے ـــــ یہ درہ ناقابلِ عبور ہے ـــــ لیکن ہم نے اپنے دوست سے کہا تھا کہ انسان کے عزم کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی ـــــ اس پر ہمارے دوست نے ہمیں چیلنج دیا کہ جس گھاٹی کو میں فتح کرنے میں ناکام رہا ہوں، اُسے فتح کر دو تو مانوں ـــــ جس درّے میں سے میں نہیں گزر سکا، اس میں سے گزر کر دکھاؤ تو جانوں ـــــ جس مہم کو میں سر نہیں کر سکا، اُسے سر کر کے دکھاؤ تو تمہیں مرد گردانوں ـــــ ہم نے یہ چیلنج قبول کر لیا ہے مس روزی ! اب ہمیں

اس مہم کو سر کرنا ہے ـــــ اور اس مہم میں تم ہمارا ہاتھ بٹاؤ گی ـــــ سُنا تم نے مس روزی! اس مہم میں تم ہمارا ساتھ دو گی۔!"

آغا صاحب کی یہ باتیں سُن کر روزی نے کچھ دیر اس انداز میں سوچا جیسے ان کے الفاظ کے پسِ پردہ پنہاں معانی کا کھوج لگانے کی کوشش کر رہی ہو ـــــ اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ دشوار گزار گھاٹی اور درے سے آغا صاحب کی مُراد کسی پہاڑ کی گھاٹی یا درہ نہیں، کچھ اور ہی ہے ـــــ لیکن وہ جان بوجھ کر گھاٹی اور درّے کے بارے میں سوال کرنے کی بجائے کہنے لگی:

"صاحب! آپ کا وہ دوست کون ہے جس نے یہ چیلنج دیا ہے؟"

آغا صاحب نے حیران ہو کر روزی کی طرف دیکھا اور بولے:

"تعجب ہے کہ تم چیلنج کی بجائے چیلنج دینے والے کے بارے میں پوچھ رہی ہو ـــــ تمہیں یہ تو دریافت کرنا چاہیے تھا کہ اس مہم میں تمھارے ذمے کیا کیا فرائض عائد کیے جائیں۔"

"غرض یہ ہے جناب!" روزی نے کہا "چیلنج دینے والے کا پتا چل جائے تو چیلنج کے بارے میں سب کچھ نہیں تو بہت کچھ سامنے آجاتا ہے۔"

"بات تو تم نے ٹھیک کہی مس روزی!" آغا صاحب بولے "یہ چیلنج ہمیں ہمارے دوست سید اشتیاق حسین جعفری نے دیا ہے ـــــ

وہی جس کی عیادت کے لیے ہم ہسپتال گئے تھے ۔۔۔ تم بھی تو ساتھ ہی گئی تھیں ۔۔!"

روزی کے خوف اور پریشانی کو شاید آغا صاحب نے بھی بھانپ لیا۔ وہ بولے :

" کیا بات ہے مس روزی !"

اور روزی نے اسی خوف اور پریشانی کے عالم میں کہا :

" یہ کام شاید مجھ سے نہ ہو سکے گا صاحب !"

" کون سا کام ! کیسا کام !" آغا صاحب حیرانی سے بولے

" وہ کام جو آپ مجھ سے لینا چاہتے ہیں جناب !" روزی نے جواب دیا

" ہم نے تو ابھی تک تمہیں کسی کام کے لیے نہیں کہا مس روزی !" آغا صاحب نے کہا

" آپ نے نہیں کہا صاحب" روزی کہنے لگی " لیکن مجھے اندازہ ہو گیا ہے ۔"

" کیسا اندازہ ہو گیا ہے ؟ آغا صاحب نے پُوچھا

" یہی کہ ۔۔۔ کہ ۔۔۔ کہ ۔۔۔ جس عورت کو آپ کے دوست زیر نہیں کر سکے، اب آپ اُسے زیر کرنا چاہتے ہیں ۔"

آغا صاحب کا منہ حیرت سے کھُل گیا۔ روزی نے اپنی بات جاری رکھی ۔

"جس پھول کو آپ کے دوست نہیں توڑ سکے، اب آپ
اُسے توڑنا چاہتے ہیں۔"

آغا صاحب یوں حیرانی سے روزی کی طرف تکنے لگے، جیسے اُس نے کوئی عجیب بات ـــــ بہت ہی عجیب بات کہہ دی ہو ـــــ لیکن اس حیرانی میں روزی کی تعریف کا ایک تاثر بھی شامل تھا ـــــ تھوڑی دیر بعد انھوں نے کہا:

"تمھارا اندازہ بالکل درست ہے مس روزی! اور ہمیں خوشی ہے کہ تمھارے متعلق ہمارا اپنا اندازہ بھی درست ثابت ہوا ہے ـــــ تم یقیناً بہت کامیاب سیکرٹری ثابت ہو گی ـــــ لیکن کیا تمھیں معلوم ہے کہ اُس عورت ـــــ اُس پھول ـــــ کا کیا نام ہے؟"

روزی کے جی میں تو آئی کہ وہ کھل کر کہہ دے کہ ہاں میں جانتی ہوں صاحب! اور اچھی طرح سے جانتی ہوں ـــــ لیکن اُس نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔ آغا صاحب بولے:

"تم نہیں جانتیں ـــــ لو! ہم بتاتے ہیں۔ لیکن یہ خیال رہے! یہاں کی باتیں اگر تم نے کہیں اور جا کر دہرائیں تو اچھا نہیں ہوگا!"

"آپ اطمینان رکھیں صاحب!" روزی نے کہا "آپ کی ہونے والی پرائیویٹ سیکرٹری ایسی احمق نہیں ہے۔!"

"شاباش!" آغا صاحب خوش ہو کر بولے "ہمیں تم سے اسی بات کی توقع تھی ـــــ لیکن یہ کیا کہا تم نے! تم ہونے والی

پرائیویٹ سیکرٹری نہیں ہو بلکہ ہو چکی ہو ـــ سمجھیں!"

"جی صاحب!" روزی نے کہا

"ٹھیک!" آغا صاحب بولے "لو اب سنو اور غور سے سنو! اُس عورت ـــ اُس پھول ـــ کا نام ہے طاہرہ ـــ سُنا تم نے مس روزی! اُس کا نام ہے طاہرہ!"

آغا صاحب کی زبان سے طاہرہ کا نام سُن کر روزی نے نہ تو حیرانی ظاہر کی اور نہ وہ چونکی، بلکہ اُس نے مجسم استفہامیہ صورت بن کر کہا:

"طاہرہ ؟ کون سی طاہرہ صاحب! اس لاکھوں کے شہر میں طاہرہ نام کی ہزاروں نہیں تو سیکڑوں عورتیں ہوں گی ـــ آپ کی مراد کس طاہرہ سے ہے؟"

"ہماری دُنیا کی طاہرہ تو ایک ہی ہے مس روزی!" آغا صاحب بولے "وہی طاہرہ جو اپنے شوکت میاں کی ٹیوٹر ہے ـــ!"

"شوکت میاں کی ٹیوٹر!" روزی نے اپنے چہرے پر حیرانی کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا:

"کیوں! تمھیں حیرانی ہوئی یہ جان کر!" آغا صاحب بولے

"حیرانی کی بات ہی تو ہے صاحب!" روزی نے کہا "کون اس بات کا تصور کر سکتا تھا کہ آپ نے طاہرہ کا انتخاب اپنے بچے کے لیے نہیں، خود اپنے لیے کیا ہے ـــ!"

"ہم نے تو بہت پہلے اس کا تصور کر لیا تھا مس روزی!" آغا صاحب بولے "انٹرویو کے وقت ہی ہمیں معلوم ہو گیا تھا کہ وہ ایک غیر معمولی قسم کی عورت ہے۔ ہم نے بہت سوچ سمجھ کر اس کا انتخاب کیا تھا۔ سچ پوچھتی ہو مس روزی! تو ہمیں اپنے دوست سید اشتیاق حسین جعفری کی طاہرہ کے ہاتھوں شکست پر دل میں بڑی خوشی ہے۔ حالانکہ دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں اپنے دوست کی تذلیل پر خوش نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اس واقعہ سے ہمارے دل میں مس طاہرہ کے لیے چاہت کچھ اور بڑھ گئی ہے ___ چاہت تو پہلے دن سے ہی تھی لیکن ہم جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہتے تھے ___ اب یہ پھول ایک نایاب پھول بن کر سامنے آیا ہے تو ہمارے دل کے سارے ارمان ایک دم انگڑائی لے کر جاگ اٹھے ہیں ___ ہم جانتے ہیں کہ اس کے لیے ہمیں غیر معمولی کوشش کرنی پڑے گی لیکن بقول طاہرہ، غیر معمولی کوشش ہی سے غیر معمولی مزا بھی ملتا ہے۔!"

آغا صاحب کی باتیں سن کر روزی کے پردۂ ذہن پر ایک تصویر ابھر آئی ___ ایک ویران اور بے آباد جزیرہ ___ چاندنی رات ہے ___ اس جزیرے پر تین انسان نظر آتے ہیں ___ ایک نوجوان اور حسین عورت ___ دوسرا ایک نوجوان مرد ___ اور تیسرا ایک ادھیڑ عمر کا مرد ___ دونوں مرد اس نوجوان اور حسین عورت کی طرف دیکھ رہے ہیں ___ نوجوان مرد کی نگاہوں

میں محبت اور پاکیزگی ہے — ادھیڑ مرد کی نگاہوں میں ہوس اور شیطنت ہے — لیکن ان دونوں مردوں کی نگاہوں سے بے نیاز وہ نوجوان اور حسین عورت کسی اور ہی سمت دیکھ رہی ہے — اس کی نگاہیں دُور اُفق پر جمی ہیں — جیسے وہ اُفق کی سطح سے اُبھرنے والے سُورج کا انتظار کر رہی ہو — وہ سُورج جو اُس کے لیے ایک نئی صبح کا پیغام لے کر آئے گا۔!

پھر جیسے روزی کے ذہن میں نوجوان عورت اور دونوں مردوں کے چہروں کے نقوش واضح ہونے لگے — اُسے یوں محسوس ہُوا جیسے وہ نوجوان اور حسین عورت طاہرہ ہے — وہ نوجوان مرد شکیل ہے اور وہ ادھیڑ مرد آغا ناصر حسین ہے۔!

"تم کیا سوچ رہی ہو مس روزی؟" آغا صاحب نے اُسے خاموش دیکھ کر کہا اور تصویر کے سارے نقوش آپس میں گڈ مڈ ہو گئے — وہ تصور سے پھر حقیقت کی دُنیا میں لوٹ آئی۔ اُس نے آغا صاحب کے چند لمحے پہلے کہے ہوئے الفاظ پر غور کیا اور پھر کہا :

"صاحب! میں تو یہ عرض کروں گی کہ آپ طاہرہ کا خیال ترک کر دیں۔"

"کیوں ؟" آغا صاحب نے پُوچھا

"اس لیے کہ مردوں پر اس کی دُنیا کے دروازے بند ہیں"

روزی نے کہا" ہمیشہ کے لیے بند ہیں۔ اگر وہ جنس بازار ہوتی تو اب سے بہت پہلے بک چکی ہوتی اور آپ کے جعفری صاحب سے بھی پہلے ش......."

روزی نے اچانک اپنے آپ کو روکا ــــ ایک ایسی بات اُس کے ہونٹوں سے پھسل چکی تھی جس کا کہنا شاید آغا صاحب کے سامنے مناسب نہیں تھا ــــ وہ کہنا چاہتی تھی کہ" شکیل صاحب اُس کے پھُولوں سے اپنا دامن سجا چکے ہوتے" ــــ لیکن اُس نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لیے۔

" ہاں ہاں! کہو، رُک کیوں گئیں مس روزی!" آغا صاحب نے کہا" کیا کہنا چاہتی تھیں تم؟"

" میں یہ کہہ رہی تھی صاحب!" روزی نے کچھ سوچ کر کہا:
" یہ کہہ رہی تھی ــــ یہ کہہ رہی تھی کہ ــــ کہ ــــ آپ کے جعفری صاحب سے بھی پہلے وہ شادی کر چکی ہوتی۔"

" بالکل فضول سی بات ہے مس روزی!" آغا صاحب بولے تم کہتی ہو کہ مردوں پہ اس کی دنیا کے دروازے بند ہیں ــــ لیکن تم دیکھو گی کہ ہمارے لیے اس کی دُنیا کے دروازے وا ہو کر رہیں گے ــــ اور دیکھ لینا! یہ دروازے اس کے اپنے ہاتھوں سے وا ہوں گے ــــ ہم جس کام کا تہیہ کر لیں، اُسے کر کے چھوڑتے ہیں مس روزی! اب تم ہماری پرائیویٹ سیکرٹری ہو ــــ تمہیں اس کام میں ہماری امداد

کرنی ہو گی — جیسے ہم کہیں گے، ویسے کرنا ہو گا — اور اگر تم نے یہ بات مس طاہرہ تک پہنچائی یا کسی مرحلے پہ اس کی طرفداری کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا! تمھارے ساتھ تمھارے خاندان کا حشر بھی عبرت ناک ہو گا — !"

روزی کانپ گئی — سر سے پیر تک کانپ گئی — لیکن اُس نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ آغا صاحب بولے:

"اب جاؤ اور اپنی نئی ذمہ داریاں سنبھالنے کی تیاری کرو!"

روزی کرسی سے اُٹھی تو اس کا سارا بدن کانپ رہا تھا۔

باب ۱۱

سکول کے سٹاف روم میں طاہرہ، مس جمال اور چند دیگر استانیوں کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی ـــــ یہ اُستانیاں ایک طرف تو طاہرہ کو تین ایڈوانس ترقیاں مل جانے پر مبارک باد دے رہی تھیں۔ دوسری طرف اُس کی ہمت اور جرأت کی تعریف کر رہی تھیں ـــــ طاہرہ نے اپنی زبان سے اُنھیں تو کیا، مس جمال کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا ـــــ لیکن مینجر صاحب کی عیادت کرنے اور نرس شہلا کی باتیں سُننے کے بعد وہ سارے معاملے کی تہہ تک پہنچ گئی تھیں ـــــ اُنھیں خوشی تھی کہ مس طاہرہ نے مینجر صاحب کو وہ سبق پڑھایا ہے جو اُنھیں زندگی بھر نہیں بھُولے گا ـــــ!

اتنے میں مس زیبا سٹاف روم کے دروازے پر نمودار ہوئی۔ اُس کے ساتھ ایک اور نوجوان لڑکی بھی تھی۔ مس زیبا نے دروازے میں کھڑے کھڑے ہی بلند آواز سے کہا:

"مس طاہرہ! تمھارا ایک ملاقاتی آیا ہے۔"

اور پھر وہ ہاتھ سے طاہرہ کی طرف اشارہ کرتے ہُوئے اس نوجوان لڑکی سے کہنے لگی:

"وہ — دیکھو! وہ ہیں مس طاہرہ!"

اور اس کے بعد مس زیبا پھر باہر چلی گئی۔ نوجوان لڑکی بڑے نپے تُلے قدم اُٹھاتے ہوئے — اس انداز میں جیسے وہ بال روم کے فلور پر چل رہی ہو — طاہرہ کے قریب آکر کھڑی ہو گئی اور ہاتھ کے اشارے سے سلام کر کے کہنے لگی:

"مجھے رُوبی کہتے ہیں مس طاہرہ! مس رُوبی ناز — میں مس شملا کی چھوٹی سسٹر ہُوں۔ اُنھوں نے ہی مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے — وہ خود بھی میرے ساتھ آنا چاہتی تھی لیکن اُن کے ایک فرینڈ نے اُنھیں سینما کے لیے دعوت دے رکھی تھی — وہ اس کے ساتھ چلی گئیں — آپ مجھ سے کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

مس رُوبی — رُوبی ناز — کی زبان سے پہلے ہی سانس میں اتنی باتیں سُن کر طاہرہ نے حیرت اور دلچسپی سے اس کی طرف دیکھا — یہ وہ لڑکی تھی جسے مس شملا اس کی پناہ میں دینا چاہتی تھی — طاہرہ نے سر سے لے کر پیر تک اُس کا جائزہ لیا — اس کے کٹے ہوئے بال ہالی وڈ کی ایک نامور اداکارہ کے انداز میں بنے ہوئے تھے — قمیض بازوؤں کی قید سے آزاد تھی اور اس حد تک چُست کہ یہ فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ اُس نے قمیض کو پہن رکھا ہے یا قمیض نے اُس کو پہن رکھا ہے — بدن کا انگ انگ یُوں نمایاں تھا جیسے لباس کے جال سے باہر نکل آنے کے لیے

بے تاب ہو ۔۔۔ طاہرہ نے اُس کے چہرے کی طرف ذرا غور سے دیکھا ۔۔۔ گہرا میک اپ اور ہونٹوں پر سُرخ سُرخ لپ سٹک کی اتنی گہری تہہ یوں گمان ہو رہا تھا جیسے وہ کہیں سے خون کا گھونٹ بھر کر آ رہی ہے ۔۔۔ کراہت کا ایک جذبہ بے اختیار طاہرہ کے دل میں اُبھرا لیکن اُس نے اس جذبے کو اپنے چہرے سے ظاہر نہیں ہونے دیا۔ وہ اپنی نشست سے اُٹھی اور بولی:

"آیئے مس رُوبی!"

اور پھر وہ اُسے اپنے ساتھ لے کر لائبریری میں چلی گئی۔ لائبریری کے ایک الگ تھلگ گوشے میں وہ دونوں آمنے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ طاہرہ نے دیکھا کہ مس رُوبی کے ہاتھ میں ایک نوٹ بُک تھی۔ طاہرہ نے محض بات کا آغاز کرنے کے خیال سے کہا:

"تم کون سی جماعت میں پڑھتی ہو مس رُوبی؟"

"دسویں میں،" مس روبی نے جواب دیا۔

"تمہاری عمر تو کافی معلوم ہوتی ہے مس رُوبی!" طاہرہ نے کہا "عمر کے لحاظ سے تو تمہیں اب تک کسی کالج میں بلکہ کالج کے آخری درجے میں ہونا چاہیے تھا ۔۔۔"

"جی ہاں! اگر ڈراموں اور دوسرے سوشل فنکشنوں کی وجہ سے میرے کئی سال ضائع نہ ہو جاتے تو میں یقیناً کالج میں ہوتی۔"

"تم ڈراموں میں بھی حصہ لیتی ہو؟" طاہرہ نے حیرانی سے کہا۔

"جی ہاں! اب تک ہمارے سکول میں جتنے ڈرامے ہوئے ہیں، ان میں ہیروئن کا پارٹ میں ہی کرتی رہی ہوں۔ پچھلے سال میں نے ڈرامہ "انارکلی" میں انارکلی کا رول ادا کیا تھا جسے سب نے بہت پسند کیا تھا۔ ڈانس میں تو اب بھی سارے سکول میں میرا جواب نہیں"

"خوب!" طاہرہ نے اپنی حیرت اور ناگواری کو چھپاتے ہوئے کہا۔ "تم ڈانس کرنا بھی جانتی ہو!"

"جی ہاں" مس روبی نے جواب دیا "ہمارے سکول میں جتنے ورائٹی شو ہوتے ہیں، اُن سب میں میرا ڈانس آئیٹم سب سے زیادہ پسند کیا جاتا رہا ہے —— بلکہ اب تو دوسرے سکولوں بلکہ کالجوں کی طرف سے بھی اتنے بلاوے آتے ہیں کہ میں سب کی فرمائشیں پوری نہیں کر سکتی۔"

طاہرہ نے اپنے آپ کو ایک لمحے کے لیے بے بس سا محسوس کیا —— وہ سوچنے لگی کہ کیا کہے اور کیا نہ کہے —— اُس نے تو سوچا تھا کہ مس شملا کی بہن ایک بھولی بھالی سی لڑکی ہو گی —— لیکن مس روبی کو دیکھ کر تو اُسے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ گھاٹ گھاٹ کا پانی پیے ہوئے ہے —— پہلے کبھی بھولی بھالی رہی ہو تو اور بات ہے ورنہ اب تو بھولپن کا ہلکا سا تاثر بھی اُس کے چہرے پر نہیں تھا ——!

"یہ کس مضمون کی کاپی ہے؟" طاہرہ نے یونہی بات کی اور پھر ہاتھ بڑھا کر مس رُوبی کے ہاتھ سے وہ نوٹ بُک لے کر اُس کے ورق الٹنے لگی۔ پہلا ورق اُلٹتے ہی وہ حیرت زدہ رہ گئی — لکھا تھا:

"جب پیار کیا تو ڈرنا کیا -؟"

"جب پیار کیا تو ڈرنا کیا؟" طاہرہ نے آہستہ سے کہا "کیا یہ گیت تمہیں بہت پسند ہے مس رُوبی؟"

"جی ہاں!" مس رُوبی نے جواب دیا "بہت پسند ہے — کیا آپ کو پسند نہیں؟"

"نہیں!" طاہرہ نے کہا۔

"تو پھر آپ نے کسی سے پیار نہیں کیا ہو گا!" مس رُوبی نے کہا۔

طاہرہ یک دم چونک گئی — مس رُوبی — رُوبی ناز — ایک سکول کی دسویں جماعت کی طالبہ ایک اُستانی سے کہہ رہی تھی — "تو پھر آپ نے کسی سے پیار نہیں کیا ہو گا" — لیکن طاہرہ نے فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھالا اور مس رُوبی سے پوچھا:

"تم نے کسی سے پیار کیا ہے؟"

"ہاں!" مس روبی نے بڑے اعتماد سے اور ایک فخریہ لہجے میں کہا "میں نے کسی سے پیار کیا ہے۔"

"کون ہے وہ!" طاہرہ نے پوچھا

"ایک خوبصورت نوجوان" مس روبی نے کہا "مردانگی کی مکمل تصویر — میرے خوابوں کی تعبیر — میرے دل — میرے جسم — میری جان کا مالک —!"

اور پھر جیسے وہ اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے ایک مسحور انداز میں کہنے لگی:

"اس نے مجھ پہ ایک نئی دُنیا کے دروازے کھولے ہیں — وہ میرے لیے لازوال مسرتوں کا پیغام لے کر آیا ہے — اس کے پیار میں مجھے جینے کا مزا آیا ہے — کبھی کبھی وہ مجھے اپنی باہوں میں لے کر اتنے زور سے بھینچتا ہے کہ میری ہڈیاں بجنے لگتی ہیں — لیکن اسی حالت میں مجھے ایک ناقابلِ بیان سرور محسوس ہوتا ہے — اُن لمحات میں جب ہمارے جسم بخارے گرم سانسوں کی طرح اُلجھ رہے ہوتے ہیں — مجھے ایک ایسے کیف — ایک ایسی مستی کا احساس ہوتا ہے، جسے الفاظ کے سانچے میں نہیں ڈھالا جا سکتا — اُس نے — اُس کے پیار نے مجھے جینا اور زندگی سے صحیح معنوں میں لُطف اندوز ہونا سکھایا ہے —!

طاہرہ کے لیے مس رُوبی کے یہ الفاظ انتہائی چونکا دینے والے تھے — یہ لڑکی جوانی کی دہلیز پہ قدم رکھتے ہی اپنی نسوانیت کو اپنے جذبات پہ قربان کر چکی ہے — اس نے ایک ہی جست میں

تمام اخلاقی حدود کو توڑ دیا ہے ـــــ اس نے ایک ہی دم شرم و حیا اور اخلاق کے لبادے کو اپنی کسی پرانی اور آؤٹ آف فیشن نیپکن کی طرح اُتار کر نذرِ آتش کر دیا ہے ـــــ اور پھر اسے اپنے ان خیالات و جذبات کے اظہار میں ذرا سا بھی باک نہیں ـــــ اپنے معصیت آلود لمحات کی روداد کہتے ہوئے شرم یا ندامت کا ہلکا سا احساس بھی نہیں ـــــ ضمیر کی ہلکی سی خلش بھی نہیں ـــــ یہ سب کچھ طاہرہ کے لیے خلاف توقع تھا۔ اُس نے کہا۔

مس رُوڈی! کیا تمھیں یہ احساس نہیں کہ تمھارا یہ پیار معاشرے کی اخلاقی حدود کی خلاف ورزی ہے ـــــ کیا تم نہیں جانتیں کہ یہ گناہ ہے؟"

مس روڈی اپنے تصورات سے جیسے چونک سی گئی۔ پھر اُس نے کہا:

"اخلاقی حدود کی خلاف ورزی! گناہ! اور اس کے ساتھ ہی اُس کے چہرے پر حقارت کے جذبات اُبھر آئے" یہ میرے لیے بے معنی الفاظ ہیں مس طاہرہ! میں دُنیا سے ڈر ڈر کر ـــــ چھُپ چھُپ کر ـــــ پیار کرنے کی قائل نہیں ـــــ جب پیار کیا تو ڈرنا کیا ـــــ یہ میرے دل کی آواز ہی نہیں، میرا ایمان بھی ہے ـــــ!

"ایمان کا لفظ تمھاری زبان سے کچھ عجیب سا لگتا ہے

مس رگو بی!" طاہرہ نے کہا" ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ شادی کے بغیر مرد اور عورت میں جسمانی تعلق قائم نہیں ہونا چاہیے۔"

"معاف کیجیے مس طاہرہ!" مس رگو بی نے کہا" آپ کے یہ خیالات بالکل پرانے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ اُس وقت تک تو شاید صحیح تھا جب تک مرد نے عورت کو گھر کی چار دیواری میں قید کر رکھا تھا ـــ آج کی عورت نے اپنی غلامی کی زنجیروں کو توڑ دیا ہے ـــ اب وہ اپنی مرضی کی آپ مالک ہے۔ وہ جہاں چاہے آ جا سکتی ہے ـــ جس کے ساتھ چاہے آ جا سکتی ہے ـــ وہ جیسے چاہے زندگی بسر کر سکتی ہے اور جس کے ساتھ چاہے بسر کر سکتی ہے ـــ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ مذہب یا معاشرے کے نام پر اُسے ملامت کرے ـــ!"

"مس رگو بی!" طاہرہ نے کہا" تم ابھی صرف دسویں جماعت کی طالبہ ہو ـــ تم نے ابھی دُنیا نہیں دیکھی۔ تم اپنے محدود خیالات و جذبات کو ہی دُنیا تصور کیے ہوئے ہو ـــ تمہارے نزدیک آزادی کا مفہوم یہ ہے کہ بلا روک ٹوک اپنے جذبات کو تسکین دو ـــ شاید تمہیں یہ معلوم نہیں کہ آزادی اپنے ساتھ کچھ پابندیاں بھی لاتی ہے ـــ اپنی خواہشات و جذبات کو بے لگام چھوڑ دینے کا نام آزادی نہیں ہے ـــ ہر اخلاق یا پابندی، ہر معاشرتی بندش سے آزادی کا یہ راستہ محفوظ

راستہ نہیں ہے مس رگو بی! اس میں قدم قدم پر ہزاروں خطرات ہیں۔ کیا تمہیں ان خطرات کا احساس نہیں!"

"آپ بھی کیا بات کرتی ہیں مس طاہرہ!" مس رگو بی نے جیسے مسکراتے ہوئے کہا "آپ مجھے جن خطرات کا احساس دلا کر مجھے اپنے پیار سے برگشتہ کرنا چاہتی ہیں — میں تو انہیں سرے سے خطرات ہی تسلیم نہیں کرتی۔ اور اگر تھوڑی دیر کے لیے ان خطرات کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو میں یہ عرض کروں گی کہ ان میں سے ایک بھی خطرہ ایسا نہیں جسے ہر مرحلے پہ دور کرنے کی تدبیر ہمیں معلوم نہ ہو — پس آپ کے نقطہ نظر سے بھی ان خطرات سے محفوظ رہنے کا مکمل سامان ہمارے پاس موجود ہے — تو جب اپنے جذبات کی تسکین کا ایک محفوظ طریقہ سامنے موجود ہو تو اپنے جوان جذبات کی آگ میں جلتے رہنا کہاں کی عقل مندی ہے!"

"مس رگو بی!" طاہرہ نے کہا "تمہارے جوان جذبات نے تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے — تم اُس راستے پر بگٹٹ بھاگی جا رہی ہو جو تباہی کے عمیق غار میں جا کر ختم ہوتا ہے — تمہارا پیار تمہارے لیے آسودگی نہیں، بربادی کا پیغام لے کر آئے گا — تم اپنے دامن میں پھول نہیں، انگارے بھر رہی ہو مس رگو بی!"

"معاف کیجیے مس طاہرہ!" مس رُوبی نے کہا "میں کوئی دُودھ پیتی بچی نہیں ہوں کہ اپنے نفع نقصان کو نہ سمجھ سکوں ـــــ مجھے پھُول اور انگارے کا فرق معلوم ہے ـــــ!"

طاہرہ لاجواب سی ہو گئی ـــــ اتنی بے باکی ـــــ اتنی بے حجابی ـــــ اور معصیت کے راستے پر اتنی جرأت وجسارت ـــــ گناہوں کی راہ میں اتنی دلیری ـــــ اور اس لڑکی کی طرف سے جو ابھی صرف دسویں جماعت کی طالبہ ہے ـــــ یہ سب کچھ اُس کے گمان و تصوّر سے بہت بالا تھا ـــــ وہ سوچنے لگی کہ شاید اس کے جذبات کی آگ تیز ہے ـــــ بہت ہی تیز ـــــ شاید مس زیبا جیسی کسی بیمار فطرت عورت نے اس لڑکی کو جذباتی آوارگی کی راہ پر ڈال کر اس آگ کو اور بھڑکا دیا ہے ـــــ کہ جذبات کی اس آگ کو فرو کرنے کی ہر کوشش کے ساتھ یہ آگ پہلے سے کئی گنا تیزی سے بھڑک اٹھتی ہے ـــــ کون جانے مس شنلا کو کبھی یہ گمان ہُوا بھی ہے کہ نہیں کہ اس کی بہن ـــــ جس کے متعلق وہ نہ جانے کیسے کیسے خوش آئند منصوبے بناتی رہتی ہے ـــــ خود کیا سوچتی ہے ـــــ کیا کرنا چاہتی ہے اور کیا کر رہی ہے ـــــ!

طاہرہ نے کہا:

"مس رُوبی! کیا مس شنلا کو معلوم ہے کہ تم کسی سے پیار کرتی ہو؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی مس طاہرہ!" مس رُوبی نے جواب دیا۔ "لیکن میرے نزدیک اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کسی سے پیار کرنے کا حق جس طرح آپ کی شہلا کو ہے، اسی طرح مجھے بھی یہ حق پہنچتا ہے ——— یا کیا آپ سمجھتی ہیں کہ زندگی سے لُطف اُٹھانے کا حق صرف شہلا کو ہے، مجھے نہیں! کیا میرے سینے میں دل نہیں! کیا میرے دل میں جذبات نہیں! کیا جب آپ کی شہلا اپنے کسی فرینڈ کے ساتھ گھومنے پھرنے اور سینما دیکھنے جاتی ہیں ——— تو میرے دل پر اس کا ردعمل نہیں ہوتا! کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اپنے اِرد گرد پیار کے ہنگامے دیکھ کر میرا دل متاثر نہیں ہوتا ——— میں جو سکول کے ڈراموں میں ہیروئن بنتی ہوں ——— کیا میرے دل میں یہ تمنا پیدا نہیں ہوسکتی کہ میں حقیقی زندگی میں بھی کسی کی ہیروئن بنوں ——— کیا میرے ارمانوں کو آسودگی کا حق حاصل نہیں ہے ——— !"

طاہرہ مس رُوبی کی اس بات کے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے اُٹھ کھڑی ہوئی ——— مس رُوبی کی نوٹ بُک ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی ——— اور وہ ورق اس کے سامنے کُھلا ہُوا تھا جس پر "جب پیار کیا تو ڈرنا کیا" لکھا ہُوا تھا۔ نوٹ بُک بند کر کے اُس نے مس رُوبی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

"آؤ اب چلیں! میرا پیریڈ شروع ہونے والا ہے!"

مس رُوبی اُٹھ کھڑی ہوئی اور نوٹ بُک طاہرہ کے ہاتھ سے

پلٹتے ہوئے بولی :

"آپ مجھ سے کیا کہنا چاہتی تھی مس طاہرہ !"

" کچھ نہیں! کوئی خاص بات نہیں تھی!" طاہرہ نے کہا

" تو پھر مجھے یہاں کس لیے بھیجا تھا آپ نے ؟" مس رُوبی نے پُوچھا۔

" صرف اس لیے" طاہرہ نے جواب دیا" کہ وہ مجھے تم سے متعارف کرانا چاہتی تھیں۔"

مس رُوبی کو رخصت کر دینے کے بعد طاہرہ بڑی دیر تک اُس کے متعلق سوچتی رہی —— وہ جتنا زیادہ سوچتی —— اتنا ہی زیادہ حیران ہوتی —— محض دسویں جماعت کی طالبہ اور اپنی گناہ آلود اور معصیت سے لبریز زندگی پر اتنی بے باکی اور جسارت کا اظہار —— اتنی بے باکی و جسارت کا اظہار تو کبھی مس زیبا نے بھی نہیں کیا تھا —— مس زیبا تو اس کے مقابلے میں ہیچ نظر آتی ہے —— بالکل طفلِ مکتب —— حالانکہ وہ خود ابھی طفلِ مکتب ہے —!

اور اسی شام مس شہلا طاہرہ کے ہاں آئی —— اپنے فرینڈ کے ساتھ سینما دیکھ کر گھر واپس جاتے ہوئے۔ اُس نے کہا:

"میں نے رُوبی کو آپ کے پاس بھیجا تھا مس طاہرہ !"

" وہ مجھ سے سکول میں مل چکی ہے مس شہلا!" طاہرہ نے کہا " اُس نے مجھے بتایا تھا کہ آپ اپنے ایک فرینڈ کے ساتھ سینما دیکھنے

گئی ہیں۔"

"ہاں! میں وہیں سے آ رہی ہوں" مس شہلا نے جواب دیا۔

"کون تھا وہ فرینڈ؟" طاہرہ نے سوال کیا۔

"ہمارے وارڈ کا نیا انچارج" مس شہلا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا!" طاہرہ جیسے سب کچھ سمجھ کر مسکرا دی —— پھر مسکراتے ہوئے ہی پوچھا" یہ خالص سینما کی دعوت تھی یا......"

"سینما کی دعوت میں سب کچھ آجاتا ہے!" مس شہلا نے لوٹکتے ہوئے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال تھا!" طاہرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور رُدولی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" مس شہلا نے پوچھا۔

طاہرہ کے چہرے سے مسکراہٹ یک دم غائب ہوگئی —— اس کی جگہ ایک حیرت ناک سنجیدگی نے لے لی اور اس نے کہا:

"مس شہلا! آپ کو بڑی دیر بعد اپنی بہن کا خیال آیا ہے۔"

طاہرہ کے لہجے نے مس شہلا کو چونکا دیا۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

"کیوں! کیا بات ہوئی مس طاہرہ؟"

"وہ اُن تمام مرحلوں سے کبھی کی گزر چکی ہے جن سے آپ اُسے بچانا چاہتی تھیں مس شہلا!"

"کیا واقعی؟" مس شہلا نے حیرانی سے کہا

"تو کیا آپ کو اپنی بہن کے متعلق اتنا بھی معلوم نہیں!" طاہرہ نے کہا" جبکہ میرے سامنے اُس نے پوری بے باکی سے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا ـــــ وہ ذرا بھی تو نہیں جھجکی مس شہلا! اُس کی جرأت اور بے باکی پر مجھے خود حیرت تھی ـــــ میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ دسویں جماعت کی طالبہ ایک ہی جست میں اتنی دُور بھی جا سکتی ہے ـــــ ایک ہی زقند میں تمام اخلاقی حدود کو بھی پھاند سکتی ہے ـــــ مس شہلا! اُس کی زبان پر ایک ہی نعرہ ہے ـــــ جب پیار کیا تو ڈرنا کیا!"

مس شہلا نے حیرانی سے طاہرہ کی طرف دیکھا ـ جیسے اُسے اس کی باتوں پر یقین نہ آ رہا ہو ـ طاہرہ نے کہا ـ

"مس شہلا! آپ کی بے خبری خود میرے لیے باعثِ تعجب ہے!"

"مجھے اپنے ہی جھمیلوں سے فرصت کہاں ملتی ہے مس طاہرہ!" مس شہلا نے کہا" اور پھر میں تو ایک لمبے وقفے کے بعد حال ہی میں یہاں آئی ہوں!"

"مس شہلا!" طاہرہ نے کہا" جن راہوں پہ آپ چل رہی ہیں ـــــ یا چلنے پر مجبور ہیں ـــــ اُنھی راہوں کو آپ کی بہن نے اپنی خوشی سے اختیار کر لیا ہے ـــــ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے مس شہلا! گھر کا ایک فرد جب معصیت کا راستہ اختیار کر لے

تو وہ دوسروں کو اپنے پیچھے آنے سے نہیں روک سکتا۔ جب ایک گھر میں حرام کی کمائی داخل ہونا شروع ہو جائے تو یہ حرام گھر کے ہر فرد کے رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے ۔۔۔ اور مس شملا! حرام کمائی ۔۔۔ حرام راستے کی طرف ہی رہنمائی کرتی ہے ۔۔۔ حرام کاری کے راستے کی طرف ۔۔۔!"

مس شملا نے بے بسی سے طاہرہ کی طرف دیکھا اور کہا:

"تو کیا آپ اس کے لیے مجھے ہی قصوروار سمجھتی ہیں؟"

"ہاں!" طاہرہ نے جواب دیا "آپ نے اپنے خاندان کو اپنی پناہ میں لے رکھا ہے ۔۔۔ کیا آپ کا سایہ دوسروں پر نہیں پڑے گا۔!"

"میں مجبور ہوں مس طاہرہ!" مس شملا نے کہا "میری ملازمت کی مجبوریوں کا علم مجھے بھی ہے اور خود آپ کو بھی ۔۔۔!"

"نہیں مس شملا!" طاہرہ نے کہا "آپ اپنی کم ہمتی کو مجبوری کا نام نہ دیجیے۔ اگر آپ اس راستے پر چلنے پر مجبور ہیں تو آپ کی بہن بھی اس راستے پر چلنے کے لیے خود کو مجبور پاتی ہے ۔۔۔ آپ اپنی ملازمت کے ہاتھوں مجبور ہیں اور وہ اپنے جذبات کے ہاتھوں ۔۔۔ پہلے شاید کچھ ہو سکتا لیکن اب تو جیسے آپ واپس لوٹنے میں دشواری محسوس کرتی ہیں ۔۔۔ اسی طرح وہ بھی اتنی دور جا چکی ہے جہاں سے واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔۔۔!"

"اُف! میں کیا کروں!" مس شملا نے اپنا سر تھام لیا "میں نے

کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا ـــــ میں اُسے کیا بنانا چاہتی تھی اور وہ کیا بن گئی ہے ـــ!"

"آپ اُسے نرس بنانا چاہتی تھیں مس شملا!" طاہرہ نے کہا "لیکن وہ شاید نرس نہ بن سکے۔ وہ ناچ سکتی ہے ـــ گا سکتی ہے ـــ اپنے سکول کے ڈراموں میں ہیروئن کا پارٹ کرتی ہے ـــ اور اپنی معصیت آلود زندگی پر فخر کر کے بڑی بے باکی سے قہقہے لگا سکتی ہے ـــ یہ خصوصیات ایک نرس کی خصوصیات نہیں ہیں مس شملا! ایک اداکارہ کی خصوصیات ہیں ـــ صرف یہی نہیں، اُس میں ایک اداکارہ کی الف تا بے تمام خصوصیات موجود ہیں ـــ اُسے سکول سے ہٹا کر فلم لائن میں ڈال دیجئے تاکہ وہ آپ کے خاندان کو غربت کی آغوش سے نکال کر امارت کے درجے میں پہنچا دے ـــ آپ کو ایک بوسیدہ سے مکان سے اُٹھا کر ایک عالیشان بنگلے کا مکین بنا دے ـــ!"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں مس طاہرہ!" مس شملا نے کہا "میرا اس طرح مذاق نہ اُڑائیے ـــ!"

"میں آپ کا مذاق نہیں اُڑا رہی مس شملا!" طاہرہ نے کہا "آپ کو ایک ہمدردانہ مشورہ دے رہی ہوں۔ آپ نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ میں آپ کی بہن کو اپنی پناہ میں لے لوں ـــ اُسے اپنے سانچے میں ڈھالوں ـــ لیکن وہ خود اپنا سانچہ بنا چکی ہے ـــ اب وہ اُن

مرحلوں سے بہت آگے جا چکی ہے جہاں اصلاح کا کوئی امکان باقی رہ جاتا ہے — میں تو یہ کہوں گی مس شہلا! کہ وہ ترقی کر کے آپ سے بہت آگے نکل چکی ہے — آپ اُس سے عمر میں ضرور زیادہ ہیں لیکن تجربے میں نہیں —!"

"میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی مس طاہرہ!" مس شہلا نے کہا۔

"مس شہلا! آپ کتنی نادان ہیں کہ آنکھیں رکھتی ہیں اور پھر بھی دیکھ نہیں سکتیں — آپ کی بہن ڈانس کرتی ہے — ورائٹی پروگراموں میں حصہ لیتی ہے — ڈراموں میں ہیروئن بنتی ہے — سینما جاتی ہے — اور خود آپ کو دوستوں کے ساتھ سیر تفریح کرتے — اور سفر کرتے اور رنگ رلیاں مناتے دیکھتی ہے — اس ہنگامہ خیز اور آتش گیر ماحول میں آپ اس سے یہ توقع رکھتی ہیں کہ وہ اپنی آنکھیں بند کر لے۔ جب ہر طرف اس کے جذبات میں آگ لگانے کا سامان ہو تو آپ کیسے یہ توقع رکھ سکتی ہیں کہ اُس کے جذبات میں آگ نہ لگے اور وہ اُس راستے پر گامزن نہ ہو جس راستے پر آپ خود چل رہی ہیں —!"

"مس طاہرہ! خدا کے لیے کچھ کیجیے اُس کے لیے!" مس شہلا نے کہا۔

"اس کے لیے کچھ کرنا میرے بس میں نہیں ہے مس شہلا!" طاہرہ نے کہا۔ "وہ تو شاید آپ کے بس میں بھی نہیں ہے — بلکہ کسی کے

بس میں بھی نہیں ہے ــــ آپ کی بہن کی منزل فلم لائن ہے ــ اگر آپ خود اپنے ہاتھوں سے اس کے لیے نگار خانے کا دروازہ نہیں کھولیں گی تو وہ آگے بڑھ کر خود ہی اپنے ہاتھوں سے یہ دروازہ کھول لے گی ــــ اُسے فلم ایکٹریس بنا دیجیے اور پھر دونوں ہاتھوں سے دولت جمع کیجیے ــــ وہ یقیناً ایک انتہائی کامیاب اداکارہ ثابت ہو گی ــــ وہ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی معاشی حالت کو بدل کر رکھ دے گی ــــ پھر آپ کے پاس کوٹھی ہو گی ــــ شاندار کار ہو گی ــــ بینک بیلنس ہو گا ــــ پھر آپ کی بہن کی تصویر ــــ نیم عریاں تصویر ــــ ہر شہر میں ــــ شہر کے بازار میں ــــ ہر پان سگریٹ والے کی دکان پر لگی ہو گی ــــ کتنے ہی نوجوان اُس کی تصویر سینے سے لگائے ٹھنڈی آہیں بھرا کریں گے اور کتنے ہی نوجوان اُسے محبت بھرے خطوط لکھا کریں گے ــــ اور پھر مس رُوبی کے متعلق سے آپ بھی مشہور ہو جائیں گی ــــ اب تو لوگ یہ کہتے ہیں ــــ "یہ مس رُوبی ہے، نرس مس شملا کی بہن" ــــ پھر لوگ کہا کریں گے ــــ "یہ مس شملا ہے، فلم ایکٹریس کی بہن" ــــ فلم ایکٹریس بن کر مس رُوبی آپ کے نیے نوٹوں کی گڈیوں کی گڈیاں لایا کرے گی ــــ اور اگر کبھی آپ کا ضمیر ملامت کرنے کی کوشش کرے گا تو مجھے یقین ہے کہ نوٹوں کی یہ گڈیاں اُسے خاموش کر دیا کریں گی ــــ!"

"بس کیجیے مس طاہرہ! خدا کے لیے بس کیجیے!" مس شملا نے طاہرہ

کے دونوں ہاتھ تھام لیے ''میں روبی کو فلم ایکٹریس نہیں بنانا چاہتی —— میں تو اُسے نرس بھی نہیں بنانا چاہتی۔ میں تو بس اتنا چاہتی ہوں کہ وہ شریف لڑکی بن کر رہے —— اور کسی شریف آدمی کی بیوی بن کر شرافت سے زندگی گزارے —— !''

''کاش آپ کو اپنی بہن کے متعلق یہ خیال کچھ عرصہ پہلے آیا ہوتا'' طاہرہ نے کہا

''کاش! میری اور آپ کی ملاقات اب سے پہلے ہوئی ہوتی!'' مس شہلا نے کہا۔

باب ۱۴

طاہرہ شوکت، یہاں کو پڑھانے کے لیے ناصر منزل پہنچی تو وہاں اُس نے آغا صاحب کو اپنا منتظر پایا ـــــ وہ طاہرہ کو دیکھتے ہی کہنے لگے :

"مس طاہرہ ! ہم کئی دنوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آپ کچھ دیر سے یہاں آتی ہیں۔ کیا بات ہے ؟"

طاہرہ آغا صاحب کے اس غیر متوقع سوال سے گھبرا سی گئی۔ دیر تو واقعی اُسے ہو جاتی تھی ـــــ کبھی کسی بہانے ـــــ کبھی کسی بہانے ـــــ لیکن اس سے پہلے کہ وہ آغا صاحب کو کچھ جواب دیتی، آغا صاحب بولے۔

"شاید آپ بس سے یہاں آتی ہیں !"

"جی ہاں !" طاہرہ نے جلدی سے کہا ـــــ وہ کوئی معقول بہانہ بنانے کی مصیبت سے بچ گئی تھی۔

"اوہ !" آغا صاحب نے کہا "یہ بسیں تو بس ایک مصیبت ہیں مس طاہرہ ! بس کا انتظار تو جیسے قیامت کا انتظار ہے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا۔ آئندہ آپ کو بس کا انتظار اور سفر کی زحمت گوارا نہیں

کرنی پڑے گی ـــــ ہم اپنے ڈرائیور کو ہدایت کر دیں گے۔ وہ آپ کو گھر سے لے آیا کرے گا اور گھر چھوڑ آیا کرے گا۔"

"نہیں جناب!" طاہرہ نے کہا "آپ یہ تکلیف نہ کیجیے ـــــ یہاں آنا میری اپنی ذمہ داری ہے۔ آئندہ میں وقت پر پہنچنے کی کوشش کیا کروں گی تاکہ آپ کو شکایت کا کوئی موقع نہ ملے۔"

"ہمیں تو کوئی شکایت نہیں ہے مس طاہرہ!" آغا صاحب بولے "ہم تو آپ کے لیے آسانی اور سہولت مہیا کرنا چاہتے ہیں تاکہ آپ اپنا کام اور بھی خوش اسلوبی سے انجام دے سکیں۔"

"جی نہیں آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا "میں ایسی کوئی سہولت نہیں چاہتی جو میرے ضمیر پر بوجھ بن جائے۔"

"ہم آپ کے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں ڈال رہے مس طاہرہ!" آغا صاحب بولے "اپنی سیکرٹری یا اپنے نیچے کی شوہڑ کو لفٹ دینا ہمارے لیے معاشرتی آداب کی حیثیت رکھتا ہے اور اپنے باس کی لفٹ کو قبول کرنا بھی ان آداب کا تقاضا ہے۔"

"میں نے ابھی ان آداب کو نہیں اپنایا جناب!" طاہرہ نے کہا "اور نہ انھیں اپنانے کا کوئی ارادہ ہی رکھتی ہوں۔"

"کیوں ـــــ؟" آغا صاحب نے پوچھا

"اس لیے جناب!" طاہرہ نے جواب دیا "کہ ان آداب کا راستہ ایک ایسی منزل کی طرف جاتا ہے جو میری منزل نہیں ـــــ

مس روزی کی منزل ہے ___ مس شبلا کی منزل ہے ___ مس زیبا کی منزل ہے ___!"

مس زیبا کا نام سنتے ہی آغا صاحب جیسے چونک گئے۔ اُنھوں نے فوراً اپنی کلائی سے بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا۔ آغا صاحب ابھی کچھ کہنے نہ پائے تھے، کہ اُن کا بچہ بستہ اُٹھائے وہاں آگیا۔ اُس نے آتے ہی کہا:

"باجی! سلام!"

پھر وہ اپنا بستہ طاہرہ کے قریب رکھ کر آغا صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا:

"ڈیڈی! آپ جائیں۔ ہمارے سبق کا وقت ہو گیا ہے۔"

"بہت اچھا بیٹے!" آغا صاحب نے قریب ہو کر شوکت میاں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "تم اپنی باجی سے سبق پڑھو۔ ہم چلتے ہیں۔"

یہ کہہ کر آغا صاحب وہاں سے چل دیئے ___ وہ ڈرائنگ روم میں آئے تو وہاں روزی بیٹھی ان کا انتظار کر رہی تھی۔

"آؤ مس روزی! کہو کیا خبر ہے؟"

"میں مس زیبا کے ہاں گئی تھی جناب!" روزی نے کہا

"اُسے اپنے ساتھ کیوں نہیں لائیں؟" آغا صاحب نے پوچھا

"وہ فارغ نہیں تھی جناب۔" روزی نے جواب دیا۔

"فارغ نہیں تھی!" آغا صاحب حیرانی سے بولے "کیا مطلب؟ کیا وہ بہت مصروف رہتی ہے؟"

"معلوم تو کچھ ایسا ہی ہوتا ہے صاحب!" روزی نے کہا

"تم نے اُسے بتایا نہیں کہ ہمیں اُس سے بہت ضروری کام ہے!"

"بتایا تو تھا جناب!" روزی نے کہا "لیکن اُس نے کہہ دیا کہ آج شام تو میں بالکل فارغ نہیں ہوں" کل کسی وقت حاضر ہو سکوں گی" ـــــ پھر وہ کہنے لگی جناب" کہ مجھے آغا صاحب سے کچھ گلہ بھی ہے!"

"بھئی وہ آکر گلے تو مل لے" آغا صاحب بولے "سب گلہ جاتا رہے گا ـــــ وہ آج آجاتی تو ہم مل بیٹھ کر کچھ مشورہ تو کر لیتے ـــــ اب ہمیں کل تک انتظار کرنا پڑے گا ـــــ کل کس وقت کے لیے کہا ہے اُس نے؟"

"سکول میں تفریح کے وقت جناب!" روزی نے جواب دیا۔

"تفریح کے وقت!" آغا صاحب نے کہا "کہاں؟"

"آپ کے دفتر میں!" روزی نے کہا

"ہمارے دفتر میں!" آغا صاحب جیسے کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگے:

"چلو یہ اور بھی اچھا ہے۔ سب باتیں تمہاری موجودگی میں ہو جائیں گی آخر اب تم ہماری پرائیویٹ سیکرٹری ہو ـــــ ہمیں ہر قدم پر تمہاری اور مس زیبا جیسی خوبصورت لڑکیوں کی ضرورت پڑے گی تاکہ ہم آسانی

سے اپنی منزل پہ پہنچ سکیں ــــ ویسے تو ہمیں پہلے ہی قدم پر اندازہ ہو گیا ہے کہ ہمیں بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا ــــ شاید یہ مہم اتنی آسان نہیں ہے جتنی ہم سمجھتے تھے مس روزی! اور ابھی تو ہم نے اپنے سفر کا آغاز بھی نہیں کیا ــــ!"

روزی حیران ہو کر آغا صاحب کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی ــــ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ آغا صاحب سے اس مشکل کے متعلق دریافت کرے جو انھیں پہلے قدم پر ہی پیش آ گئی ہے ــــ کہ وہ خود ہی کہنے لگے:

"جانتی ہو! ابھی تھوڑی دیر پہلے کیا ہوا تھا؟"

"کیا ہوا تھا جناب!" مس روزی نے پوچھا

"ہم نے مس طاہرہ سے یہ کہا تھا کہ تمھیں بس کے انتظار کی وجہ سے کافی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے اور اکثر یہاں پہنچنے میں دیر ہو جاتی ہے۔ اس لیے ہمارا ڈرائیور تمھیں گھر سے کار میں لے آیا کرے گا اور کار میں واپس چھوڑ آیا کرے گا لیکن ...."

"اس نے انکار کر دیا" روزی نے آغا صاحب کا فقرہ مکمل کیا۔

"ہاں!" آغا صاحب بولے "اس نے انکار کر دیا اور بڑی خوبصورتی سے انکار کر دیا ــــ کہنے لگی کہ آپ کی پیش کش قبول کر کے میں اپنے ضمیر پہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہتی۔"

"اس کی طبیعت بڑی غیور ہے جناب!" روزی نے کہا "وہ

کسی کا احسان اپنے سر لینا گوارا نہیں کرتی۔"

"ہم اُس پر کوئی احسان تھوڑی کر رہے تھے!" آغا صاحب بولے

"تو پھر اُسے اس پیش کش میں کچھ اور نظر آگیا ہوگا!" روزی نے کہا۔

"یہ تو وہی جانے۔" آغا صاحب نے کہا "لیکن ہم اپنے دوست ——یعنی کہ جعفری صاحب —— کے چیلنج کا جواب جلد سے جلد دینا چاہتے ہیں —— جتنی جلدی ممکن ہو سکے، یہ مہم سر کرنا چاہتے ہیں —— یہ مہم ہماری ہی نہیں، تمھاری بھی مہم ہے۔"

روزی آغا صاحب کی اس بات کے جواب میں خاموش رہی۔ اُس کے دل کی گہرائیوں سے ایک آواز اُٹھی —— "آغا صاحب! یہ مہم میری نہیں —— صرف آپ کی مہم ہے —— میں اس مہم میں آپ کا ساتھ دینا تو کیا آپ کو کامیاب دیکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتی —— میرا بس چلے تو میں مس طاہرہ کو آپ کے سارے ارادوں کی خبر کر دوں اور آپ کا ساتھ دینے کی بجائے مس طاہرہ کا ساتھ دُوں" —— لیکن اُس نے خود ہی دل کی گہرائیوں سے اٹھتی ہوئی اس آواز کا گلا گھونٹ دیا —— اور پھر جیسے وہ اپنے دل کو سمجھانے لگی —— "نہیں! مجھے مس طاہرہ کا نہیں، آغا صاحب کا ساتھ دینا چاہیے —— ابھی کل ہی تو اُنھوں نے مجھے ترقی دے کر پرائیویٹ سیکرٹری بنایا ہے —— میں اگر ان کا ساتھ نہیں دوں گی تو میری ملازمت خطرے میں پڑ

جائے گی — میں جب اپنے آپ کو لٹنے سے نہیں بچا سکی تو دوسروں کے لٹنے سے مجھے افسوس کیوں ہو —!"

چنانچہ وہ خاموش رہی — زبان سے ایک لفظ بھی نہ کہہ سکی — اپنی ملازمت کے تحفظ اور ترقی کے خیال نے اُس کی زبان پر ہی نہیں، دل اور ضمیر پر بھی پہرے بٹھا دیئے تھے — اپنے جسم کو تو وہ بہت پہلے رہن رکھ چکی تھی — اب روح کو بھی رہن رکھنے پر مجبور ہو گئی تھی — پرائیویٹ سیکرٹری بنا کر آغا صاحب نے اس کی عزت و آبرو کا ہی نہیں، اُس کے ایمان کا بھی سودا کر لیا تھا —!

"اب تم جاؤ!" آغا صاحب اُسے خاموش پا کر کہنے لگے "کل ہم مل کر کوئی پروگرام بنائیں گے!"

روزی ڈرائنگ روم سے باہر نکل کر برآمدے اور لان کو عبور کر کے جب بڑے دروازے کے پاس پہنچی تو اُسے سامنے سے شکیل آتا دکھائی دیا۔ وہ دروازے کے قریب ہی رک گئی۔ شکیل قریب آیا تو اس نے کہا:

"آداب عرض ہے شکیل صاحب!"

"اوہ روزی! تم اس وقت!" شکیل نے حیرانی سے کہا

"مجھے آغا صاحب نے ایک پیغام دے کر ایک جگہ بھیجا تھا شکیل صاحب!" روزی نے کہا "اسی پیغام کے سلسلے میں یہاں آئی تھی — لیکن آپ اس وقت کہاں سے آ رہے ہیں۔ آپ کا دفتر

تو دو تین بجے ہی بند ہو جاتا ہے۔"

"میں ایک پکچر دیکھنے چلا گیا تھا روزی!" شکیل نے کہا

"اکیلے ہی!" روزی نے شرارتاً کہا۔

"ہاں!" شکیل نے جواب دیا "اور پکچر کا نام بھی "غم تنہائی" تھا"

"بہت خوب!" روزی نے جواب دیا" بہت ہی خوب!"

"اپنے لیے تو نا خوب ہی رہی روزی!" شکیل نے کہا "زندگی پہلے ہی تنہا تنہا گزر رہی ہے ——پکچر دیکھنے کے بعد تنہائی کا احساس کچھ اور شدید ہو گیا ہے۔"

"مس طاہرہ اندر شوکت میاں کو سبق پڑھا رہی ہیں!" روزی نے کہا "وہاں چلے جائیے!"

اور اس کے ساتھ ہی وہ ہنس دی۔

"وہ تو ناک پر مکھی بھی نہیں بیٹھنے دیتی روزی!" شکیل نے کہا "بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ چھتے پر ہاتھ بھی نہیں رکھنے دیتی۔"

"بس چند دن کی بات اور ہے" روزی نے کہا "پھر نہ ناک ہو گی نہ چھتا ——!"

"کیا مطلب؟" شکیل نے پوچھا

"کچھ نہیں! کوئی خاص مطلب نہیں شکیل صاحب!" روزی نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا "بکرے کی ماں آخر کب تک خیر منائے گی!"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو روزی!" شکیل نے کہا

"صاف صاف کہو!"

روزی نے چند لمحے تک کچھ سوچا ــــ کیا مجھے صاف لفظوں میں شکیل صاحب کو بتا دینا چاہیے کہ آغا صاحب مس طاہرہ کے بارے میں کیا منصوبے بنا رہے ہیں ــــ "بس چند دن کی بات اور ہے، پھر نہ ناک ہو گی اور نہ چُھٹا ــــ اور بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔" ــــ ان فقروں سے اُس کا اشارہ یقیناً آغا صاحب کے ارادوں کی طرف تھا ــــ جن کا گمان بھی ابھی تک شکیل کو نہیں ہوا ہو گا ــــ دل کی گہرائیوں سے پھر ایک آواز ابھری ــــ

"روزی! تمہیں شکیل کو سب کچھ بتا دینا چاہیے ــــ سب کچھ بتا دینا چاہیے!" لیکن مصلحت اندیش عقل نے فوراً آگے بڑھ کر دل کی گہرائیوں سے ابھری ہوئی اس آواز کو دبا دیا اور ایک عقل مند مشیر کا روپ دھار کر کہا ــــ "نہیں روزی! تمہیں شکیل کو کچھ نہیں بتانا چاہیئے ــــ کچھ بھی نہیں بتانا چاہیے ــــ ایسا نہ ہو کہ اس طرح آغا صاحب کی ساری محنت پر پانی پھر جائے ــــ آغا صاحب تمہیں پہلے ہی خبردار کر چکے ہیں کہ تم نے کسی طرح بھی مس طاہرہ کی مدد یا طرف داری کرنے کی کوشش کی تو تمہارے ساتھ تمہارے خاندان کا بھی حشر عبرتناک ہو گا ــــ کیا تم بھول گئی ہو!"

"نہیں مجھے یاد ہے ــــ اچھی طرح یاد ہے!" روزی نے کہا

"کیا یاد ہے روزی؟" شکیل نے پوچھا
روزی چونک سی گئی —— پھر جیسے خود کو سنبھالتے ہوئے بولی۔
"مجھے یاد ہے شکیل صاحب —— مجھے یاد ہے —— کہ —— کہ —— آپ مس طاہرہ سے محبت کرتے ہیں —— مس طاہرہ سے محبت کرتے ہیں —— !"
"میں تو محبت کرتا ہوں مس روزی!" شکیل نے کہا "لیکن وہ تو مجھ سے محبت نہیں کرتی —— تم سے اس سلسلے میں کچھ کرنے کو کہا تھا —— لیکن تم صاف طرح دے گئیں!"
"میں کر بھی کیا سکتی ہوں شکیل صاحب!" روزی نے کہا "میری مصروفیات پہلے ہی کم نہیں تھیں، پرائیویٹ سیکرٹری ہونے کے بعد تو اور بھی بڑھ گئی ہیں۔"
"تم پرائیویٹ سیکرٹری ہو گئی ہو؟" شکیل نے حیرانی سے پوچھا
"جی ہاں!" روزی نے جواب دیا۔
"اور تم نے مٹھائی کھلانا تو ایک طرف رہا، بتایا تک نہیں" شکیل نے کہا۔
"مجھے موقع نہیں ملا شکیل صاحب!" روزی نے کہا "آپ

کبھی دفتر آجائیے اور مٹھائی کھا جائیے!" ضرور آؤں گا روزی!
شکیل نے کہا" بلکہ کل ہی آؤں گا ــــ مجھے ایک آرٹیکل بھی
ٹائپ کرانا ہے۔"

باب ۱۳

آغا صاحب کے دفتر کا دروازہ بند تھا اور دروازے کے باہر لگی ہوئی سُرخ بتی روشن تھی ـــــ سُرخ بتی جو خطرے کی علامت ہوتی ہے ـــــ خطرہ جو دفتر کے اندر اور باہر دونوں جگہ موجود تھا ـــــ لیکن اس وقت اس خطرے کی نوعیت ہی کچھ اور تھی ـــــ دفتر کے اندر آغا صاحب کے مقابل مس زیبا بیٹھی تھی اور دونوں سے ذرا ہٹ کر مس روزی ۔

"سناؤ مس زیبا! تمھارے جعفری صاحب کا کیا حال ہے؟"

"آپ مجھ سے جعفری صاحب کا حال پوچھ رہے ہیں آغا صاحب! مس زیبا نے شکایتی لہجے میں کہا" میرا حال پوچھ لیتے تو کیا گناہ ہو جاتا!"

"تمھارا حال تو ہمیں معلوم ہے مس زیبا!" آغا صاحب بولے" ہم جانتے ہیں کہ تم بہت مصروف رہتی ہو ـــــ تمھیں بہت کم فراغت ہوتی ہے ـــــ!"

"جی ہاں! آپ تو اب یہی کہیں گے ـــــ امیر جو ٹھہرے۔ ہم غریبوں کے ساتھ جیسا چاہیں مذاق کریں ـــــ آپ کو اس کا حق

پہنچتا ہے۔"

"تمہیں غریب کون کہہ سکتا ہے مس زیبا!" آغا صاحب بولے "جس کے پاس تم جیسا حسن ہو، وہ غریب ہو سکتا ہے بھلا!"

"ٹیوشن تو آپ نے مس طاہرہ کو دے ڈالی" مس زیبا نے کہا "اس حسن کو ہم شہد لگا کر چاٹیں!"

"تو بس یہی گلہ ہے تمہیں ہم سے!"

"یہ کوئی معمولی گلہ ہے کیا!" مس زیبا نے جیسے غصے سے کہا "آپ پگڑی کسی سے وصول کریں اور مکان کسی کو تھما دیں —— یہ کہاں کی شرافت ہے آغا صاحب!"

"اس برہمی کی حالت میں تم کتنی حسین نظر آ رہی ہو مس زیبا!" آغا صاحب نے کہا "کیوں مس روزی! ہم ٹھیک کہہ رہے ہیں نا!"

"جی صاحب!" روزی نے آغا صاحب کی تائید کرتے ہوئے کہا "غصے میں حسن کچھ اور نکھر جاتا ہے —— برہمی کی حالت میں یہ انگارے کچھ اور دہکنے لگتے ہیں ——!"

"ہمیں اپنی زیادتی تسلیم ہے مس زیبا!" آغا صاحب بولے "اور ہم نے اسی زیادتی کی تلافی کے لیے تمہیں یہاں طلب کیا ہے —— تمہیں صرف ٹیوشن نہ مل سکنے کا افسوس ہے، لیکن تمہیں یہ جان کر حیرت اور خوشی ہو گی کہ ہم ایک اس سے بھی بڑی ذمہ داری تمہارے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔"

"فرمائیے!" مس زیبا نے اپنی برہمی کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"جعفری صاحب کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا ہے، تم اُس سے واقف ہو!" آغا صاحب نے پُوچھا۔

"جی ہاں!" مس زیبا نے جواب دیا "بڑی اچھی طرح واقف ہُوں — مس طاہرہ........"

"بس، بس!" آغا صاحب نے ٹوک کر کہا "ہم سمجھ گئے ہیں کہ تمھیں اس حادثے کی ساری جزئیات کی خبر ہے — شاید تمھیں یہ معلوم نہیں کہ سید اشتیاق حسین جعفری ہمارے عزیز ترین دوست ہیں — اُن کی بے عزتی ہماری اپنی بے عزتی ہے — اُن کی توہین ہماری اپنی توہین ہے — اُن کا حادثہ ہمارا اپنا حادثہ ہے مس زیبا! ہم اپنے دوست کی اس بے عزتی — اس توہین — کا انتقام لینا چاہتے ہیں اور یہ انتقام لیے بغیر ہمیں چین نہیں آئے گا — !"

آغا صاحب کے یہ الفاظ سُن کر مس زیبا کے چہرے سے برہمی کے جذبات فوراً غائب ہو گئے — اس کی بجائے اُس کا چہرہ فرطِ مسرت سے پھُول کی طرح کِھل اُٹھا اور وہ ایک عجیب سے جوش سے کہنے لگی :

"آغا صاحب! یہ انتقام آپ کا ہی نہیں، میرا اپنا انتقام بھی ہے — میں اس کام میں آپ کی ہر طرح سے امداد کروں گی —

یہ میرا فرض ہے — آپ حکم کیجیے!"

"شاباش مس زیبا! شاباش!" آغا صاحب جیسے خوش ہو کر بولے" دیکھا مس روزی! ہم نے تو تمھیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہمارا انتخاب غلط نہیں ہو سکتا — اس کام کے لیے مس زیبا موزوں ترین ہستی ہے — !"

"آپ کا انتخاب قابلِ داد ہے صاحب!" روزی نے کہا

"ابھی تو ہمارے سامنے صرف یہ بات ہے کہ ہمیں اپنے عزیز ترین دوست یعنی کہ آپ کے جعفری صاحب کے ادھورے کام کی تکمیل کرنا ہے — اُس دشوار گزار گھاٹی کو فتح کرنا ہے، جسے جعفری صاحب فتح نہیں کر سکے — اُس درے سے گزرنا ہے جس سے جعفری صاحب نہیں گزر سکے — اُس مہم کو سر کرنا ہے جسے جعفری صاحب سر نہیں کر سکے......."

"آپ اپنے دل کی بات کو الفاظ کے پردے میں نہ چھپائیے آغا صاحب!" مس زیبا نے کہا" میں بات کی تہہ تک پہنچ گئی ہوں — آپ یہی چاہتے ہیں نا کہ مس طاہرہ کو......."

"ہاں ہاں!" آغا صاحب نے جلدی سے کہا" تم بالکل ٹھیک سمجھی ہو مس زیبا! ہمیں تمھاری ذہانت پر بڑا فخر ہے۔"

"تو فرمائیے! آپ اس سلسلے میں مجھ سے کیا خدمت چاہتے ہیں؟" مس زیبا نے پوچھا۔

"اس کا تو ابھی ہم خود بھی فیصلہ نہیں کر سکے مس زیبا!" آغا صاحب بولے "سچ تو یہ ہے کہ ہمیں یہ سمجھ ہی نہیں آ رہا کہ اس مہم کو سر کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کریں — ہم نے اسی وجہ سے تمہاری ذہانت پر بھروسہ کرتے ہوئے تمہیں یہاں آنے کی تکلیف دی ہے — ہماری منزل کی تمہیں خبر ہے — ہمیں اس منزل تک پہنچانا تمہارے ذمے ہے — اس کے لیے جو بھی اخراجات ہوں، وہ ہم برداشت کرنے کو تیار ہیں اور اس کے لیے ہم خود تمہیں منہ مانگا معاوضہ دیں گے۔"

"آپ کی فیاضی سے مجھے یہی توقع ہو سکتی ہے آغا صاحب!" مس زیبا نے کہا "میں آپ کے کام کو اپنا کام تصور کرتی ہوں لیکن جس شکار کو آپ زیرِ دام لانا چاہتے ہیں وہ بہت چالاک ہے اور شاید شہزور بھی — اس کے لیے نہ صرف ہوشیاری سے کام لینے کی ضرورت ہے بلکہ آپ کے جال کی رسیاں بھی انتہائی مضبوط ہونی چاہئیں — !"

"ونڈرفل مس زیبا!" آغا صاحب خوش ہو کر بولے "تمہاری باتوں سے ہمارے دل میں کچھ اُمید بندھتی ہے کہ ہم اپنی منزل کو ضرور پالیں گے۔"

"ابھی اس کے لیے بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے جناب!" مس زیبا نے کہا۔

"ہم سب کچھ تمھاری مرضی پر چھوڑتے ہیں مس زیبا!" آغا صاحب بولے۔

زیبا نے اس بات کے جواب میں فوراً کچھ کہنے کی بجائے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا۔ پھر کہنے لگی۔

"آغا صاحب! آپ کل ہسپتال آ جائیے ——— میں اپنا پروگرام سوچ رکھوں گی ——— پھر اس سلسلے میں جعفری صاحب سے مشورہ لیا جائے گا ——— ہمیں ان کے تجربے سے فائدہ اٹھانا چاہیے ——— اس طرح آپ وہ غلطیاں کرنے سے بچ جائیں گے جو جعفری صاحب سے ہوئیں ——!"

"تمھارا جواب نہیں مس زیبا!" آغا صاحب بولے "بس جو تم کہتی ہو، وہی ٹھیک ہے ——— ہم کل شام کے وقت ہسپتال پہنچ جائیں گے!"

"آپ مجھے وہاں موجود پائیں گے جناب!" مس زیبا نے اٹھتے ہوئے کہا "اب اجازت دیجیے۔ مجھے واپس سکول بھی پہنچنا ہے ——!"

"مس روزی! آغا صاحب نے کہا" ڈرائیور سے کہو مس زیبا کو سکول چھوڑ آئے!"

روزی مس زیبا کو ساتھ لیے آغا صاحب کے دفتر سے باہر آئی اور آغا صاحب کے ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کے لیے کہہ کر خود مس زیبا کے ہمراہ باہر کی طرف بڑھی ——— اسی لمحے دفتر کے

بیرونی دروازے سے شکیل صاحب بڑی تیزی سے اندر داخل ہوئے۔۔۔ اُسے دیکھتے ہی روزی اور اس کے ساتھ ہی مس زیبا کے قدم رُک گئے۔ شکیل کی نظر روزی پہ پڑی اور وہ سیدھا اُس کی طرف آیا۔ اُس کے ہاتھ میں چند کاغذات تھے۔ اُس نے قریب آکر کہا:

"یہ رہا آرٹیکل روزی! لاؤ ہماری مٹھائی!"

پھر اس کی نظریں مس زیبا کی طرف اُٹھ گئیں اور اُس نے پوچھا

"یہ کون صاحبہ ہیں؟"

روزی خاموش رہی ۔۔۔ وہ شکیل کو مس زیبا سے متعارف کرانا نہیں چاہتی تھی ۔۔۔ اُس کے خیال میں ایسا کرنا نہ شکیل کے حق میں اچھا تھا اور نہ مس زیبا کے حق میں، اور نہ آغا صاحب کے حق میں ۔۔۔ لیکن مس زیبا نے خود ہی اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا:

"مجھے زیبا کہتے ہیں ۔۔۔ مس زیبا!"

"شکیل احمد" شکیل نے مس زیبا سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

اور روزی نے جیسے مجبور ہو کر ایک دوسرے کا تعارف کرایا۔

"شکیل صاحب اپنے آغا صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں اور ایک سرکاری محکمہ میں کام کرتے ہیں مس زیبا! اور شکیل صاحب! مس زیبا اور شوکت میاں کی ٹیوٹر مس طاہرہ ایک ہی سکول میں ٹیچر ہیں!"

"آنٹی سی!" شکیل نے کہا "آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔"

"پلیزڈ ٹو میٹ یو!" مس زیبا نے بڑی گرمجوشی سے شکیل کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

"گاڑی تیار ہے میڈم!" دروازے میں سے ڈرائیور کی آواز سنائی دی۔

"آپ تشریف رکھیں شکیل صاحب!" روزی نے کہا "میں ابھی آتی ہوں۔"

"بائی بائی!" مس زیبا نے ایک دفعہ پھر شکیل کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا ـــــ پھر وہ اور روزی دونوں باہر کی طرف چل دیں۔

مس زیبا کو گاڑی میں بٹھا کر روزی واپس آئی تو شکیل وہیں کھڑا تھا جہاں وہ اُسے چھوڑ گئی تھی۔ اُس کے آتے ہی شکیل نے پوچھا:

"روزی یہ مس زیبا کون ہے؟"

"بتایا تو تھا آپ کو کہ یہ اور مس طاہرہ ایک ہی سکول میں پڑھاتی ہیں" روزی نے کہا۔

"لیکن یہاں کیوں آئی تھی؟"

روزی خاموش رہی ـــــ شاید وہ سوچنے لگی کہ شکیل کے اس سوال کا صحیح صحیح جواب دینا چاہیے یا نہیں!

"مس زیبا یہاں کیوں آئی تھی روزی؟" شکیل نے دوبارہ کہا۔

روزی نے چند لمحوں کے توقف کے بعد کہا:

"مجھے تو معلوم نہیں ـــــ شاید آغا صاحب سے کوئی کام تھا ـــــ لائیے! میں آپ کا آرٹیکل ٹائپ کردوں!"

شکیل نے آرٹیکل کا مسودہ اُسے تھما دیا ـــــ لیکن اس کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ سوچ رہا ہے ـــــ شاید مس زیبا کے متعلق ـــــ اور مٹھائی کا تو جیسے اُسے خیال ہی نہیں رہا تھا۔!

باب ۱۴
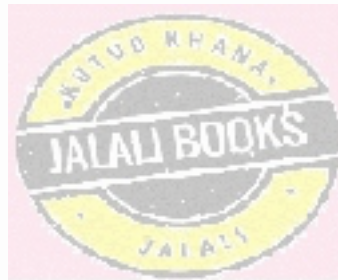
شوکت طاہرہ سے سبق پڑھ چکنے کے بعد اپنی کتابیں سمیٹ کر چلا گیا۔ اُس کے چلے جانے کے بعد طاہرہ خود بھی جانے کے لیے اٹھنے ہی لگی تھی کہ شکیل شدی کے دروازے پر نمودار ہوا۔ دروازے میں کھڑے کھڑے ہی اُس نے کہا:

"مس طاہرہ! اگر آپ کو جلدی نہ ہو تو چند منٹ اور تشریف رکھیے۔ مجھے آپ سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں!"

طاہرہ پھر اپنی نشست پر بیٹھ گئی، اور بولی:

"فرمائیے شکیل صاحب!"

شکیل آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے اس کے قریب آ کر میز کا سہارا لیتے ہوئے بولا:

"مس طاہرہ! میں آپ سے مس زیبا کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"مس زیبا!" طاہرہ نے جیسے حیرانی سے کہا "لاکھوں کے اس شہر میں زیبا نام کی ہزاروں لڑکیاں ہوں گی شکیل صاحب! آپ کی مراد کس زیبا سے ہے؟"

"وہی مس زیبا جو آپ ہی کے سکول میں ٹیچر ہے" شکیل نے کہا "آج میں نے اُسے مس روزمی کے ساتھ ہی بھائی جان کے دفتر سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"یہ تو کوئی انوکھی بات نہیں ہے شکیل صاحب!" طاہرہ بولی "آخر آغا صاحب کا دفتر مس زیبا کے لیے ممنوعہ علاقہ تو نہیں ہے۔"

"نہیں مس طاہرہ!" شکیل نے کہا "یہ بات نہیں ہے۔"

"تو پھر شاید آپ کو مس زیبا کی ذات سے کچھ دلچسپی پیدا ہوگئی ہوگی!" طاہرہ نے کہا۔

"نہیں! یہ بات بھی نہیں ہے مس طاہرہ!" شکیل نے کہا "میری دلچسپی کا مرکز صرف ایک ذات ہے ——— اور میں اپنی دلچسپیوں کے مرکز تبدیل کرنے کا قائل نہیں ہوں۔"

"اچھی بات ہے!" طاہرہ نے جیسے کچھ سوچتے ہوئے کہا ——— پھر چند لمحات کی خاموشی کے بعد کہنے لگی:

"آپ مس زیبا کے متعلق کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں شکیل صاحب؟"

"یہی کہ وہ کون ہے؟ اس کا خاندان کیسا ہے؟ وہ خود کیسے کردار کی عورت ہے؟" شکیل نے کہا

"ایسی باتوں کا کھوج تو وہ لوگ لگاتے ہیں شکیل صاحب! جنھیں لڑکی کا رشتہ لینا ہو" طاہرہ نے کہا۔

"مس طاہرہ! خدا کے لیے میری بات کو مذاق میں نہ ٹالیے!"

شکیل نے منّت کی "جب وہ روزی کے ساتھ بھائی جان کے دفتر سے باہر آئی تو مجھے یوں لگا جیسے ان دونوں نے بھائی جان کے ساتھ مل کر کوئی سازش کی ہے ___ میں نے روزی سے پوچھا تو وہ ٹال گئی اور جب بھائی جان سے پوچھا تو وہ بھی ہنس کر طرح دے گئے ___ مجھے اس معاملے کی تہہ میں کوئی اور ہی بات دکھائی دے رہی ہے ___ آپ مجھے مس زیبا کے متعلق بتا دیں تو شاید میری اُلجھن دور ہو جائے ___!"

"شکیل صاحب! مجھے نہیں معلوم کہ آپ کے ذہن میں کیا اُلجھن پیدا ہو گئی ہے اور مس زیبا کے متعلق جان لینے کے بعد یہ اُلجھن کیسے دُور ہو سکتی ہے ___ لیکن آپ اُس کے متعلق کچھ جاننا ہی چاہتے ہیں تو عرض کیے دیتی ہوں ___ وہ میری ہی طرح ایک متوسط خاندان سے تعلق رکھتی ہے ___ جس نے غریبی کے وار روکنے کے لیے اپنی نوجوان اور حسین بیٹی کو ایک ڈھال بنا لیا ہے ___ بظاہر تو وہ میری ہی طرح اپنے خاندان کی کفالت کرنے کے لیے تدریس کے پیشے کو اپنائے ہوئے ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ آپ کو نوازش کے متعلق اس بات سے زیادہ دلچسپی نہیں ہو گی ___ اس لیے میں اس کی زندگی کے وہ پہلو عرض کرتی ہوں جن سے آپ کو ___ یا آپ جیسے نوجوان کو ___ دلچسپی ہو سکتی ہے ___ شکیل صاحب! وہ جوان ہے ___ حسین ہے ___ فیشن کی جدید ترین روش سے

خود کو ہم آہنگ رکھتی ہے ۔۔۔ ا... ہے۔ بننے اور بنانے
کے بہت سے گر یاد ہیں ۔۔۔ وہ ا... کے علاوہ اپنے جسم ۔۔
اور جسم کے انگ انگ ۔۔۔ سے کام لینا جانتی ہے۔ وہ اپنا مقصد
حاصل کرنے کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا سکتی ہے ۔۔۔ وہ اپنی
منزل تک پہنچنے کے لیے اپنے حسن ۔۔۔ اپنے خوبصورت جسم ۔۔ سے
کام لینے کو بالکل معیوب نہیں سمجھتی ۔۔۔ بلکہ یہی اس کا سب سے مضبوط
ہتھیار ہے ۔۔۔ ہمارے سکول کے منیجر بہ اشتیاق حسین جعفری کی وہ
خاص ۔۔۔ بلکہ خاص الخاص منظورِ نظر ہے ۔۔۔ اور شکیل صاحب!
اُس کی شامیں اس کی صبحوں سے زیادہ ہنگامہ پرور ہوتی ہیں ۔۔۔
اس کے دن بیکار اور راتیں مصروف ہوتی ہیں۔۔!"

"ٹھیک! ٹھیک!" شکیل نے جیسے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کچھ اور پوچھنا ہے آپ کو؟" طاہرہ نے کہا۔

"ایک بات اور بتا دیجیے مس طاہرہ!" شکیل نے ... "آپ
دونوں کے تعلقات کیسے ہیں سکول میں؟"

"محض رسمی سے!" طاہرہ نے جواب دیا "نہ دوستی ہے
نہ دشمنی ہے۔"

"کیا آپ وثوق سے کہہ سکتی ہیں کہ آپ کے درمیان کوئی
عداوت نہیں ہے؟" شکیل نے پوچھا۔

"مجھے اس کی موجودگی میں ایک ناگواری کا احساس ضرور ہوتا ہے

شکیل صاحب!" طاہرہ نے کہا "لیکن اسے عداوت کا نام نہیں دیا جا سکتا ــــــ مجھے مس زیبا سے کوئی عداوت نہیں ہے ــــــ یہ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں۔"

"کیا آپ یہ بھی یقین سے کہہ سکتی ہیں کہ مس زیبا کو آپ سے کوئی عداوت نہیں ہے؟"

"یہ سوال تو آپ کو مس زیبا سے ہی پوچھنا چاہیے شکیل صاحب!" طاہرہ نے کہا "وہی اس کے بارے میں یقین سے کچھ کہہ سکتی ہے۔"

"لیکن میں تو آپ سے پوچھ رہا ہوں مس طاہرہ!" شکیل نے کہا۔

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔" طاہرہ نے کہا "مس زیبا جیسی عورتوں کے لیے دوستی اور دشمنی کی کوئی بھی مستقل اخلاقی بنیاد نہیں ہوا کرتی ــــــ!"

"اس تکلیف کے لیے شکریہ!" شکیل نے کہا "اب اجازت۔"

اور پھر وہ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا ــــــ اور طاہرہ خود ایک عجیب سی الجھن میں مبتلا ہو گئی ــــــ شکیل مس زیبا کے متعلق کس الجھن اور پریشانی کا شکار ہے ــــــ یہی سوچتے ہوئے وہ اٹھی اور ناصر منزل سے باہر آ گئی ــــــ گھر پہنچنے تک وہ برابر یہی سوچتی رہی کہ آخر مس زیبا کے متعلق معلومات حاصل کرنے سے شکیل کا کیا مقصد تھا ــــــ کیا مقصد ہو سکتا ہے ــــــ!

طاہرہ گھر پہنچی تو اس نے نرس مس شہلا کو اپنا منتظر پایا۔ طاہرہ

کی ماں مس شہلا کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ اُس نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

" طاہرہ بیٹی! یہ بچاری کب سے آئی بیٹھی ہیں۔ کہتی ہیں تم سے ایک بہت ہی ضروری بات کرنی ہے"

" کیوں خیر تو ہے مس شہلا!" طاہرہ نے حیران ہو کر کہا۔

" بظاہر تو خیریت ہے مس طاہرہ!" مس شہلا نے کہا " لیکن میں آپ کے لیے ایک خبر لائی ہوں"

" خبر اور میرے لیے!" طاہرہ نے کہا۔

" جی ہاں!" مس شہلا نے کہا " اور وہ خبر یہ ہے کہ آج کل مس زیبا، آغا صاحب اور آپ کے جعفری صاحب کے درمیان ہسپتال میں بڑی طویل طویل ملاقاتیں ہو رہی ہیں"

" یہ تو کوئی ایسی خبر نہیں جس پر حیرانی ظاہر کی جائے!" طاہرہ نے کہا " مس زیبا کا اپنے مینجر صاحب کی عیادت کے لیے جانا اور آغا صاحب کا اپنے دوست کی مزاج پرسی کے لیے ہسپتال جانا کوئی اچھنبے کی بات تو نہیں ہے"

" نہیں مس طاہرہ!" مس شہلا نے کہا " اس میں تو اچھنبے کی بات کوئی نہیں ـــ اچھنبے کی بات تو وہ تھی جو میں نے روزی کی زبان سے سُنی ـــ کیا آپ کو معلوم ہے کہ روزی اب ترقی پا کر آغا صاحب کی پرائیویٹ سیکرٹری بن گئی ہے ـــ!"

" نہیں مس شہلا! یہ تو میں آپ ہی سے سن رہی ہوں۔" طاہرہ

نے کہا۔ "روزی تو کئی دن ہوئے گئے تھی ہی نہیں۔"

"آپ سے ملتے ہوئے وہ کچھ جھجک محسوس کرتی ہے مس طاہرہ!" مس شملا نے کہا۔

"کیوں؟" طاہرہ نے پوچھا

"شاید اپنی نئی ملازمت کی مجبوریوں کی وجہ سے" مس شملا نے جواب دیا "لیکن خود میری بھی یہی کیفیت ہے! آپ کے سامنے آکر مجھے اپنی پستیوں کا احساس کچھ اور شدت سے ہونے لگتا ہے۔ اُس دن آپ نے روبی کے بارے میں جو خدشات ظاہر کیے تھے وہ بالکل درست ثابت ہوئے ہیں۔"

"کیوں کیا ہوا؟" طاہرہ نے کہا

"روبی نے آگے بڑھ کر خود نگار خانے کا دروازہ کھول لیا ہے" مس شملا نے کہا "وہ فلمی دنیا میں داخل ہو گئی ہے۔ "وہ ایکٹریس بن گئی ہے؟" طاہرہ نے پوچھا

"ہاں!" شملا نے غمگین سے لہجے میں کہا "کبھی کسی پروڈیوسر کے ہاں جا رہی ہے تو کبھی کسی ڈائرکٹر کے ہاں۔ وہ تو کئی کئی دن گھر نہیں آتی۔ آتی ہے تو بڑے فخر سے سناتی ہے ـــ رات میں فلاں ڈائرکٹر کے ہاں تھی ـــ کل کا دن میں نے فلاں پروڈیوسر کے ساتھ گزارا ـــ کل شام میں ریہرسل کے لیے فلاں سٹوڈیو میں تھی ـــ رات ریہرسل کرتے کرتے بجلی فیل ہو گئی ـــ بڑا ہی مزا رہا ـــ کسے خیال

ہو سکتا تھا کہ وہ ایک دم اتنی دُور جا پہنچے گی۔ نہ رہی۔ طرزِ عمل
نے مجھ پر اس قدر ندامت طاری کر دی تھی کہ میں آپ کا سامنا کرنے
کا حوصلہ اپنے آپ میں نہیں پاتی تھی —— اور اگر روزی نے آپ
کے متعلق ایک عجیب سی بات نہ کہہ دی ہوتی تو شاید میں یہاں نہ آتی۔"

"وہ عجیب سی بات کیا تھی مس شہلا!" طاہرہ نے پوچھا۔

"آغا صاحب اور مس زیبا جعفری صاحب کے کمرے میں تھے
اور روزی باہر لان میں میرے پاس بیٹھی تھی۔ میرے ساتھ باتیں
کرتے ہوئے اُس نے کہا تھا —— "مس طاہرہ نے ابھی تک
اپنی ملازمت کی مجبوریوں کو اپنی ذات پر حاوی نہیں ہونے دیا
—— لیکن تم خود سوچو شہلا! وہ کب تک کوئی گر مجھ سے بیر
کب تک رکھ سکتا ہے! دُنیا میں رہتے ہوئے کوئی دُنیا سے
بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے؟ ایک نہ ایک دن دُنیا اپنے شکنجے
میں کس ہی لیتی ہے —— دیکھ لینا! ایک دن ایسا بھی آئے گا
کہ ہمارے اور مس طاہرہ کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رہے گا۔
پھر تمھیں مس طاہرہ کی موجودگی پر نہ تو اپنے آپ پر ندامت ہوگی
اور نہ روزی پر —— اور جہاں تک میرا خیال ہے، وہ دن زیادہ
دور نہیں ہے" —— روزی کی یہی بات مجھے عجیب لگی مس طاہرہ!"

"اپنا اپنا خیال ہے مس شہلا!" طاہرہ نے کہا "یہ کیا ضروری ہے
کہ دوسرے بھی ہمارے متعلق وہی سوچیں، جو ہم سوچتے ہیں ——

وہی کہیں، جو ہم کہتے ہیں ۔۔!"

"بات صرف اپنے اپنے خیال کی ہی نہیں ہے مس طاہرہ!"

مس شبلا نے کہا "مجھے روزی کا رویہ بھی کچھ پُر اسرار معلوم ہو رہا تھا ۔۔۔ نہ جانے کیوں مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کے خلاف کوئی سازش کی جا رہی ہے ۔۔۔ شاید آپ کے جعفری صاحب، مس زیبا اور آغا صاحب اُس دن کو قریب لانے کے منصوبے باندھ رہے ہیں جب وہ ہمارے اور آپ کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رہنے دیں گے ۔۔۔ شاید روزی بھی اپنی ملازمت کی مجبوریوں کے تحت اس ملی بھگت میں شامل ہے ۔۔۔ اور شاید اسی لیے اب وہ آپ سے ملنے سے کترانے لگی ہے ۔۔!"

مس شبلا کے ان الفاظ سے طاہرہ کے ذہن میں وہ گفتگو گھوم گئی جو کچھ دیر پہلے ہی ناصر منزل پر اُس کے اور شکیل کے درمیان ہوئی تھی ۔۔۔ شکیل کو بھی تو آغا صاحب کے دفتر میں روزی کے ساتھ مس زیبا کو دیکھ کر کچھ شک ہوا تھا ۔۔۔ اور جب وہ مس شبلا اور شکیل کی باتوں کا موازنہ کرنے لگی تو اُسے یوں محسوس ہوا کہ یہ ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں ۔۔!"

طاہرہ کو سوچتے دیکھ کر مس شبلا نے کہا:

"مس طاہرہ! میں خود بُری سہی لیکن میں یہ نہیں چاہتی کہ دوسرے بھی برائی کا راستہ اختیار کر لیں ۔۔۔ میں خود برباد سہی لیکن میں ..

نہیں چاہتی کہ دوسری عورتیں بھی میری طرح برباد ہو جائیں ——
میں خود بے آبرو سہی لیکن یہ نہیں چاہتی کہ کسی دوسری عورت کی آبرو
لُٹ جائے —— اس جذبے کے تحت میں نے آپ سے رُوبی
کے لیے درخواست کی تھی —— اور دل میں انتہائی ہچکچاہٹ اور
ندامت کے باوجود یہی جذبہ اب مجھے آپ کے پاس لایا ہے —!"

"میں آپ کے دلی جذبے کی قدر کرتی ہوں مس شملا!" طاہرہ
نے کہا "ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ شُبہ بے بنیاد ہو —— لیکن ان
مردوں سے کوئی بات بھی خلافِ توقع نہیں ہو سکتی —— یہ ہمیشہ
سامنے سے حملہ آور ہونے کی بجائے پیچھے سے وار کرتے ہیں ——
عورت کو زیر کرنے کے لیے عورت ہی کو اپنا آلۂ کار بناتے ہیں
—— آپ نے خود مشاہدہ کیا ہوگا مس شملا! جتنی لڑکیوں کو مرد
بہکا کر بدکاری کے راستے پر ڈالتے ہیں —— ان سے کہیں زیادہ
بلکہ کئی گنا لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں کہ دوسری عورتوں کے کہنے میں آکر
ہی اس تباہی کے گڑھے میں گرتی ہیں۔"

"ہاں مس طاہرہ!" مس شملا نے کہا "ایسے کئی واقعات میرے
علم میں ہیں جہاں لڑکیوں کو ان کی منہ بولی باجیوں، خالاؤں بلکہ سگی
نانیوں، دادیوں اور ماؤں نے طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر انھیں
عصمت فروشی کی ترغیب دی —— اور دُور جانے کی ضرورت
ہی کیا ہے مس طاہرہ! میں خود اس کا زندہ ثبوت موجود ہوں ——

مجھے اس راستے پر ڈالنے والی خود میری ماں تھی ـــــ اللہ اُس کے گناہ معاف کرے ـــــ کیسی کیسی چالیں چلی تھیں اُس نے اس کے لیے ـــــ!"

"مجھے یہ سُن کر قطعاً حیرت نہیں ہوئی شہلا!" طاہرہ نے کہا "بات یہ ہے کہ ایسی عورتوں کا خود کوئی نہ کوئی مفاد ان مردوں سے وابستہ ہوتا ہے ـــــ لوگ ایسی عورتوں کو فریب کار کہتے ہیں، لیکن میں انھیں فریب خوردہ سمجھتی ہوں ـــــ اپنے مفاد کو بچانے کے لیے وہ ان مردوں کے اشاروں پر ناچتی ہیں اور ان کے نفس کے لیے نئے نئے شکار ڈھونڈتی ہیں ـــــ مجھے ایسی عورتوں پر غصہ نہیں رحم آتا ہے اور مس شہلا درانی! شہلا! مجھے تو آپ پر، روزی پر اور مس ثریا پر بھی رحم آتا ہے ـــــ آپ کو اگر اپنا جسم بیچنا ہی ہے تو کم از کم اپنے آپ کو اتنا تو نہ گرائیے کہ جو مرد چاہے، آپ کے جسم کو روندتا ہوا چلا جائے ـــــ ایک طوائف کو دیکھیے! وہ بھی تو اپنا جسم بیچتی ہے ـــــ یہی مرد جو دن کے اُجالے میں اُس کے وجود پر ہزار بار لعنت بھیجتے ہیں ـــــ رات کے اندھیرے میں اُس کے قدموں پر سجدے کرتے ہیں ـــــ اُس کی ایک نظرِ التفات کے لیے اپنی دولت بے دریغ لُٹاتے ہیں ـــــ اُس کے چاہنے والے ایک نہیں، ہزاروں ہوتے ہیں ـــــ لیکن وہ سب کی نکیل اپنے ہاتھ میں رکھتی ہے ـــــ کسی کو ذرا بھی اِدھر اُدھر نہیں ہونے دیتی۔

وہ ایک مطلق العنان حکمران کی طرح ان سب کو اپنی رعایا بنا کر رکھتی ہے ــــ کوئی بھی اس کے آگے چوں چرا نہیں کرتا ــــ ذرا اپنا اور اس کا مقابلہ کیجیے ــــ پھر انصاف سے کہیے کہ نسوانیت کی تذلیل کون کر رہی ہے ــــ وہ عورت افضل ہے جو ذرا سے معاشی مفاد کے لیے اپنی متاعِ عزیز مردوں کے قدموں میں ڈال دیتی ہے یا وہ عورت افضل ہے جو انہی مردوں سے اپنے جسم کی ــــ اپنے باسی اور مسلے ہوئے پھولوں کی ــــ بھاری قیمت وصول کرتی ہے ــ!"

"بھلا ہمارے لیے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے مس طاہرہ!" مس شملا نے کہا۔

"ہاں!" طاہرہ نے کہا "واقعی بھلا آپ کے لیے یہ کہاں ممکن ہے کہ ایک طوائف کی طرح اپنے جسم کی بھاری قیمت وصول کر سکیں ــــ وہ تو سرِ بازار اپنی عصمت و آبرو کا اشتہار دیتی ہے جبکہ آپ نے اپنے اشتہار کو ایک لفافے میں چھپا رکھا ہے ــــ آپ نے اپنی پیشانی پہ ایک معزز لیبل لگا رکھا ہے ــــ ایسے ہی لیبل روزی، مس زیبا اور ان جیسی ہزاروں لڑکیوں اور عورتوں نے لگا رکھے ہیں ــــ ان سب لفافوں کے اندر ایک ہی کاغذ ــــ ایک ہی مضمون ــــ ایک ہی اشتہار ہے ــــ لیکن کیا آپ یہ بات بھول جاتی ہیں کہ لفافہ جتنا قیمتی ہوگا، اندر کے کاغذ کی قیمت اتنی ہی زیادہ پڑے گی ــــ ان کسبیوں کو دیکھیے جو بدنام زمانہ بڑھ پہنچ

گلیوں کے چھوٹے چھوٹے ڈربوں میں بیٹھ کر عصمت فروشی کرتی ہیں ـــــ ان ڈربوں کی حسین سے حسین عورت کے جسم کی قیمت بھی چند روپوں سے آگے نہیں بڑھتی ـــــ لیکن وہی عورت جب ڈربے سے نکل کر بالاخانے پر آبیٹھتی ہے اور ساتھ میں ناچ گانے کا اہتمام کر لیتی ہے ـــــ تو اس کے جسم کی قیمت میں انہی چند روپوں کے ساتھ کئی صفریں لگ جاتی ہیں ـــــ اور وہ ناچ گانے میں جتنی ماہر ہوتی ہے، اس کے بستر تک رسائی کے دام اتنے ہی زیادہ بڑھ جاتے ہیں ـــــ اور آپ جو ماشاء اللہ حسین ہیں، پڑھی لکھی ہیں، سوسائٹی میں گھومتی پھرتی ہیں، اپنی آبرو کو محض ڈربوں میں بیٹھنے والی کسبیوں کی طرح کبھی سالانہ ترقی کے لالچ میں کبھی معمولی ایڈوانس کی خاطر اور کبھی محض صاحب کو خوش کرنے کی خاطر مالِ مفت کی طرح لٹاتی رہتی ہیں ـــــ!"

"یہ بالکل مالِ مفت والی بات تو نہیں ہے مس طاہرہ!" مس شملا نے کہا۔

"میں جانتی ہوں مس شملا!" طاہرہ نے کہا "مجھے معلوم ہے کہ کسی نہ کسی گفتنی یا ناگفتنی مجبوری کا سہارا لے کر ہی عورت اس راستے پر چلنے پر آمادہ ہوتی ہے ـــــ یا کی جاتی ہے ـــــ لیکن اس راستے پر چند قدم چلنے کے بعد وہ از خود اسے زائد آمدنی کا ذریعہ بنا لیتی ہے ـــــ تاکہ قیمتی ملبوسات و زیورات، اعلیٰ معیارِ زندگی اور ترقی پسندی کی دوڑ میں اپنی ہم جنسوں سے پیچھے نہ رہ جائے ـــــ!"

"آپ کا مشاہدہ بالکل صحیح ہے مس طاہرہ!" مس شعلا نے کہا "قیمتی ملبوسات و زیورات، اعلیٰ معیارِ زندگی اور ترقی پسندی کے سبز باغ دکھا کر ہی میری ماں نے مجھے اس راہ پہ ڈالا تھا۔"

"لیکن باقی سفر تو آپ نے خود طے کیا ہے مس شعلا!" طاہرہ نے کہا "اس کی ذمہ داری تو آپ اپنی ماں پر نہیں ڈال سکتیں ـــــ یہ سفر کرتے کرتے آپ اس مقام پر آ پہنچی ہیں جہاں سے واپسی کا نہ سوال رہ جاتا ہے نہ امکان ـــــ لیکن آپ سینے پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ کیا آپ کو وہ سب کچھ حاصل ہو گیا ہے جس کے لیے آپ نے یہ سفر شروع کیا تھا ـــــ کیا آپ کو قیمتی ملبوسات و زیورات، اعلیٰ معیارِ زندگی اور ترقی پسندی کا اس حد تک حصہ مل گیا ہے کہ آپ اپنی زندگی سکون و فراغت سے بسر کر سکیں؟ لیکن آپ کا حال خود اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ آپ اس منزل تک نہیں پہنچ سکیں ـــــ آپ کی یہ تگ و دو ابھی تک بھرپور انداز سے جاری ہے ـــــ اور جب تک آپ آنکھیں بند کر کے اس راستے پر بھاگتی رہیں گی، آپ کی یہ تگ و دو بھی جاری رہے گی ـــــ اس لیے کہ یہ وہ پیاس ہے جس کے بجھنے کا کبھی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ـــــ آپ نے خود کو ایک بے وقعت شے بنا کر مردوں کے قدموں میں ڈال دیا ہے ـــــ اور مرد ہیں کہ آپ کو ایک بے وقعت شے کی طرح روندتے چلے جا رہے ہیں ـــــ اپنی آبرو

کو جنس بازار بنا دینے کے باوجود آپ کو اپنے خاندان کے معاشی مستقبل کی طرف سے اطمینان نہیں ہو سکا ــــ ذرا سوچیے تو سہی کہ آپ نے کتنی قیمتی شئے کھو دی ہے ــــ اور یہ قیمتی شئے کھو کر کیا پایا ہے ــــ کچھ نہیں ــــ کچھ بھی تو نہیں!"

"آپ کی یہی باتیں ہمارے دل میں ترازو ہو جاتی ہیں مس طاہرہ!" مس شہلا نے کہا" اور آپ کی انہی باتوں کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ــــ ہماری حیثیت ہارے ہوئے جواری کی سی ہے ــــ جسے اپنی دولت ہاتھ سے چلے جانے کا غم برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے طعنے بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں ــــ!"

"میں آپ کو طعنے نہیں دے رہی مس شہلا!" طاہرہ نے کہا "اور طعنے دینے سے ہوتا بھی کیا ہے ــ اگر محض طعنوں سے کسی کی اصلاح ممکن ہوتی تو آج دنیا میں شاید ایک مرد بھی راہ راست سے ہٹا ہوا نہ ہوتا ــــ اگر طعنوں سے بات بن جایا کرتی تو خود وہ مرد بھی تائب ہو گئے ہوتے جن کی زیادتیوں کا شکوہ ہر عورت کو ہے ــــ مجھے بھی اور آپ کو بھی ــــ روزی کو بھی اور مس زیبا کو بھی ــــ یہ اور بات ہے مس شہلا! کہ روزی اور مس زیبا جیسی عورتیں مردوں کی انہی زیادتیوں کو اُن کا لطف و کرم سمجھتی ہیں اور یہ چاہتی ہیں کہ اُن کے لطف و کرم کا دائرہ دوسری عورتوں تک وسیع ہو جائے ــ!"

"مجھے ان کے انداز میں اسی کوشش کی جھلک نظر آئی تھی مس طاہرہ!"

مس شملا نے کہا "اسی لیے میں نے آپ کو آگاہ کرنا اپنا فرض سمجھا۔ ہو سکتا ہے کہ میرا شبہ غلط ہو ۔۔۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معاملہ میرے اندازے سے کہیں زیادہ سنگین ثابت ہو۔"

"میں اس احسان کے لیے آپ کی شکر گزار ہوں مس شملا!" طاہرہ نے کہا "یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو جائے، اس کے اندر اچھائی کی کچھ نہ کچھ رمق ضرور موجود رہتی ہے ۔۔۔ آپ کے اندیشے کہاں تک درست ہیں ۔۔۔ یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔"

اگر آپ اس سلسلے میں کبھی ضرورت محسوس کریں تو بلا جھجک جو خدمت چاہیں، میرے سپرد کریں" مس شملا نے کہا "میرے لیے آپ ایک لائقِ احترام بہن کا درجہ رکھتی ہیں ۔۔۔ اور آپ کے کسی کام آنا میرے لیے عین خوش نصیبی ہو گا!"

باب ۱۵

"آپ اُس دن شکیل بھائی کی باتوں سے ناراض ہو کر چلی آئیں مس طاہرہ!" حمیرا خانم نے کہا "ہم نے سوچا کہ چل کے اپنی طاہرہ کو منا ہی لیں۔"

"یہ آپ سے کس نے کہا باجی؟" طاہرہ نے کہا "میں ناراض ہو کر تو نہیں چلی آئی تھی۔"

"آپ کے تیور ہی کچھ ایسے تھے" حمیرا خانم نے کہا "آپ کا اچانک یوں اُٹھ کر چلے آنا آپ کی ناراضگی کا صاف غماز تھا — آپ کے چلے آنے کے بعد میں نے شکیل بھائی کو ملامت بھی کی — لیکن وہ بھی شاید مجبور تھے!"

"مجھے شکیل صاحب کی مجبوریوں سے کوئی سروکار نہیں ہے باجی!" طاہرہ نے کہا "اور نہ میں اُن سے ناراض ہی ہوں — آپ سے ناراض ہونے کا تو مجھے ویسے بھی حق نہیں پہنچتا۔"

"غلط یا صحیح — ہمارا تاثر یہی تھا" حمیرا خانم نے کہا "پھر آج صبح ہی صبح شکیل بھائی میرے پاس آئے — بڑے اُلجھے اُلجھے اور پریشان سے — اُن کی باتیں بھی اُلجھی اُلجھی اور پریشان سی تھیں۔

جیسے انھیں خود بھی خبر نہ ہو کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں ـــــ لیکن اُن کی باتوں سے میں نے یہ تاثر قائم کیا کہ شاید آپ کے لیے کوئی نیا دام تیار کیا جا رہا ہے ـــــ اس لیے میں نے فوری طور پر آپ سے ملنا ضروری خیال کیا۔"

یہ کہہ کر حمیرا خانم خاموش ہو گئیں۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد وہ پھر کہنے لگیں۔

"مس طاہرہ!" حمیرا خانم نے کہا، "آپ کو اب پہلے سے بھی زیادہ ہشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے اپنے جعفری صاحب کو شکست دے کر نہ جانے کس کس مرد کی مردانگی کو چیلنج کر دیا ہے ـــــ مردوں کی فطرت یہی ہے کہ وہ ایسی چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو انھیں ناقابلِ حصول نظر آئے ـــــ اسی پھول کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں جس کے گرد بے شمار کانٹے ہوں ـــــ اسی راستے سے گزرنے کی کوشش کرتے ہیں جو انھیں دشوار گزار نظر آئے ـــــ ایسی چیز ـــــ ایسا پھول ـــــ ایسا راستہ انھیں بے حد حسین، دلکش اور کشش انگیز نظر آتا ہے ـــــ اس لیے جعفری صاحب کو شکست دے کر غافل نہ ہو جائیے مس طاہرہ! ان کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے کئی اور لوگ میدان میں اُتر آئیں گے ـــــ!"

"میں اس اندیشے سے غافل نہیں ہوں حمیرا باجی!" طاہرہ نے کہا، "یقین ممکن ہے یہ آزمائش جس سے میرے خدا نے مجھے سرخرو

نکالا ہے، میرے لیے مزید اور پہلے سے بھی زیادہ مشکل آزمائشوں کا پیش خیمہ ثابت ہو ــــ لیکن مجھے اُمید ہے کہ جس خدا نے مجھے اب تک مردوں کی ہوس کا نشانہ بننے سے بچائے رکھا ہے، وہ آئندہ بھی مجھے مردوں کی ہوس کا نشانہ بننے سے بچائے گا ــ!"

"مس طاہرہ! آپ کی ذات دوسروں کے لیے روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتی ہے" حمیرا خانم نے کہا "اگر مس روزی، مس شہلا یا اُس جیسی دوسری عورتیں برضا و رغبت یا اپنی کسی مجبوری کی آڑ لے کر اپنا جسم مردوں کے حوالے کر دیتی ہیں، تو اس کا اثر زیادہ سے زیادہ اُن کے خاندان تک ہی جا سکتا ہے، خاندان سے باہر نہیں ــــ لیکن آپ کا معاملہ ان سے بکسر مختلف ہے ــــ آپ کے ہاتھوں میں محض اپنا اور اپنے خاندان کا ہی نہیں، قوم کی بچیوں کا مستقبل بھی ہے ــــ خدانخواستہ اگر آپ اخلاق و شرافت کے راستے سے ذرا بھی ہٹ جائیں تو اس کا اثر قوم کی ان بچیوں پر لازماً پڑے گا جو آپ کے زیرِ تربیت آئیں گی ــــ آپ جس راستے پر ایک قدم چلیں گی، وہ اس راستے پر سو قدم چلیں گی ــ!"

"میں جانتی ہوں باجی!" طاہرہ نے کہا "مس زیبا کی مثال آپ کے سامنے ہے، اُس نے اپنی شاگردوں پر یہی رنگ چڑھا رکھا ہے ــــ بلکہ اُسے ایک کاروبار کی شکل دے رکھی ہے"

"جس عورت کو اپنے ناموس کی حفاظت سے کوئی غرض نہ ہو،

اُسے دوسری عورتوں کے ناموس کی حفاظت سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے مس طاہرہ!" حمیرا خانم نے کہا" بلکہ ایسی آبرو باختہ عورتیں تو یہی کوشش کرتی ہیں کہ اُن کے گروہ میں زیادہ سے زیادہ عورتیں شامل ہوتی جائیں ۔!"

" اسی لیے تو مجھے مس زیبا کے سائے تک سے نفرت ہے باجی!" طاہرہ نے کہا" میں اس کی موجودگی میں سخت کراہت اور ناگواری محسوس کرتی ہوں۔"

" انسان کو کئی کراہتوں اور ناگواریوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے مس طاہرہ!" حمیرا خانم نے کہا" اب یہی لیجیے کہ اگر مس زیبا آپ سے ملنے یہاں آئے تو کیا آپ اُسے دھکے دے کر باہر نکال دیں گی!"

طاہرہ نے ابھی جواب میں کچھ کہا نہ تھا کہ دروازے پر بڑے زور کی دستک ہوئی اور ساتھ ہی آواز آئی — " مس طاہرہ! مس طاہرہ!"

طاہرہ نے فوراً پہچان لیا — یہ مس زیبا کی آواز تھی — کراہت اور ناگواری کی لکیریں اُس کی پیشانی پر ابھر آئیں۔ اُس نے کہا:

" شیطان کا نام لو اور وہ موجود!"

حمیرا خانم مسکرا دی اور کہنے لگی:

"جا کے دیکھیے تو سہی کہ یہ شیطان کیا کہتا ہے!"

"دیکھتی ہوں" طاہرہ نے کہا اور پھر اُٹھ کر باہر کے دروازے کی طرف بڑھی۔

اُس نے دروازہ کھولا تو باہر مس زیبا کھڑی تھی اور اس کے انداز سے بڑی گھبراہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔ اُس نے طاہرہ کو دیکھتے ہی کہا:

"مس طاہرہ! تمھیں جعفری صاحب نے بلایا ہے — فوراً بلایا ہے۔!"

"کیا بات ہے!" طاہرہ نے کہا:

"ان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے مس طاہرہ!" مس زیبا نے اسی گھبراہٹ کے عالم میں کہا۔

"طبیعت نہیں، نیت خراب ہو گئی ہو گی" طاہرہ نے آہستہ سے کہا۔

"تمھیں تو سارے جہان کی نیت خراب نظر آتی ہے!" مس زیبا نے کہا "لیکن میں سچ کہہ رہی ہوں۔ جعفری صاحب کی طبیعت سخت خراب ہے اور وہ تمھیں بُلا رہے ہیں۔"

زیبا کے لہجے میں بلا کی گھبراہٹ تھی — طاہرہ نے پہلے تو چاہا کہ انکار کر دے لیکن پھر کچھ سوچتے ہوئے کہا:

"اچھا تم چلو — میں ابھی تھوڑی دیر میں آتی ہوں!"

"زیادہ دیر نہ کرنا" مس زیبا نے جاتے ہوئے کہا

نیرا خانم کو رخصت کر کے طاہرہ ہسپتال پہنچی۔ ابھی وہ جعفری صاحب کے کمرے سے کچھ دُور ہی تھی کہ اُسے مس شہلا اپنی طرف آتی دکھائی دی۔ جب وہ قریب آئی تو طاہرہ نے پوچھا۔

"یہ کیا بات ہے مس شہلا! کیا جعفری صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی ہے؟"

"جی ہاں!" مس شہلا نے جواب دیا۔

"لیکن کل تک تو وہ بھلے چنگے تھے!" طاہرہ نے حیرانی سے کہا۔

"بات یہ ہوئی مس طاہرہ!" مس شہلا نے کہا" سہ پہر کے وقت ہی مس زیبا جعفری صاحب کے کمرے میں گئی تھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ہی نہ جانے کیسے جعفری صاحب کا وہ درد ایک خوفناک انگڑائی لے کر جاگ اُٹھا جس کے مداوے کے لیے وہ ہسپتال میں داخل ہوئے تھے ــــــ اُس عجیب چوٹ کی وہ کربناک ٹیس پھر بیدار ہو گئی جنھیں ہمارے انجیکشنوں اور مرہموں نے آرام کی نیند سُلا رکھا تھا ــــــ اور وہ بالکل اُسی طرح ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے جس طرح ہسپتال میں لائے جانے کے وقت تڑپ رہے تھے ــ!"

"تو گویا آپ لوگوں کی سب محنت اکارت گئی!" طاہرہ نے کہا

"نہیں!" مس شہلا نے کہا" ــــــ اُن کی حالت بگڑتے ہی ڈاکٹر صاحب

کو بُلا لیا گیا تھا۔ اُنھوں نے کئی انجیکشن لگا کر جعفری صاحب کے درد کی ٹیسوں کو پھر آرام کی نیند سُلا دیا ہے ـــــ اگر آج ان کی طبیعت خراب نہ ہوتی تو شاید ایک ہفتے تک اُنھیں یہاں سے ڈسچارج کر دیا جاتا ـــــ اب شاید ایک ہفتہ اور بھی لگ جائے ـ!"

"میں چل کے اُنھیں ملتی ہُوں" طاہرہ نے کہا

"اندر آغا صاحب اور روزی بھی ہیں" مس شہلا نے کہا" اور مس زیبا تو ہے ہی!"

"چلو یہ اور بھی اچھا ہے!" طاہرہ نے کہا" اس بہانے روزی سے بھی ملاقات ہو جائے گی ـــ اُس سے ملے بھی تو کافی دِن ہو گئے ہیں ـــ!"

مس شہلا سے اس گفتگو کے بعد طاہرہ جعفری صاحب کے کمرے کی طرف بڑھی ـــــ اندر سے آغا صاحب کا ایک زوردار قہقہہ سنائی دیا اور وہ ٹھٹک کر دروازے کے باہر ہی کھڑی ہو گئی ـــ اس کے ساتھ ہی اُسے مس زیبا کی آواز سنائی دی۔

"آپ فکر نہ کریں آغا صاحب! آپ کا نشانہ خطا نہیں جائے گا!"

طاہرہ مس زیبا کے الفاظ سُن کر چونک سی گئی ـــــ وہ سوچنے لگی کہ آغا صاحب کہاں نشانہ لگانا چاہتے ہیں اور مس زیبا کو اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے ـــــ لیکن اس کا ذہن کسی واضح نتیجے پر نہ پہنچ سکا ـــــ چنانچہ اس نے مزید کچھ سوچنے کی بجائے دروازہ کھولا اور اندر

داخل ہو گئی۔

"او مس طاہرہ!" آغا صاحب اُسے آتے دیکھ کر بولے "آئیے آئیے! بڑی دیر کی آپ نے آتے آتے ۔۔۔۔ جعفری صاحب تو آج مر ہی چلے تھے۔۔!"

طاہرہ کے جی میں آئی کہ کہہ دے "مر ہی جاتے تو کتنا اچھا ہوتا" ۔۔۔۔ لیکن اُس نے مُسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے جعفری صاحب کو سلام کیا اور کہا:

"میں تاخیر کے لیے معذرت چاہتی ہوں جناب! میرے ہاں مہمان آئے ہوئے تھے' اس لیے دیر ہو گئی۔ اور پھر جناب بات یہ بھی ہے کہ مجھے جب مس زیبا نے جا کر بتایا تو مجھے بالکل یقین نہیں آتا تھا۔"

آغا صاحب جعفری صاحب کے پلنگ کے پاس ہی کرسی ڈالے بیٹھے تھے ۔۔۔۔ پائنتی کی طرف روزی اور مس زیبا کرسیوں پر بیٹھی تھیں ۔۔۔۔ جعفری صاحب جن کا چہرہ اب ہلدی کی طرح زرد تھا' زبردستی مُسکراتے ہوئے کہنے لگے:

"آپ نہیں جانتیں مس طاہرہ!" جعفری صاحب بولے "میں نے جب مس زیبا کو مس طاہرہ کی طرف بھیجا تو میری حالت کتنی خراب تھی ۔۔۔۔ مجھے یُوں محسوس ہو رہا تھا کہ میرا آخری وقت آپہنچا ہے۔ اور مجھے یقین ہونے لگا تھا کہ میں اس تازہ درد سے جانبر نہیں

ہو سکوں گا"۔۔۔

"خدا کا شکر ہے کہ اب خطرہ ٹل چکا ہے!" آغا صاحب نے کہا

"خدا نے چاہا تو آپ بہت جلد صحت یاب ہو جائیں گے!"

پھر آغا صاحب نے اچانک طاہرہ سے مخاطب ہو کر کہا:

"آپ کا کیا خیال ہے مس طاہرہ!"

"میں کیا خیال ظاہر کر سکتی ہوں آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا

"میں کوئی ڈاکٹر تو نہیں ہوں!"

"جعفری صاحب خدانخواستہ مر جاتے تو پھر!" آغا صاحب بولے

اور اپنے آپ پر ضبط کی ہزار کوشش کے باوجود طاہرہ کہہ اٹھی۔

"انہیں ابھی موت نہیں آ سکتی آغا صاحب!۔ انہیں مرنا ہوتا تو ہسپتال میں آنے سے پہلے ہی خودکشی کر کے مر گئے ہوتے۔۔۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ اجل ابھی انہیں اپنے گلے لگانے کے لیے تیار نہیں۔۔۔ جب تک مسلے ہوئے پھولوں۔۔۔ روندی ہوئی کلیوں اور ٹوٹے ہوئے آبگینوں کا حساب ان سے لے نہیں لیا جاتا۔۔۔ ان کی روح قبض نہیں کی جائے گی۔۔!"

"طاہرہ!" جعفری صاحب نہایت کرب سے چیخے۔۔۔ طاہرہ نے جعفری صاحب کی طرف دیکھا۔ اُن کا چہرہ غیظ و غضب نہیں،

التجا تھا — سراپا التجا — خاموش رہنے کی التجا — !

" یہ باتیں یہاں کرنے کی نہیں ہیں مس طاہرہ!" آغا صاحب نے کہا۔

" آپ نے مجھ سے اپنا خیال ظاہر کرنے کے لیے کہا تھا آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا" سو میں نے اپنا خیال ظاہر کر دیا ہے — اس کا اظہار دوسروں کے لیے ہی نہیں، خود میرے لیے بھی تکلیف دہ ہے — لیکن میں اپنے لیے یا دوسروں کے لیے جھوٹ نہیں بول سکتی — میری زبان پر وہی کچھ ہوتا ہے جو میرے دل میں ہوتا ہے — میں جو کچھ زبان سے کہتی ہوں وہی کچھ دل میں سوچتی ہوں!"

" آپ ایسی صاف گو اور صاف باطن عورتیں ہمیں بہت پسند ہیں مس طاہرہ!" آغا صاحب کہنے لگے " اور ہم......."

" آغا صاحب!" مس زیبا نے اچانک انھیں ٹوک کر کہا — مس زیبا کے لہجے میں کچھ ایسی بات تھی کہ آغا صاحب۔ جعفری صاحب اور خود طاہرہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا — صرف روزی بدستور اپنے آپ میں گُم بیٹھی رہی — نہ جانے مس زیبا کی نظروں میں کیا پیغام تھا کہ آغا صاحب فوراً خاموش ہو گئے — اور طاہرہ سوچنے لگی کہ آغا صاحب کیا کہنا چاہتے تھے — !

کچھ دیر تک کمرے میں خاموشی رہی۔ پھر طاہرہ نے جعفری صاحب سے مخاطب ہو کر کہا:

"میرے لیے اب کیا حکم ہے جناب!"

"آپ کے لیے!" جعفری صاحب نے سوچتے ہوئے اور اپنے سر کی پشت کو کھجاتے ہوئے کہا "آپ کو جس کام کے لیے بلایا تھا وہ تو ہونے کی نوبت ہی نہیں آئی ۔۔۔ موت آئی تھی لیکن دھوکا کھا کر چلی گئی ۔۔۔ تم شاید ٹھیک کہتی ہو کہ اجل ابھی ہمیں گلے لگانے کے لیے تیار نہیں ہے!"

طاہرہ خاموش رہی۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد جعفری صاحب کہنے لگے:

"یہاں ہسپتال میں آنے سے بھی پہلے ہم کئی بار ایک خاص مسئلے پر غور کرتے رہے ہیں۔ اس مسئلے کا تعلق سکول کے علاوہ خود آپ کی ذات سے بھی ہے۔ اطمینان سے بیٹھ جائیے تاکہ ہم اس بارے میں ہی چند ضروری باتیں کر لیں ۔۔۔ پھر شاید ہمیں اس کا موقع نہ مل سکے۔!"

طاہرہ نے جعفری صاحب کی یہ باتیں سن کر نہ جانے کیوں ایک بے چینی سی محسوس کی۔ اس نے روزی اور مس زیبا کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں یوں نگاہیں نیچی کیے بیٹھی تھیں جیسے یا تو انھیں کسی دوسرے سے کوئی سروکار ہی نہ ہو ۔۔۔ یا پھر وہ طاہرہ کی نگاہوں کا سامنا کرنے سے بچنے کی کوشش کر رہی ہوں ۔۔۔ پھر طاہرہ نے جعفری صاحب کی طرف دیکھا ۔۔۔ وہ آنکھیں بند کر کے شاید کسی سوچ میں کھو گئے تھے۔

طاہرہ نے آغا صاحب کی طرف دیکھا تو وہ قریب پڑی ہوئی خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے:

"بیٹھ جائیے مس طاہرہ!"

طاہرہ نے چند لمحے تک کچھ سوچا ــــ بے چینی کا احساس اُسے برابر تھا ــــ پھر وہ کرسی کھینچ کر ان سب سے ذرا ہٹ کر بیٹھ گئی اور کہا:

"فرمائیے جعفری صاحب!"

جعفری صاحب اسی طرح آنکھیں بند کیے کچھ سوچتے رہے ــــ جیسے وہ اپنی بات کا سرا تلاش کر رہے ہوں ــــ جیسے الفاظ منہ سے نکالنے سے پہلے ان کا وزن کر رہے ہوں ــــ پھر وہ آہستہ آہستہ کہنے لگے:

"بات یہ ہے مس طاہرہ! آپ اور مس زیبا دونوں کا وجود ہمارے سکول کے لیے بڑا قیمتی ہے ــــ آپ دونوں کی محنت اور ریاضت نے اس سکول کی شہرت پیدا کرنے میں بڑا حصہ لیا ہے ــــ لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ آپ دونوں کی آپس میں نہیں بنتی ــــ حالانکہ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر آپ دونوں آپس میں مخاصمت رکھنے اور کھنچے کھنچے رہنے کی بجائے یک جان ہو کر کام کریں تو نہ صرف ہمارا سکول اور بھی ترقی کر سکتا ہے بلکہ آپ دونوں کو بھی بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے ــ!"

طاہرہ یہ بات سن کر حیران ہو گئی اور سوچنے لگی ـــــ یہ ایسی کون سی بات تھی کہ جو اس سے پہلے نہیں کہی جا سکتی تھی ـــــ آخر مس زیبا کس بات کے لیے یوں گھبرائے ہوئے انداز میں پیغام لے کر گئی تھی؟ کیا اس بات کا جعفری صاحب کی طبیعت کے خراب ہو جانے سے کچھ بھی تعلق ہے!

طاہرہ کا دل یہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا کہ جعفری صاحب نے مس زیبا کو اُس کے پاس محض اس لیے بھیجا تھا کہ جعفری صاحب مرتے وقت مس طاہرہ کو اپنے سرہانے دیکھنا چاہتے تھے ـــ اسی طرح اُسے یہ ماننے میں بھی تامل تھا کہ مس زیبا اور اس کے درمیان جعفری صاحب کی طرف سے صلح کرانے کی کوشش حقیقت پر مبنی ہے ـــ وہ سوچنے لگی کہ یقیناً اصل بات کچھ اور ہے ـــ ہو سکتا ہے کہ جعفری صاحب دیکھ کر کہہ رہے ہیں ـــ وہ کسی اور بات کی تمہید ہو ـــ لیکن طاہرہ نے اپنی تمام سوچوں اور تاثرات کو دباتے ہوئے کہا:

"آپ کو کسی نے غلط بتایا ہے جناب! مجھے مس زیبا سے کوئی مخاصمت نہیں ہے۔"

"کیوں مس زیبا!" جعفری صاحب بولے "تم تو کہہ رہی تھیں کہ مس طاہرہ میری جان کی دشمن ہے ـــ آپ ہی کے سامنے تو کہا تھا آغا صاحب!"

مس زیبا سر جھکائے بیٹھی رہی جیسے نظریں اُٹھانے اور جعفری صاحب کی بات کا جواب دینے سے ہچکچا رہی ہو۔ آغا صاحب نے کہا:

"ہاں بھئی مس زیبا! تم نے کچھ ایسا ہی تو کہا تھا کہ مس طاہرہ مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتی ہے —— کیوں مس روزی!"

روزی آغا صاحب کی زبان سے اپنا نام سن کر چونک سی گئی —— شاید وہ اس گفتگو میں شریک ہونا یا شامل کیا جانا پسند نہیں کر رہی تھی۔ اپنا نام سن کر اُس نے نظریں اُٹھا کر دیکھا —— اسی لمحے اُس کی نظریں طاہرہ کی نظروں سے ٹکرائیں اور شرمندگی اور خجالت کے احساس سے فوراً جھک گئیں —— اسی خجالت کے انداز میں اُس نے کہا:

"مس زیبا نے تو یہ کہا تھا جناب! کہ مس طاہرہ کا بس چلے تو میرا گلا گھونٹ کر رکھ دے —!"

"خیر! تم نے جو کچھ بھی کہا، اس کا مطلب تو ایک ہی نکلتا ہے مس زیبا!" جعفری صاحب بولے۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا جناب!" مس زیبا نے کہا — وہ اب بھی اُسی طرح نظریں جھکائے ہوئے تھی — طاہرہ کے لیے اُس کا یہ انداز بے حد حیران کن تھا!

"تمہارا مطلب جو کچھ بھی تھا، وہ ہم پہ ظاہر ہے مس زیبا!"

جعفری صاحب بولے "اسی طرح ہمارا مطلب جو کچھ بھی ہو، وہ تم پر ظاہر ہو جانا چاہیے — ہم چاہتے ہیں کہ تم دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے لیے کوئی تلخی نہیں ہونی چاہیے —!"

طاہرہ اس عجیب ناٹک پر سخت کوفت محسوس کر رہی تھی — وہ سوچنے لگی کہ آخر یہ ناٹک کس لیے رچایا جا رہا ہے — جعفری صاحب اُسے خاموش پاکر بولے :

"مس طاہرہ! یقیناً آپ کو مس زیبا سے کئی جائز شکایتیں ہوں گی — یقیناً اس نے ایک بار نہیں، کئی بار — آپ سے زیادتی کی ہو گی — اس لحاظ سے اگر آپ اُسے اپنی دشمن تصور کریں تو آپ کو حق بجانب ٹھہرایا جا سکتا ہے لیکن مس طاہرہ! آپ ایک بلند ہمت، بلند اخلاق اور بہادر خاتون ہیں — اور اپنے دشمن کو معاف کر دینا سب سے بڑی بہادری ہے —!"

طاہرہ کو جعفری صاحب کی زبان سے یہ الفاظ بالکل کھوکھلے محسوس ہو رہے تھے — اُس نے دل میں سخت کوفت محسوس کرنے کے باوجود اپنے جذبات کو دباتے ہوئے کہا:

"میرے دل میں مس زیبا کے لیے کوئی تلخی نہیں ہے جناب!"

"اور تم کیا کہتی ہو مس زیبا!" جعفری صاحب بولے "کہیں تلخیں اور باتوں کے علاوہ اس بات پر تو مس طاہرہ سے پرخاش نہیں ہے کہ اُسے دو کی بجائے تین ترقیاں مل گئی ہیں!"

"مجھے اس بات پر کیا پرخاش ہو سکتی ہے جناب!" مس زیبا نے بدستور نظریں جھکائے ہوئے کہا "آپ نے مجھے دو ترقیوں کا مستحق سمجھا، مجھے دو ترقیاں دے دیں۔ مس طاہرہ کو تین ترقیوں کا مستحق سمجھا، اُسے تین ترقیاں دے دیں ——— میں اس پر اعتراض کرنے والی کون ہوتی ہوں ——— اور اس میں مس طاہرہ سے پرخاش رکھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"تو اس کا مطلب ہے کہ تمہارے دل میں بھی مس طاہرہ کے لیے کوئی تلخی نہیں ہے!" جعفری صاحب بولے۔

"جی!" مس زیبا نے جواب دیا۔

"تو اٹھو اور اٹھ کر مس طاہرہ سے گلے ملو!" جعفری صاحب بولے "اپنے دل سے تمام کدورتوں کو دھو ڈالو اور آئندہ مخلص دوستوں کی طرح رہو ———!"

طاہرہ دزدیدہ نگاہوں سے مس زیبا کا جائزہ لے رہی تھی۔ جعفری صاحب کی بات سُن کر مس زیبا چند لمحے سر جھکائے کچھ سوچتی رہی ——— پھر اس نے نظریں اٹھا کر جعفری صاحب کی طرف دیکھا اور جیسے جعفری صاحب کی نظروں نے کوئی اشارہ کیا ہو، وہ اپنی کرسی سے اٹھی اور اپنی دونوں باہیں پھیلائے طاہرہ کی طرف بڑھی۔ جعفری صاحب طاہرہ سے مخاطب ہوئے:

"مس طاہرہ! آپ بھی پچھلی کدورتوں کو بھول جائیے ———

اُٹھیے اور اُٹھ کر مس زیبا کو گلے لگا لیجیے!"

نہ چاہتے ہوئے بھی طاہرہ اُٹھ کھڑی ہوئی ـــــ اُس کی ان تمام حرکات میں تصنع کی جھلک صاف دکھائی دے رہی تھی لیکن وہ خاموش رہی ـــــ مس زیبا نے آگے بڑھ کر طاہرہ کے گلے میں باہیں ڈال دیں ـــــ با دلِ نخواستہ طاہرہ بھی مس زیبا سے بغل گیر ہو گئی۔

"مبارک ہو! مبارک ہو!" آغا صاحب نے کہا "مبارک ہو جعفری صاحب ـــــ مبارک ہیں وہ لوگ جو صلح کراتے ہیں!"

"خدا کرے یہ صلح اور دوستی نہایت پائیدار رہے!" جعفری صاحب بولے۔

"میں اب اجازت چاہتی ہوں جناب! مجھے جا کے شوکت میاں کو پڑھانا ہے۔" طاہرہ نے کہا۔

"تھوڑی دیر انتظار کیجیے مس طاہرہ!" آغا صاحب نے کہا "پھر ہم اکٹھے ہی چلے چلیں گے۔"

"کہیں دیر نہ ہو جائے آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا۔

"دیر کیسی مس طاہرہ! ـــــ تم چل کے گاڑی میں بیٹھو ہم ابھی آتے ہیں!"

طاہرہ آغا صاحب کے لہجے کی بے تکلفی سے چونک سی گئی ـــــ اب تک آغا صاحب اُسے ہمیشہ آپ کہہ کر مخاطب کرتے رہے تھے ـــــ وہ سوچنے لگی کہ کہیں یہ جعفری صاحب کی طرح

تم سے توپر آ جانے کی انتہا تو نہیں ہے — غیر ارادی طور پر اُسے جھرجھری سی آگئی — مس زیبا نے کہا:

"آغا صاحب! ناگوار نہ ہو تو ہمیں بھی ساتھ لے چلیے۔ کہیں راستے میں اتار دیجیے گا۔"

"کیوں نہیں! کیوں نہیں!" آغا صاحب بولے "تم دونوں چل کے گاڑی میں بیٹھو — تم بھی چلو مس روزی! ہم ابھی آجاتے ہیں!"

باب ۱۶

آغا صاحب کار خود چلا رہے تھے۔ مس زیبا اُن کے ساتھ کی نشست پر تھی ـــــ روزی اور طاہرہ دونوں پچھلی نشست پر تھیں ـــــ اور یوُں خاموش بیٹھی تھیں جیسے وہ ایک دوسرے کے وجود سے قطعی بے نیاز ہوں ـــــ طاہرہ آغا صاحب اور مس زیبا کی باتوں پر غور کر رہی تھی ـــــ وہ جتنا زیادہ غور کرتی، اتنی ہی زیادہ اُسے اُلجھن محسوس ہوتی ـــــ اُسے یہ تو صاف نظر آ رہا تھا ـــــ کہ روزی کی خاموشی تو اُسے بے حد پُر اسرار نظر آ رہی تھی ـــــ طاہرہ سوچنے لگی کہ شاید بعض ناگفتنی مصلحتوں اور مجبوریوں نے روزی کو اپنے ہونٹ سی لینے پر مجبور کر دیا ہے ـــــ!

طاہرہ نے جب بھی نظریں اٹھا کر دیکھا، روزی کو اپنی نگاہوں کا سامنا کرنے سے گریز کرنے کی کوشش کرتے پایا ـــــ اگلی سیٹ پر مس زیبا آغا صاحب کے ساتھ یوُں چمٹی بیٹھی تھی جیسے شیر کے ساتھ چپکی ہوئی مکھی ـــــ جیسے مس زیبا یا آغا صاحب کو یہ خیال ہی نہ ہو کہ کار میں اُن دونوں کے علاوہ

کوئی اور وجود بھی ہے ——— یا شاید وہ روزی اور طاہرہ سے پردہ کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے ———!

ایک چوک میں پہنچ کر مس زیبا نے آغا صاحب کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"آغا صاحب! مجھے یہیں کہیں اتار دیجیے!"

آغا صاحب نے مسکراتے ہوئے گاڑی ٹھہرائی۔ مس زیبا اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اٹھی اور بائی بائی کہتے ہوئے گاڑی سے اتر گئی ——— دو قدم چل کر وہ مڑی اور پچھلی سیٹ کی طرف آئی۔ پہلے روزی سے ہاتھ ملایا اور پھر طاہرہ سے ——— طاہرہ سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے کہا:

"خدا حافظ ——— مس ——— طاہرہ!"

لفظ مس پر اس نے بڑے معنی خیز انداز میں زور دیا جس سے طاہرہ چونک کر رہ گئی لیکن اس نے اپنی حیرانی کو دباتے ہوئے آہستہ سے کہا:

"خدا حافظ!"

اس کے بعد مس زیبا مسکراہٹوں کے پھول بکھیرتی ہوئی ایک طرف کو چل دی ——— اس کے چلے جانے کے بعد آغا صاحب نے کہا:

"مس روزی! تمہیں کہاں جانا ہے؟ گھر یا کہیں اور!"

"گھر جناب!" روزی نے جواب دیا۔

"تو چلو پہلے تمھیں گھر چھوڑ آئیں!" آغا صاحب نے گاڑی دوبارہ سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

کئی چھوٹی بڑی سڑکوں پر رینگنے اور کئی موڑ مڑنے کے بعد آغا صاحب نے ایک جگہ گاڑی روکی اور کہا:

"لو بس روزی! تمھاری منزل تو آگئی ہے۔"

"شکریہ صاحب!" روزی نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

"آئیے! اب ہم بھی اپنے گھر چلیں مس طاہرہ!" آغا صاحب نے پھر گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

گاڑی پھر آہستہ آہستہ سڑک کے سینے پر رینگنے لگی ــــ کسی آہستہ خرام حسینہ کی طرح ــــ!

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر جیسے خاموشی سے اکتا کر آغا صاحب نے بات شروع کی:

"مس طاہرہ! ہمیں جعفری صاحب کی زبانی یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کو تین ایڈوانس ترقیاں مل گئی ہیں ــــ آپ ہیں بھی تو بڑی قابل! ہمارے بچے کو کس محنت اور شوق سے پڑھاتی ہیں ــــ آپ سے پہلے کئی اُستانیاں آئیں اور گئیں ــــ لیکن اپنا شوکت کسی سے بھی اتنا مانوس نہیں ہوا ــــ یہ سب آپ کی ذہانت اور قابلیت کا کرشمہ ہے مس طاہرہ! ہم بھی سوچ

رہے ہیں کہ آپ کے معاوضے میں کچھ اضافہ کر دیا جائے ۔۔۔۔ !"

طاہرہ نے پھر چونک کر آغا صاحب کی طرف دیکھا لیکن جواب میں کچھ کہنے کی بجائے وہ خاموش ہی رہی ۔۔۔۔ وہ سوچنے لگی کر کہیں آغا صاحب کے یہ الفاظ میری محنت ، ذہانت اور قابلیت کے اعتراف کی بجائے میرے لیے ایک حسین دام کی حیثیت تو نہیں رکھتے ۔۔۔ !

" بھئی آپ نے ہماری بات کا جواب نہیں دیا !" آغا صاحب طاہرہ کو خاموش پا کر بولے " کیا آپ کو اس سے کوئی خوشی نہیں ہوئی ؟"

طاہرہ چند لمحے کے لیے خاموش رہی ۔ پھر اُس نے کہا :

" آغا صاحب ! مجھے اپنی محنت کا معقول معاوضہ مل رہا ہے ۔۔۔۔ اس میں اضافے کی خبر میرے لیے خوشی نہیں پریشانی کا پیغام لے کر آئے گی ؟"

" کیوں ؟" آغا صاحب نے حیرانی سے کہا ۔

" اس لیے کہ مزدور کو اس کی محنت کا معاوضہ جب اُس کی محنت سے زیادہ ملے تو یہ اس کے لیے اچھا نہیں ہوتا ۔۔۔۔ کبھی اچھا نہیں ہوتا !"

" آپ مزدور تو نہیں ہیں مس طاہرہ !" آغا صاحب بولے " اپنے آپ کو مزدور قرار دے کر اپنے حسین وجود کی توہین نہ کیجیے ۔۔۔۔ !"

طاہرہ کے لیے آغا صاحب کی یہ بات انتہائی چونکا دینے والی تھی ـــــ آج تک آغا صاحب نے اُس کے حسین ہونے کی طرف کبھی ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کیا تھا ـــــ وہ سوچنے لگی کہ آغا صاحب کا یہ بدلا بدلا اندازِ تخاطب آخر کس بات کی تمہید ہے ـــــ کہیں یہ بھی اپنے دوست کی تقلید کرنے کا تہیہ تو نہیں کیے ہوئے ہیں ـــــ کہیں ان پر بھی تو ہوس کا بھوت سوار نہیں ہو گیا ہے ـــــ!

یہ سب کچھ سوچنے کے باوجود طاہرہ خاموش رہی ـــــ سامنے سڑک پر کھڑا ہوا کوئی شخص ہاتھ دے رہا تھا۔ آغا صاحب نے ـــــ جو پہلے ہی گاڑی کو سست رفتار سے چلا رہے تھے۔ اُسے دیکھ کر گاڑی بالکل آہستہ کر دی اور پھر اُس کے قریب آکر گاڑی ٹھہراتے ہوئے بولے:

"کیا بات ہے بھئی!"

وہ شخص آغا صاحب کے قریب آکر بولا:

"آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے جناب!"

"کیا ہے؟" آغا صاحب نے کہا۔

"ذرا پرائیویٹ قسم کی بات ہے جناب!" اس شخص نے کہا "ذرا دو منٹ کے لیے باہر تشریف لے آئیں تو مہربانی ہو گی!"

آغا صاحب نے چند لمحے تک کچھ سوچا۔ پھر بولے:

"اچھا!"

پھر وہ طاہرہ کی طرف منہ کر کے سیٹ سے اُٹھتے ہوئے بولے:

"میں ابھی آیا مس طاہرہ!"

یہ کہہ کر اُنھوں نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر آ گئے ——— باہر آنے کے بعد وہ شخص اور آغا صاحب سڑک سے ذرا پرے ہٹ کر باتیں کرنے لگے ——— طاہرہ کچھ حیرانی اور گھبراہٹ کے عالم میں اُن دونوں کی طرف دیکھنے لگی ——— اُس کے دل میں کچھ عجیب سی تشویش تھی ——— جعفری صاحب، مس زیبا اور روزی گاڑی سے اُتر کر جا چکی تھیں اور وہ اکیلی ہی اس کار میں رہ گئی تھی ——— تو آغا صاحب کا رویہ اُسے کچھ اور زیادہ پُراسرار نظر آنے لگا تھا ——— وہ ایک خوف آمیز کیفیت سے آغا صاحب اور ان کے ساتھ کھڑے ہوئے شخص کی طرف دیکھ رہی تھی ——— ان کی باتیں تو طاہرہ کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھیں لیکن اُن کی حرکات و سکنات کو وہ صاف دیکھ سکتی تھی ———!

تھوڑی دیر بعد طاہرہ کو کچھ یوں دکھائی دیا جیسے اُس شخص نے اپنا ہاتھ جس میں ایک رومال پکڑا ہوا تھا، آغا صاحب کے چہرے پہ رکھ دیا ہے ——— اس کے چند لمحے بعد ہی اس شخص نے آغا صاحب کے جسم کو اپنے دونوں بازوؤں میں تھام کر اُنھیں

زمین پر ہی لٹا دیا —— شاید آغا صاحب بے ہوش ہو گئے تھے یا بے ہوش کر دیئے گئے تھے —— !

اس حیران کن منظر کو دیکھ کر طاہرہ خوف سے کانپ سی گئی لیکن ابھی اُس کی نظریں اُسی شخص اور آغا صاحب کی طرف ہی تھیں کہ کار کا اگلا اور پچھلا —— دونوں دروازے ایک خوفناک تیزی کے ساتھ کھلے —— طاہرہ نے چونک کر دیکھا —— دو اشخاص کار کے اندر داخل ہوئے —— ایک سٹیرنگ وہیل کی طرف بڑھا اور دوسرا خود طاہرہ کی طرف —— اور اس سے پہلے کہ طاہرہ کوئی حرکت کرتی یا مُنہ سے کوئی آواز نکالتی —— اُس کی طرف بڑھنے والے شخص نے ایک رومال اُس کی ناک پر رکھ دیا —— طاہرہ بے ہوش ہو گئی —— دوسرے ہی لمحے گاڑی سٹارٹ ہوئی اور فرّاٹے بھرتی ہوئی ایک طرف کو نکل گئی —— !

آغا صاحب کو ہوش آیا تو اُنھوں نے اپنے آپ کو ایک پُرتکلف اور نرم بستر پر دراز پایا —— اُنھیں یوں محسوس ہُوا جیسے مس طاہرہ اُن کے سامنے کھڑی مُسکرا رہی ہے —— ساتھ ہی آواز آئی:

"کیسی طبیعت ہے آپ کی آغا صاحب ؟"

اور اس آواز نے آغا صاحب کو چونکا دیا —— یہ مس طاہرہ

کی نہیں، مس زیبا کی آواز تھی۔ آغا صاحب نے ایک بار پھر اُس کی طرف دیکھا اور جھینپ سے گئے ___ اُن کے سامنے مس طاہرہ نہیں، مس زیبا کھڑی تھی ___ وہ مسکراتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئے اور پھر جیسے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے بولے :

"بھئی ہم کہاں ہیں مس زیبا؟"

"اپنے دوست جعفری صاحب کے مکان پر۔" مس زیبا نے جواب دیا۔

"اور وہ کبوتری کہاں ہے؟" آغا صاحب نے پوچھا

"اُسے گھونسلے میں پہنچا دیا گیا ہے جناب!" مس زیبا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ "اب کبوتر کو بھی وہاں پہنچ جانا چاہیے۔"

"کبوتر وہاں پہنچ جائے گا مس زیبا!" آغا صاحب بولے "ابھی تو کچھ پینے کے لیے لاؤ ___ ہمارا سر بڑی طرح چکرا رہا ہے ___ معلوم ہوتا ہے کم بخت نے کلوروفارم کچھ زیادہ ہی سونگھا دی ___!"

"ابھی سب ٹھیک ہو جائے گا صاحب!" مس زیبا نے کہا۔

پھر وہ ساتھ کے کمرے میں چلی گئی اور چند لمحوں بعد ہی شیشے کے ایک چھوٹے سے جام میں ارغوانی رنگ کی شراب لیے آئی ___ جام اُس نے آغا صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا :

"یہ لیجیے آغا صاحب! سو بیماریوں کی ایک دوا ہے" ___

آغا صاحب نے وہ جام مس زیبا کے ہاتھ سے لیا اور ایک ہی دم ساری کی ساری شراب اپنے حلق میں انڈیل لی ــــ پھر اسے حلق سے اتار کر سینے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے :

" آہا ! قسم خدا کی مزا آ گیا مس زیبا !"

پھر جیسے اُن کی آنکھیں ایک عجیب سی مستی سے چمک اُٹھیں اور وہ خالی جام مس زیبا کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے :

" ایک جام اور !"

" ابھی لاتی ہوں !" مس زیبا نے خالی جام تھامتے ہوئے کہا

" وہ نہیں مس زیبا !" آغا صاحب جھومتے ہوئے بولے

" یہ !"

اور " یہ " کہتے ہوئے انھوں نے مس زیبا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور کہا :

" یہ جام ــــ جس کا نشہ سو بوتلوں کے برابر ہے ــــ !"

مارے حیرانی کے شیشے کا جام مس زیبا کے ہاتھ سے فرش پہ گرا اور گرتے ہی چھن سے ٹوٹ گیا ــــ وہ چونک کر کہنے لگی :

" کیا آپ وہاں نہیں جائیں گے ؟"

" جائیں گے مس زیبا ! کیوں نہیں جائیں گے !" آغا صاحب نے کہا " یہ کبوتری تمھاری ذہانت ہی سے تو زیرِ دام آئی ہے ــــ سوچو تو سہی ! کیا تم داد کی حقدار نہیں ہو !"

مس زیبا نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا —— پھر ایک ادا کے ساتھ اُس نے اپنے جسم کو آغا صاحب کے بازوؤں میں گرا دیا اور کہنے لگی :

" آپ بھی بڑے وہ ہیں آغا صاحب! منزل کہیں، اور پڑاؤ کہیں!"

باب ۱۷
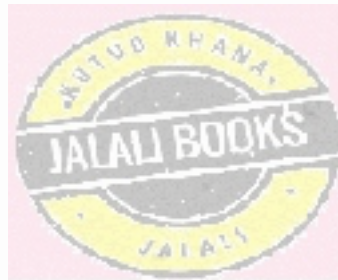
شکیل بڑی پریشانی کی حالت میں ڈرائنگ روم کے دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اُس کی نگاہیں بار بار کوٹھی کے بڑے دروازے کی طرف جاتیں اور واپس پلٹ آتیں۔

"چچا جان!"

شوکت نے اُس کے پاس آکر اُس کا ہاتھ ہلایا ـــــ اُس نے چونک کر شوکت کی طرف دیکھا، پھر کہا:

"کیا بات ہے شوکت میاں؟"

"چچا جان! کیا آج ہماری باجی نہیں آئیں گی؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں شوکت میاں!" شکیل نے کہا "اب تک تو تمہاری باجی کو بہرصورت آجانا چاہیے تھا ـــــ!"

"آبا جان بھی تو اب تک نہیں آئے چچا جان!" شوکت نے کہا۔

"تمہارے آبا جان بھی آجائیں گے شوکت میاں!" شکیل نے کہا "گھبرانے کی کوئی بات نہیں ـــــ تم اندر چل کے بیٹھو ـــــ تمہاری باجی ابھی تھوڑی دیر میں آجائیں گی ـــــ وہ بس سے آتی ہیں اور کبھی کبھی بس دیر سے ملتی ہے ـــــ شاباش! تم اندر چلو!

تمھاری باجی بس آیا ہی چاہتی ہیں ــــ!"

اُس نے چمکار پچکار کر شوکت کو اندر بھیج دیا ــــ لیکن خود اُسے کون چمکارتا پچکارتا ــــ اُس کا دل گھبرا رہا تھا اور بری طرح گھبرا رہا تھا ــــ اس وقت تک تو طاہرہ آکر شوکت میاں کو پڑھانے کے بعد واپس بھی چلی جاتی تھی ــــ لیکن آج وہ آئی ہی نہیں تھی اب تک ــــ کہیں کوئی حادثہ نہ ہو گیا ہو ــــ کہیں وہ بیمار نہ ہو گئی ہو ــــ!

لیکن خود اُس کے بڑے بھائی آغا ناصر حسین بھی تو اب تک نہیں آئے تھے ــــ بظاہر یہ فکر کی کوئی بات نہیں تھی ــــ لیکن شکیل نہ جانے کیوں ان دونوں باتوں پر ساتھ ساتھ غور کر رہا تھا ــــ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ان دونوں کے درمیان کچھ تعلق ہے ــــ جیسے یہ ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں ــــ!

پھر جب اُس کی یہ پریشانی ناقابلِ برداشت حد تک بڑھ گئی تو وہ باہر نکلا ــــ وہ چاہتا تو یہی تھا کہ خود طاہرہ کے گھر جا کر اُس کے متعلق پتا کرے ــــ لیکن وہ یہ سوچ کر باز رہا کہ نہ معلوم طاہرہ کی ماں اُس کے متعلق یا خود طاہرہ کے متعلق کیا خیال کرے ــــ چنانچہ وہ طاہرہ کے گھر جانے کی بجائے تمیرا خانم سے ملنے چل دیا۔

حمیرا خانم کو شکیل کے یوں بے وقت آنے پر بڑی حیرانی ہوئی لیکن شکیل نے جب اپنی پریشانی اُن کے سامنے رکھی تو وہ ہنستے ہوئے بولیں:

"آپ ناحق پریشان ہو رہے ہیں شکیل بھائی! طاہرہ اگر اب تک شوکت میاں کو پڑھانے نہیں آئی تو یقیناً ابھی تک ہسپتال ہی میں ہو گی۔ اُن کے سکول مینجر صاحب کی طبیعت کچھ زیادہ ہی خراب ہو گئی تھی۔ اس لیے اُنھوں نے مس زیبا کو بھیج کر دوبارہ اُسے بلوا لیا۔ وہ اُس سے کچھ ضروری باتیں بھی کرنا چاہتے تھے۔ میں وہیں مس طاہرہ کے گھر بیٹھی تھی جب مس زیبا یہ پیغام لے کر آئی — اس لیے عین ممکن ہے کہ مس طاہرہ ابھی تک ہسپتال میں ہی ہو —!"

"لیکن بھائی جان بھی تو ابھی تک گھر نہیں آئے!" شکیل نے کہا

"بھلا اُن کے متعلق آپ اتنا فکر کیوں کرتے ہیں شکیل بھائی!" حمیرا خانم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا دل بُری طرح گھبرا رہا ہے حمیرا باجی!" شکیل نے کہا "مجھے ان دونوں باتوں میں کچھ تعلق نظر آتا ہے —!"

"شکیل بھائی!" حمیرا خانم نے کہا "مس طاہرہ کے متعلق فکر کرنے کی بجائے صرف اپنے بھائی جان کے متعلق فکر کیجیے ۔

مس طاہرہ اپنی حفاظت کرنا جانتی ہے ـــــ وہ شخص اپنی بدبختی کو دعوت دے گا جو مس طاہرہ پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کرے گا ـــــ ویسے تو آپ کے بھائی جان بھی بچے نہیں ہیں کہ اگر وہ رات گئے تک گھر نہ آئیں تو آپ کو فکر لاحق ہو جائے ـــــ آخر اُن کے لیے رات کو دیر سے گھر آنا بلکہ رات بھر گھر سے باہر رہنا کوئی نئی بات تو نہیں ہے ـــــ اُن کی زندگی میں ایک نہیں، کئی راتیں ایسی آئی ہوں گی جب وہ گھر سے باہر رہے ہوں گے ـــــ!"

"باجی!" شکیل نے حمیرا خانم کے دونوں ہاتھ تھام لیے ـــــ "میرے پاس الفاظ نہیں کہ جو کچھ میں محسوس کر رہا ہوں، اُسے بیان بھی کر سکوں ـــــ یوں لگتا ہے جیسے یا تو کچھ ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے ـــــ اور اس کا تعلق بھائی جان اور مس طاہرہ دونوں کی ذات سے ہے۔"

حمیرا خانم نے نرمی سے اپنے ہاتھ چھڑا کر تھوڑی دیر کے لیے کچھ سوچا۔ پھر کہنے لگیں:

"شکیل بھائی! ممکن ہے کہ آنے والے واقعات آپ کے دل پر اپنا سایہ ڈال رہے ہوں ـــــ لیکن جو کچھ ہو چکا ہے، اُس پر آپ کی بھاگ دوڑ سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ـــــ اور جو کچھ ہونا ہے، وہ آپ کی بھاگ دوڑ کے باوجود ہو کر رہے گا ـــــ!"

"باجی!" شکیل نے جیسے التجا کی "مجھے بھائی جان سے زیادہ

مس طاہرہ کے متعلق فکر ہے۔"

"شکیل بھائی!" حمیرا خانم نے کہا "آپ مس طاہرہ کے متعلق فکر کرنا چھوڑ دیجیے۔ اُسے آپ کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے ——— وہ اپنی حفاظت کرنا جانتی ہے ——— اگر فکر ہی کرنا ہے تو اپنے بھائی جان کے متعلق کیجیے اور اس کا سیدھا سا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ جا کر اپنے بھائی جان کی پرائیویٹ سیکرٹری سے بات کریں!"

حمیرا خانم سے رخصت ہو کر شکیل سیدھا روزی کے ہاں پہنچا ——— شکیل کی بے وقت آمد پر اُسے حیرانی تو ہوئی، لیکن اتنی نہیں جتنی حمیرا خانم کو ہوئی تھی ——— شکیل نے جاتے ہی کہا:

"روزی! بھائی جان ابھی تک گھر نہیں پہنچے ——— شوکت کی طبیعت سخت خراب ہے ——— اور وہ برابر ڈیڈی! ڈیڈی!" پکارے جا رہا ہے ——— کیا تم بتا سکتی ہو کہ بھائی جان کہاں ہیں!"

"تو کیا آغا صاحب گھر نہیں پہنچے؟" روزی نے اپنے چہرے پر حیرانی کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا" وہ ہسپتال سے تو گھر کے لیے ہی روانہ ہوئے تھے ——— شکیل صاحب! وہ دفتر سے سیدھے ہسپتال چلے گئے تھے ——— میں بھی اُن کے ساتھ ہی تھی ——— وہاں وہ اپنے دوست جعفری صاحب کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے ——— پھر مس زیبا اور مس طاہرہ بھی وہیں آگئی

نہیں ـــــ شاید آپ جانتے ہی ہوں کہ جعفری صاحب اُن کے سکول منیجر ہیں ـــــ وہاں سے ہم چاروں ـــــ آغا صاحب، مس طاہرہ، مس زیبا اور میں آغا صاحب کی گاڑی میں ہی روانہ ہوئے تھے ـــــ مس زیبا اور میں تو راستے میں ہی اُتر گئے تھے ـــــ اس کے بعد آغا صاحب مس طاہرہ کو لے کر اپنی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئے تھے ـــــ!"

"لیکن وہ تو وہاں نہیں پہنچے روزی!" شکیل نے کہا۔

"تو پھر کہیں اور چلے گئے ہوں گے" روزی نے کہا "کوئی ہوٹل ـــــ کوئی کلب ـــــ رات تو کہیں بھی گزاری جا سکتی ہے شکیل صاحب! لیکن یہ تو بتایئے! کیا مس طاہرہ بھی نہیں پہنچی شوکت میاں کو پڑھانے کے لیے ـــــ!"

"نہیں!" شکیل نے مختصر سا جواب دیا۔

"تو پھر کتنے تعجب کی بات ہے!" روزی نے کہا "دو مسافر ـــــ آغا صاحب اور مس طاہرہ ـــــ ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ سے ایک ہی منزل کی طرف ـــــ ایک ہی راستے سے اور اکٹھے ـــــ روانہ ہوئے ـــــ اور دونوں میں سے کوئی بھی اس منزل تک نہیں پہنچا ـــــ اور آپ ہیں کہ صرف ایک مسافر کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے اتنی رات گئے یہاں آئے ہیں!"

"اس لیے کہ وہ مسافر نمبر ۲ بڑا عجائی ہے" شکیل نے جواب دیا۔

"کیا دوسرے مسافر سے آپ کا کچھ رشتہ نہیں!" روزی نے طنز سے کہا۔ "کیا آپ دل پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتے ہیں شکیل صاحب! کہ مس طاہرہ آپ کی کچھ نہیں لگتی!"

شکیل نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا ـــــ اور چند لمحے بعد کہنے لگا:

"نہیں روزی! مجھے طاہرہ کے بارے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ مجھے اس کا حق پہنچتا ہے!"

شکیل کی زبان سے یہ الفاظ سن کر روزی نے حیرت اور استعجاب سے شکیل کے چہرے کی طرف دیکھا ـــــ اس کا خیال تھا کہ شاید شکیل نے یہ الفاظ محض مذاق میں کہہ دیئے ہیں ـــــ لیکن شکیل کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی ـــــ روزی نے بھرپور حیرت سے کہا:

"تو کیا محبت کا دریا اُتر چکا ہے شکیل صاحب؟"

"یہ دریا چڑھا ہی کب تھا روزی!" شکیل نے اپنے دلی جذبات کو دبا کر اپنے لہجے میں کرختگی پیدا کرتے ہوئے کہا "جس کے سینے کی جگہ پتھر ہو، اس سے کوئی کب تک محبت کر سکتا ہے"

شکیل نے اپنے دل پر بڑا جبر کر کے یہ سب کچھ کہا ـــــ ورنہ اس کا دل تو طاہرہ ـــــ اور صرف طاہرہ ـــــ کے غم میں خون

کے آنسو رو رہا تھا ــــــ روزی نے کہا:

"یہ تو آج میں بالکل نئی باتیں سُن رہی ہُوں شکیل صاحب! کل تک تو آپ اُٹھتے بیٹھتے مس طاہرہ کا ہی کلمہ پڑھا کرتے تھے ــــــ آج کیا بات ہو گئی!"

"روزی!" شکیل نے خشمگیں ہو کر کہا: "تم مجھے اِدھر اُدھر کی باتوں میں لگا کر ٹالنا چاہتی ہو ــــــ مجھے ٹھیک بتاؤ کہ بھائی جان کہاں ہیں! اگر شوکت کو کچھ ہو گیا، تو یہ تمھارے لیے بھی اچھا نہ ہو گا ــــــ تم خود جانتی ہو کہ وہ شوکت سے کتنا پیار کرتے ہیں ــ!"

"یہ تو میں جانتی ہُوں شکیل صاحب!" روزی نے شکیل کے غصّے کو قطعاً نظر انداز کر کے ایک ادا کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا: "میں تو یہ بھی جانتی ہُوں کہ وہ شوکت میاں کے علاوہ اور کس کس سے کتنا کتنا پیار کرتے ہیں ــــــ آخر اُن کی پرائیوٹ سیکرٹری ہوں ــــ لیکن میرا خیال تھا کہ وہ اس وقت گھر پہ ہی ہوں گے ــــ اور اگر گھر پہ نہیں ہیں تو پھر مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں اور کس سے پیار کر رہے ہیں ــــــ ویسے یہ بھی ممکن ہے شکیل صاحب! کہ آپ کے بھائی جان اور مس طاہرہ جس منزل کے لیے روانہ ہوئے تھے، اُس منزل کی بجائے کسی اور منزل کی طرف نکل گئے ہوں" ــــــ

روزی کی یہ بات سن کر شکیل چند لمحے خاموش رہا ــــــ پھر جب اُس نے زبان کھولی تو ایک عجیب سی بے بسی اُس کے لہجے سے

ٹپک رہی تھی۔ اس نے کہا :

" تو تمہیں واقعی کچھ معلوم نہیں روزی ! کہ بھائی جان اس وقت کہاں ہیں ؟ "

" نہیں " روزی نے مختصر سا جواب دیا — پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہنے لگی :

" شکیل صاحب ! یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کے لیے آپ اتنے فکر مند ہوں — آغا صاحب کے لیے رات کو دیر سے گھر آنا یا رات بھر گھر سے غائب رہنا کوئی نئی بات تو نہیں ہے — آپ تو اُن کے متعلق یوں تشویش ظاہر کر رہے ہیں جیسے وہ کوئی دودھ پیتے بچے ہوں — ! "

شکیل خاموش رہا تو روزی نے اسے چھیڑنے کے انداز میں کہا :

" کہیں یہ تشویش آغا صاحب کی بجائے دوسرے مسافر کے لیے تو نہیں ہے شکیل صاحب ! "

" روزی ! " شکیل نے ایک دم غصے سے کہا — لیکن پھر خاموش ہو گیا۔

چند لمحوں تک خاموش وہ کچھ سوچتا رہا اور پھر ایک دم وہاں سے چلا آیا — !

باب ۱۸

روزی کے ہاں سے نکل کر شکیل پھر سوچنے لگا کہ کیا کرے اور کہاں جائے۔ اس کی پریشانی لحظہ بہ لحظہ اس قدر بڑھتی جارہی تھی کہ اس نے سوچا کہ کچھ بھی ہو، مجھے طاہرہ کے مکان پر جاکر بتا ضرور کرنا چاہیئے ——— !

شکیل یہ ٹھان کر مس طاہرہ کے گھر کی طرف روانہ ہؤا ——— لیکن سڑک پر کچھ دور چلنے کے بعد ایک کار اس کے قریب آکر رُکی اور ساتھ ہی ایک نسوانی آواز نے اس کا نام پکارا:

"شکیل صاحب !"

شکیل کے قدم وہیں رُک گئے ——— اس نے پلٹ کر دیکھا ——— کار کا دروازہ کھلا اور اندر سے مس زیبا برآمد ہوئی ——— اس نے بڑی ادا سے کہا:

"شکیل صاحب ! آپ کہاں پھر رہے ہیں اس وقت ! میں کتنی دیر سے آپ کو تلاش کر رہی ہوں۔"

شکیل نے دیدہ و دانستہ مس زیبا کی طرف اس انداز سے دیکھا جیسے وہ اُسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو ———

"شکیل صاحب آپ نے پہچانا نہیں مجھے ؟"

شکیل نے پہچان تو پہلی ہی نظر میں لیا تھا ـــــ لیکن اُس نے بظاہر اپنے دماغ پر زور دیتے ہوئے کہا:

"کیا میں مس زیبا کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں ؟"

"جی !" مس زیبا نے مسکراتے ہوئے کہا ـــــ پھر وہ جیسے یک دم سنجیدہ بلکہ تشویشناک لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہنے لگی:

"شکیل صاحب! مجھے آغا صاحب نے آپ کی طرف بھیجا تھا۔"

شکیل نے لہجے کی اس یک بیک اور سراسر مصنوعی تبدیلی کو محسوس تو صاف طور پر کیا لیکن ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اُس نے جلدی سے کہا:

"کہاں ہیں وہ ؟"

"ہمارے مینیجر سید اشتیاق حسین جعفری کی کوٹھی میں" مس زیبا نے جواب دیا۔

"مجھے فوراً اُن کے پاس لے چلیے مس زیبا !" شکیل نے کہا "میں اُن ہی کا پتا کرنے نکلا تھا۔"

"آپ دونوں بھائیوں میں بہت پیار معلوم ہوتا ہے شکیل صاحب!" مس زیبا نے جیسے زبردستی کی مسکراہٹ اپنے چہرے پر پیدا کر کے کہا۔ "آپ آغا صاحب کی تلاش میں نکلے اِدھر آغا صاحب نے مجھے آپ کی تلاش میں بھیج دیا ـــــ میں پہلے ناصر منزل پہنچی ـــــ پھر مس درزی کے ہاں ـــــ یہ بھی اتفاق تھا کہ آپ سڑک پر ہی مل گئے ـــــ آئیے

اب جلدی چلیں ـــــ معاملہ کچھ سنگین نوعیت کا ہے ـــــ آغا صاحب خود آپ کو سب کچھ بتا دیں گے ـــــ!"

شکیل نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا ـــــ پھر اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہوئے خاموشی سے کار کی پچھلی سیٹ پر جا بیٹھا مس زیبا بھی اس کے ساتھ ہی پچھلی سیٹ پر آ گئی۔ مس زیبا کے بیٹھتے ہی ڈرائیور نے گاڑی سٹارٹ کر دی ـــــ!

شکیل خاموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا ـــــ مس زیبا نے یہ کہہ کر کہ معاملہ کچھ سنگین نوعیت کا ہے، اُس کی پریشانی میں اضافہ کر دیا تھا ـــــ وہ سوچ رہا تھا اور دل میں دُعا مانگ رہا تھا کہ خدا خیر کرے ـــــ لیکن اس کی یہ دُعا آغا صاحب سے کہیں زیادہ طاہرہ کے متعلق تھی ـــــ!

"آپ کیا سوچ رہے ہیں شکیل صاحب؟"

مس زیبا نے شکیل کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور وہ چونک سا گیا ـــــ مس زیبا مُسکرا دی اور پھر کہنے لگی:

"آپ کس سوچ میں ہیں شکیل صاحب؟"

شکیل نے جیسے خود کو سنبھالنے کے لیے پہلو بدلا ـــــ پھر کہنے لگا:

"میں بھائی جان کے متعلق سوچ رہا ہوں مس زیبا! آپ نے کہا تھا کہ......"

"آپ کے بھائی جان خیریت سے ہیں شکیل صاحب!" مس زیبا نے ٹوک کر کہا۔

"لیکن آپ نے کہا تھا کہ معاملہ کچھ سنگین نوعیت کا ہے!" شکیل بولا۔

"وہ آپ کو آغا صاحب کی زبانی معلوم ہو جائے گا شکیل صاحب!" مس زیبا نے کہا۔

شکیل خاموش رہا ـــــ مس زیبا اب بھی اُس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھی ـــــ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک عجیب سے لہجے میں کہا:

"شکیل صاحب! آپ پھر ملیں گے میرے ساتھ؟ کل یا پرسوں شام ـــــ پہلے کسی ہوٹل میں کھانا کھائیں گے، پھر پکچر ـــــ خاصی پُرلطف شام رہے گی۔"

شکیل کا جی چاہا کہ وہ مس زیبا کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ چھڑا لے اور چلتی گاڑی سے ہی دروازہ کھول کر باہر کود جائے ـــــ لیکن اس نے اپنے دلی جذبات پر قابو رکھا اور ملائمت سے کہا:

"مس زیبا! میں ایسی شامیں گزارنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"آپ کے بھائی جان تو ہیں!" مس زیبا نے کہا:

"ہوں گے!" شکیل نے بے نیازی سے کہا

تھوڑی دیر پھر خاموشی رہی۔ پھر مس زیبا نے کہا:

"شکیل صاحب! میں معافی چاہتی ہوں ـــــ معلوم نہیں آپ کیا سمجھے ـــــ میرا مقصد صرف آپ کو پکچر کی دعوت دینا تھا ـــــ میرا خیال ہے اس سے تو آپ کو انکار نہیں ہو گا ـــــ!"

شکیل جواب دینے کی بجائے خاموش رہا ـــــ

شکیل کو کچھ سوچتے دیکھ کر مس زیبا کہنے لگی:

"آپ پھر کس سوچ میں پڑ گئے شکیل صاحب! شاید میں اپنا مافی الضمیر صحیح طور پر ادا نہیں کر سکی۔ شاید آپ اسے خوشامد قرار دیں لیکن حقیقت یہی ہے شکیل صاحب کہ آپ کی وجاہت اور دلکش شخصیت نے میرے دل پر ایک پُر اسرار ہیبت طاری کر دی ہے ـــــ جبھی تو مجھے اظہارِ مُدعا کے لیے موزوں الفاظ نہیں ملتے۔ تبھی تو میں اپنے دل کی بات مناسب الفاظ میں نہیں کہہ پاتی!"

یہ کہہ کر مس زیبا نے شکیل کے چہرے کا جائزہ لیا ـــــ شاید وہ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ شکیل پر اس خوشامد اور تعریف کا کچھ اثر ہوا ہے کہ نہیں ـــــ لیکن شکیل پہلے کی طرح خاموش اور سر جھکائے ہوئے تھا ـــــ شاید مس زیبا کی تمام خوشامد محض اس کے سر پر سے گزر گئی تھی ـــــ مس زیبا نے پھر اُس کے ہاتھ کو ذرا زور سے دبایا اور کہا:

"شکیل صاحب!"

"جی!" شکیل نے جیسے چونک کر کہا "آپ کیا کہہ رہی تھیں مس زیبا!"

مس زیبا مسکرا دی ـــــ جیسے بگڑی بات بن گئی ہو ـــــ پھر

کہنے لگی :

" میں یہ عرض کر رہی تھی شکیل صاحب ، کہ کیا مجھے یہ شرف حاصل نہیں ہو سکتا کہ آپ جیسے وجیہہ و شکیل اور بہ صفت موصوف نوجوان کو اپنا دوست شمار کر سکوں ۔ !"

غیر ارادی طور پر شکیل مسکرا دیا ۔

" تو کیا آپ اب تک مجھے اپنا دشمن شمار کرتی آئی ہیں ۔ مس زیبا !"

" نہیں تو !" مس زیبا نے کہا ــــــ وہ جھینپ سی گئی ــــــ نہ جانے کیوں وہ شکیل کے سامنے اپنے آپ کو بے بس سی محسوس کر رہی تھی ۔ شکیل نے مسکراتے ہوئے ہی کہا :

" تو یقین رکھیے مس زیبا ! مجھے بھی آپ سے یا آپ کی ذات سے کوئی دشمنی نہیں ہے ۔"

" شکریہ !" مس زیبا نے کہا ۔

" سچ تو یہ ہے مس زیبا !" شکیل نے کہا " آپ ایسی حسین عورت سے دشمنی کرنا حسن کی توہین ہے ــــــ ایک شاعر دنیا کے ہر جرم کا مرتکب ہو سکتا ہے لیکن حسن کی توہین کرنا تو ایک طرف رہا ، اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا !"

شکیل نے اپنی دلی پریشانی کو چھپاتے ہوئے بڑی جرأت کر کے یہ الفاظ کہے تھے ــــــ لیکن ان الفاظ کا مس زیبا پر وہی اثر ہوا جو

ہونا چاہیے تھا ــــ تمام بے باکیوں کے باوجود اُس کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور شکیل کے ہاتھ پر اُس کے ہاتھوں کی گرفت کمزور پڑ گئی ــــ لیکن شکیل اپنا ہاتھ چھڑانے ہی لگا تھا کہ مس زیبا نے فوراً اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا:

"شکیل صاحب! کبھی ہمیں بھی یہ شاعری سکھا دیجیے!"

"آپ تو خود ایک شعر ہیں مس زیبا!" شکیل نے کہا۔

مس زیبا پھر جھینپ سی گئی ــــ اس کے ساتھ ہی گاڑی جعفری صاحب کی کوٹھی کے بڑے دروازے سے گزر کر کوٹھی میں داخل ہوئی۔

گاڑی رُکتے ہی دونوں اُترے اور پھر مس زیبا شکیل کا ہاتھ تھام کر اُسے جعفری صاحب کی کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں لے گئی۔ بیٹھتے ہی شکیل نے پوچھا:

"بھائی جان کہاں ہیں مس زیبا؟"

"ابھی آ جاتے ہیں!" مس زیبا نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

اور شکیل مس زیبا کی مسکراہٹ کے پیچھے چھپے ہوئے معانی تلاش کرنے لگا ــــ مس زیبا نے کہا تھا کہ معاملہ کچھ سنگین نوعیت کا ہے ــــ پھر گاڑی میں جو جو باتیں مس زیبا اور اُس کے درمیان ہوئیں ــــ اُنھیں کسی سنگین معاملے سے کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی تھی ــــ اور اب اس کے سوال کا جواب مس زیبا نے جس طرح مُسکراتے

ہوئے دیا تھا ـــــــ اس سے تو یہ گمان ہوتا تھا کہ معاملہ یا تو سرے سے سنگین ہی نہیں ہے ـــــــ اور اگر ہے بھی تو وہ مس زیبا یا آغا صاحب کے لیے نہیں، کسی اور کے لیے سنگین ہے ـــــــ اور یہ کوئی اور یقیناً مس طاہرہ ہے ـــــــ یقیناً یہ معاملہ صرف اور صرف مس طاہرہ کے لیے سنگین ہے ـــــــ!

اتنے میں بیرونی دروازہ تیزی سے کھلا اور آغا صاحب اندر داخل ہوئے۔ اُنھیں دیکھتے ہی مس زیبا نے کہا:

"یہ شکیل صاحب۔ آ گئے ہیں آغا صاحب! بڑی مشکل سے ملے ـــ یہ خود آپ کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے!"

آغا صاحب مس زیبا کی بات کا جواب دینے کی بجائے سیدھے شکیل کے پاس آئے۔ شکیل اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ آغا صاحب نے شکیل کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"غضب ہو گیا شکیل! مس طاہرہ کو کسی نے اغوا کر لیا ہے!"

شکیل کو ایک دم یوں محسوس ہوا جیسے اس کا دل ڈوبنے لگا ہے ـــــــ لیکن فوراً اس کے دماغ میں یہ خیال آیا کہ کہیں میری اس حالت سے آغا صاحب یا مس زیبا پہ یہ ظاہر ہو گیا کہ میں مس طاہرہ کے لیے فکر مند ہوں تو ٹھیک نہیں ہو گا ـــــــ اس نے بڑی کوشش سے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہا:

"لیکن آپ تو خیریت سے ہیں بھائی جان!"

"ہاں!" آغا صاحب نے مطمئن سے لہجے میں کہا پھر دوسرے ہی لمحے گھبرائے ہوئے انداز میں کہنے لگے "لیکن تمہیں شاید سارے واقعات معلوم نہیں ہیں۔ بات یہ ہوئی کہ دفتر سے ہم مس روزی کو ساتھ لے کر اپنے دوست جعفری صاحب کی عیادت کے لیے چلے گئے تھے ــــ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہوگا کہ ہمارے یہ دوست سید اشتیاق حسین جعفری جو مس طاہرہ اور مس زیبا کے مینیجر ہیں، پچھلے کئی دنوں سے ایک حادثے میں زخمی ہو کر ہسپتال میں داخل ہیں۔۔۔۔۔۔"

"مجھے کچھ معلوم نہیں ہے بھائی جان!" شکیل نے ٹوک کر کہا۔

"خیر اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا" آغا صاحب بولے "تو ہم اور مس روزی وہاں پہنچے تو تھوڑی دیر بعد ہی مس زیبا اور مس طاہرہ بھی جعفری صاحب کی عیادت کے لیے آ گئیں۔ ہم شام تک وہاں رہے اور پھر چاروں اکٹھے ہسپتال سے واپس ہوئے، مس زیبا اور مس روزی تو راستے میں ہی گاڑی سے اتر گئی تھیں ــــ بعد میں گاڑی میں صرف ہم اور مس طاہرہ ہی رہ گئے تھے اور تب یہ واقعہ پیش آیا۔"

"کیا؟" شکیل نے اشتیاق سے پوچھا ــــ گو اس کا دل بری طرح پریشان تھا لیکن وہ ظاہری طور پر ایک طرح کی بے نیازی کا اظہار کر رہا تھا ــــ جیسے آغا صاحب کو خیریت سے دیکھ لینے کے بعد اسے مزید کسی بات سے دلچسپی نہ ہو۔

"ہوا یہ کہ گاڑی بڑے آرام سے چلا رہے تھے۔ مس طاہرہ پچھلی سیٹ پر تھی۔ ایک جگہ ایک شخص نے روکنے کے لیے ہاتھ کا اشارہ کیا ―― ہم نے اُس کے قریب آ کر گاڑی روک لی اور ماجرا پوچھا ―― معلوم ہوا کہ وہ ہم سے کچھ ضروری اور پرائیویٹ قسم کی بات کرنا چاہتا ہے ―― ہم گاڑی سے اُتر آئے اور سڑک سے ذرا ہٹ کر اُس سے باتیں کرنے لگے ―― کچھ دیر بعد ہی اُس حرام زادے نے ایک رومال نکالا اور ہماری ناک پہ رکھ دیا ―― شاید اس پہ کلوروفارم چھڑکی ہوئی تھی جس سے ہم بے ہوش ہو گئے ―― اور جب ہوش آیا تو دیکھا کہ وہاں نہ ہماری گاڑی تھی اور نہ مس طاہرہ!"

آغا صاحب کا یہ بیان سن کر شکیل نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا ―― پھر کہا:

"لیکن اس سے یہ نتیجہ کہاں نکلتا ہے بھائی جان! کہ مس طاہرہ کو کسی نے اغوا کر لیا ہے ―― یہ بھی تو ممکن تھا کہ وہ شوکت کو پڑھانے کے لیے ناصر منزل چلی گئی ہو ―― یا پھر حادثہ سے سیدھی اپنے گھر چلی گئی ہو!"

"ہوش میں آتے ہی ہم نے بھی یہی گمان کیا تھا شکیل!"

آغا صاحب بولے "ہوش میں آتے ہی ہم نے ایک قریبی دکان سے کوٹھی پہ فون کر کے پتا کیا تھا۔ وہاں سے احمد دین نے بتایا کہ

مس طاہرہ یہاں نہیں آئی......"

"آپ نے کوٹھی پر فون کیا تھا بھائی جان!" شکیل نے چونک کر پوچھا۔

"یقیناً کیا تھا!" آغا صاحب بولے "تمہیں شک ہے کیا؟"

"مجھے کسی نے نہیں بتایا بھائی جان!" شکیل نے کہا "ورنہ میں آپ کی تلاش میں کاہے کو نکلتا —— ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے فون میرے آنے کے بعد کیا ہو!"

"ہاں! تمہارے آنے کے بعد ہی کیا تھا!" آغا صاحب بولے "احمد دین نے ہمیں بتایا تھا کہ شکیل یہاں نہیں ہے اور آپ کی تلاش کے لیے ہی نکلا ہوا ہے!"

"لیکن آپ گھر پہنچنے کی بجائے یہاں کیوں چلے آئے بھائی جان!" شکیل نے کہا "کم از کم میں تو پریشانی سے بچ جاتا!"

"یہ سب مس زیبا کی مہربانی ہے!" آغا صاحب نے مس زیبا کی طرف اشارہ کیا "یہ محض اتفاق کی بات ہے کہ ہم ہوش میں آنے کے بعد جب قریبی دکان میں فون کرنے گئے تو وہاں یہ کچھ شاپنگ کر رہی تھی —— میں نے جب سارا واقعہ سنایا —— تو یہ ہمیں ٹیکسی میں ڈال کر سیدھی یہاں لے آئی —— یہاں آتے ہی ہم نے اسے تو تمہاری طرف روانہ کیا اور خود پولیس سٹیشن میں رپورٹ دینے چلے گئے —— رپورٹ درج کرانے کے بعد ابھی یہاں

قدم رکھا ہے۔

"آپ نے مس طاہرہ کے مکان سے پتا نہیں کیا بھائی جان!"
شکیل نے کہا۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ مس طاہرہ آپ کی بے ہوشی کے بعد سیدھی اپنے گھر چلی گئی ہو!"

"اگر ہماری گاڑی وہیں موجود رہتی تو یقیناً یہ بات ممکن ہوسکتی تھی!" آغا صاحب نے کہا "اول تو اسے سیدھے ناصر منزل پہنچنا چاہیے تھا ——— وہ جب وہاں نہیں پہنچی تو ظاہر ہے کہ کوئی شخص گاڑی اور مس طاہرہ دونوں کو کہیں لے گیا ——— ہم نے مس زیبا کو تمہاری طرف بھیجتے وقت کہا بھی تھا کہ وہ احتیاطاً مس طاہرہ کے گھر سے پتا کرتی جائے!"

"میں نے پتا کیا تھا جناب!" مس طاہرہ وہاں نہیں پہنچی تھی ——— لیکن میں نے احتیاط کرتے ہوئے اس کی والدہ کو یہ نہیں بتایا کہ وہ اغوا ہو گئی ہے ——— میں نے سوچا کہ وہ بے چاری مفت میں پریشان ہو گی۔"

"تم نے بالکل ٹھیک کیا ہے مس زیبا!" آغا صاحب بولے
شکیل یہ تو اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ آغا صاحب اور مس زیبا کی باتوں میں کتنا سچ ہے اور کتنا جھوٹ ——— البتہ اُسے دونوں کی ملی بھگت صاف طور پر نظر آ رہی تھی ——— لیکن اُس نے اپنے دلی تاثرات کو دباتے ہوئے کہا۔

"آپ نے ناحق ہمیں پریشان کیا بھائی جان! اگر شوکت میاں کی طبیعت خراب نہ ہوتی تو یقیناً میں آپ کو تلاش کرنے کے لیے نہ نکلتا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کے لیے رات کو دیر سے آنا یا رات بھر باہر رہنا کوئی نئی بات نہیں ہے —— خیر! اب آپ کو گھر چلنا چاہیے ——

"ہم فی الحال یہیں رہیں گے!" آغا صاحب نے کہا "مس طاہرہ ہی نہیں، ہماری گاڑی بھی ساتھ گم ہوئی ہے —— اور ان دونوں کا تلاش کرنا ہمارا فرض ہے"۔

باب ۱۹

شکیل نے جعفری صاحب کی کوٹھی سے نکلتے ہی ٹیکسی کی اور سیدھا ناصر منزل پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی اُسے احمد دین کی زبانی معلوم ہوا کہ آغا صاحب کا فون آیا تو تھا لیکن اُس کے جانے کے بعد نہیں بلکہ واپس آنے سے تھوڑی دیر پہلے ——— اب تو اُسے یقین ہو گیا کہ مس طاہرہ کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا ہے، وہ آغا صاحب، مس زیبا اور مس روزی کی ملی بھگت سے ہوا ہے ——— شوکت اس وقت تک سوچ چکا تھا۔ وہ پھر حمیرا خانم کی طرف چل دیا ——— اُسے اب تک جو کچھ بھی معلوم ہوا تھا، حمیرا خانم کو وہ اس سے آگاہ کر دینا چاہتا تھا ——— طاہرہ کے متعلق اس کی پریشانی کم ہونے کی بجائے اور زیادہ ہو گئی تھی ——— اور حمیرا خانم کے سوا وہ اس بارے میں اور کسی سے بھی کھُل کر بات نہیں کر سکتا تھا۔!

حمیرا خانم نے اتنی رات گئے جب شکیل کو ایک بار پھر اپنے سامنے پایا تو وہ پریشان سی ہو گئیں ——— اور جب شکیل نے وہ تمام گفتگو دہرائی جو اس کے اور روزی کے درمیان ہوئی تھی اور وہ سب کچھ بتایا جو اُسے مس زیبا اور آغا صاحب نے کہا یا بتایا تھا۔

تو ان کے ماتھے پر پریشانی کی لکیریں کچھ اور گہری ہو گئیں۔ انھوں نے کہا:

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی شکیل بھائی! کہ آپ کے اندیشے اتنے درست نکلیں گے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جعفری صاحب جس مہم کو سر نہیں کر سکے، اب آپ کے بھائی جان اُسے سر کرنا چاہتے ہیں!"

"وہ میری لاش پر سے گزر کر ایسا کر سکیں گے باجی!" شکیل نے ایک دم جوش سے کہا۔

"اتنے جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے شکیل بھائی!" حمیرا خانم نے کہا "آپ کی لاش پر سے گزرنے کی نوبت آنے سے پہلے آپ کے بھائی جان کو طاہرہ کے مضبوط کردار کی چٹان سے ٹکرانا ہو گا ——— اور اس چٹان سے ٹکرانے کے بعد اگر وہ خود سلامت رہ جائیں تو بھی ان کے لیے غنیمت ہو گا ——— !"

"مجھے شک ہے باجی کہ اس سازش میں اور کئی لوگ بھی ان کے شریک ہیں!" شکیل نے کہا۔

"یقیناً ہوں گے" حمیرا خانم نے کہا "اس سازش میں زیبا کی شرکت تو صاف ظاہر ہے۔ آپ کے بھائی جان کی جعفری صاحب کے مکان پر موجودگی سے اس قیاس کو تقویت پہنچتی ہے کہ جعفری صاحب بھی اس سازش میں شریک ہیں اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس سازش میں جعفری صاحب کے تجربے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش بھی

کی گئی ہے۔"

"اس لیے میرے دل کو سخت تشویش ہے حمیرا باجی!" شکیل نے کہا" مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سازش انتہائی خوفناک ہے اور مس طاہرہ کے لیے جو جال تیار کیا گیا ہے اُس کی رسیاں بڑی مضبوط ہیں ـــــ اگر وہ اس جال میں پھنس کر لُٹ گئی تو میں کہیں کا نہ رہوں گا باجی!"

"حوصلہ کیجیے شکیل بھائی!" حمیرا خانم نے کہا" مس طاہرہ کو لوٹ لینا کسی مرد کے لیے اتنا آسان نہیں ہے ـــــ وہ اپنے آخری سانس تک اس جال کی رسیوں کو توڑنے کی کوشش کرے گی۔"

"لیکن اس کی امداد کرنا میرا فرض ہے باجی!" شکیل نے کہا" میرا فرض مجھے پکار رہا ہے ـــــ مجھے راستہ دکھائیے کہ میں اپنا فرض پورا کر سکوں ـــــ مس طاہرہ کا پتا چلانا اور اسے اس جال سے نکالنا میرے لیے انتہائی ضروری ہے ـــــ اپنی زندگی سے بھی زیادہ ضروری اور اہم ـــــ!"

حمیرا خانم شکیل کی بات کا فوراً جواب دینے کی بجائے کچھ سوچنے لگیں ـــــ تھوڑی دیر تک خاموش رہنے کے بعد ایک مسکراہٹ ان کے چہرے پر جھلکنے لگی۔ وہ بولیں:

"ایک بڑی ہی مزیدار ترکیب ذہن میں آئی ہے شکیل بھائی! آپ ذرا ڈرامہ کرنا پڑے گا!"

"میں سب کچھ کرنے کے لیے تیار ہوں باجی!" شکیل نے کہا "آپ حکم کیجیے!"

"آپ نے مجھے اپنی اور مس زیبا کی جو گفتگو بتائی ہے، اس سے میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ مس زیبا آپ سے کافی متاثر ہوئی ہے ـــــ ہو سکتا ہے وہ آپ کو دل دے بیٹھی ہو ـــــ اُسے مس طاہرہ کے متعلق یقیناً سب کچھ معلوم ہے ـــــ اور اگر آپ مس زیبا سے ذرا اظہارِ محبت کر دیں تو یقیناً اس سے کچھ نہ کچھ معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے ـــــ!"

"مشکل ہی ہے باجی!" شکیل نے کہا۔

"آپ عورت کی فطرت کو نہیں سمجھتے شکیل بھائی!" حمیرا خانم نے کہا "حسد اور رقابت میں مبتلا ہو کر مس زیبا ایسی عورتیں سب کچھ کر گزرتی ہیں ـــــ وہ اپنی رقیب کی ذلت کے لیے خود ذلیل ہونے سے نہیں ہچکچاتیں۔ وہ اپنی رقیب کا مُنہ کالا کرنے کے لیے اپنا مُنہ بڑے شوق سے کالا کر لیتی ہیں!"

"تو کیا میں بھی اُس کے ساتھ منہ کالا کر دوں باجی!" شکیل نے حیرت سے کہا۔

"یہ مشورہ آپ کو کون احمق دے رہا ہے!" حمیرا خانم نے کہا "کیا آپ اپنی حمیرا باجی سے ایسے غلط مشورے کی توقع رکھ سکتے ہیں ـــــ میں نے تو صرف اتنا کہا ہے کہ آپ کو مس زیبا سے ذرا محبت کا

اظہار کرنا چاہیے ـــــ کچھ ایسے الفاظ میں کہ اسے یقین آ جائے کہ آپ پر اُس کے حسن کا جادو چل گیا ہے ـــــ بس پھر کام بن گیا سمجھیے ـــــ!"

"آپ کے مشورے پر تو کل ہی عمل ہو سکتا ہے باجی!" شکیل نے کہا "سوال یہ ہے کہ اس وقت کیا کیا جائے ـــــ؟"

"اس وقت!" حمیرا خانم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور چند لمحوں کے توقف کے بعد کہنے لگیں:

"آئیے شکیل بھائی! ہم مس طاہرہ کے گھر چلتے ہیں!"

حمیرا خانم اور شکیل نے ٹیکسی کی اور مس طاہرہ کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے ـــــ طاہرہ کے گھر کے قریب ٹیکسی سے اُتر کر وہ دونوں خاموشی سے طاہرہ کے مکان کے سامنے پہنچ گئے ـــــ باہر کا دروازہ بند تھا۔ شکیل نے دروازہ کھٹکھٹانے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن پھر جھجکتے ہوئے پیچھے ہٹا لیا ـــــ پھر بڑھایا، پھر پیچھے ہٹا لیا ـــــ پھر وہ خود بھی دروازے سے پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا:

"مجھ میں تو اس دروازے پر دستک دینے کی بھی ہمت نہیں ہے باجی! نہ جانے اتنی رات گئے دروازے پر موجود دیکھ کر میرے متعلق یا خود مس طاہرہ کے متعلق کیا غلط فہمی پیدا ہو جائے ـــــ!"

"اچھا! میں دستک دیتی ہوں!" حمیرا خانم نے کہا

شکیل چند قدم اور پیچھے ہٹ گیا اور حمیرا خانم آگے بڑھیں

لیکن ابھی دستک نہ دے پائی تھی کہ دروازہ کھلا اور اندر سے ایک نوجوان عورت باہر آئی دروازہ پھر بند ہو گیا ـــــ حمیرا خانم اور پھر شکیل کو اتنی رات گئے دروازے پر کھڑے دیکھ کر وہ ٹھٹکی، پھر کہنے لگی:

"کس سے ملنا ہے آپ کو؟"

"مس طاہرہ سے!" حمیرا خانم نے کہا۔

"نوجوان عورت نے جواب دیا" وہ یہاں نہیں ہیں ـــــ میں خود اُن کا پتا کرنے آئی تھی۔"

"آپ کی تعریف؟" حمیرا خانم نے پوچھا۔

"مجھے شہلا کہتے ہیں ـــــ مس شہلا" عورت نے جواب دیا

"اور آپ؟"

شکیل آگے بڑھا اور اُس نے کہا:

"مجھے شکیل کہتے ہیں مس ـــــ شہلا! میں آغا ناصر حسین کا چھوٹا بھائی ہوں ـــــ مس طاہرہ بھائی جان کے بچے کو پڑھاتی ہیں اور......."

"شکیل صاحب!" مس شہلا نے ٹوک کر کہا "کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس وقت آپ کے بھائی جان کہاں ہیں؟"

"اس وقت کے متعلق تو میں یقین سے نہیں کہہ سکتا مس شہلا!" شکیل نے کہا" ہاں تھوڑی دیر پہلے میں نے بھائی جان اور مس زیبا کو

سید اشتیاق حسین جعفری کی کوٹھی پہ دیکھا تھا ـــــ ہو سکتا ہے وہ اب بھی وہیں ہوں ـــــ اور ہو سکتا ہے کہیں اور چلے گئے ہوں!"

"شکیل صاحب!" مس شہلا نے کہا "کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بھائی جان شام کے وقت ہسپتال سے مس زیبا، مس طاہرہ اور مس روزی کے ساتھ اپنی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے تھے۔"

"ہاں مس شہلا!" شکیل نے کہا، مجھے معلوم ہو چکا ہے خود مس زیبا اور بھائی جان کی زبانی معلوم ہو چکا ہے۔ مس طاہرہ اور بھائی جان کی گاڑی دونوں غائب ہیں۔"

"تو پھر وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا" مس شہلا نے کہا "شکیل صاحب! مجھے پہلے شک تھا اور اب یقین ہے کہ مس طاہرہ کے خلاف کوئی سازش کی گئی ہے اور آپ کے بھائی جان بھی اس سازش میں شریک ہیں ـــــ کئی دن سے آغا صاحب، مس زیبا اور جعفری صاحب کے درمیان ہسپتال کے کمرے میں بڑی رازدارانہ گفتگو ہوتی رہی ہے۔"

"کیا آپ کو اس سازش کے متعلق کچھ علم ہے مس شہلا!" حمیرا خانم نے پوچھا۔

"نہیں!" مس شہلا نے چونک کر حمیرا خانم کی طرف دیکھا اور پھر ندامت بھرے لہجے میں کہنے لگی:

"اوہو!" آپ نے ان کا تعارف تو کرایا ہی نہیں شکیل صاحب!"

"یہ ہماری عزیزہ ہیں مس شہلا!" شکیل نے جیسے سنبھلتے ہوئے کہا "مس حمیرا خانم باغی جو رسالہ خاتون کی مدیرہ ہیں۔!"

"آپ مس حمیرا خانم باغی ہیں!" مس شہلا نے فرطِ حیرت سے کہا "مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے ـــــ مس طاہرہ نے کئی بار آپ کا ذکر کیا ہے ـــــ!"

"مس طاہرہ میری عزیزترین سہیلی ہے مس شہلا!" حمیرا خانم نے کہا "اور اسی لیے میں اُس کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے شکیل بھائی کو ساتھ لے آئی تھی۔"

"وہ تو یہاں آئیں ہی نہیں مس حمیرا!" مس شہلا نے کہا "مجھے مس طاہرہ کی والدہ نے بتایا ہے کہ تھوڑی دیر پہلے مس زیبا یہاں آئی تھی ـــــ اس نے کہا تھا کہ مس طاہرہ کو اس کی ایک سہیلی ہسپتال سے ہی اپنے ساتھ لے گئی ہے اور وہ شاید چند دن بعد واپس آئے ـــــ میں نے اس خیال سے حقیقت نہیں بتائی کہ بچاری خواہ مخواہ پریشان ہوں گی ـــ!"

"آپ نے بہت اچھا کیا ہے مس شہلا!" حمیرا خانم نے کہا "اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو غریب خانہ پر چلیے ـــــ ہے تو بے وقت ہی لیکن آپ کو بھی مس طاہرہ کے بارے میں تشویش ہے اور ہمیں بھی ـــــ اس لحاظ سے ہمیں ایک دوسرے سے بہت کچھ کہنا ہے۔"

باب ۲۰

طاہرہ کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک پُر تکلف بستر پر پڑا پایا ـــــ ایک انجانے خوف کے تحت اُس نے فوراً اُٹھنے کی کوشش کی تو اُسے یہ تکلیف دہ احساس ہُوا کہ اُس کے ہاتھ اور پیر دونوں بڑی مضبوطی سے کس کر بندھے ہوئے تھے ـــــ جیسے تیسے کر کے وہ اُٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی اور اپنے گردوپیش کا جائزہ لینے لگی۔

یہ ایک بہت ہی نفاست سے سجا ہوا کمرہ تھا ـــــ کھڑکیوں اور دروازوں پر خوبصورت، سرسراتے ریشمی پردے، فرش پر بیش قیمت قالین، نفیس اور جگمگاتا فرنیچر ـــــ کمرے کی ایک ایک شئے امارت کا منہ بولتا ثبوت تھی ـــــ کمرے میں دودھیا رنگ کی ٹیوب کی روشنی عمارت کے اس تاثر کو اور بھی گہرائی و گیرائی بخش رہی تھی ـــــ!

طاہرہ نے جب گزشتہ واقعات پر غور کیا تو اسے اس نتیجے پر پہنچتے دیر نہ لگی کہ جعفری صاحب کا اُسے ہسپتال میں واپس بلانا اور پھر مس زیبا کے ساتھ صلح رچانا محض ایک ڈھونگ تھا

اُس وقت بھی اُسے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ یہ سب ایک ناٹک رچایا جا رہا ہے ——— لیکن اُس ناٹک کا مقصد اب آ کر اُس پر کھلا تھا ——— اب وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ سارا ڈرامہ محض اُسے اس پُرتکلف بستر تک لانے کے لیے کھیلا گیا تھا ——— اور جب اُس نے آغا صاحب اور مس روزی کے رویّے پر غور کیا تو اُسے صاف معلوم ہونے لگا کہ وہ دونوں بھی اس سازش میں برابر کے شریک ہیں ———!

ان سوچوں کے ساتھ جب اُس نے پھر اپنے گرد و پیش نظر ڈالی تو کانپ سی گئی ——— کئی خدشات جیسے مجسم ہو کر اُس کی نظروں کے سامنے پھرنے لگے ——— اُسے یُوں لگ رہا تھا جیسے کوئی بہت ہی منہ زور طوفان اس کے کردار کی چٹان سے ٹکرانے کے لیے پیچ و تاب کھا رہا ہے ——— اس کے بندھے ہوئے ہاتھ بے اختیار دعا کے لیے اٹھ گئے ———!

"اے میرے پیدا کرنے والے! تُو نے ہر مشکل کے وقت مجھے سہارا دیا ہے ——— تو نے ہر مصیبت کے وقت میری پکار سُنی ہے ——— آج پھر مجھ پر ایک بھاری وقت آ پڑا ہے ——— تو نے آج تک میرے کردار کو داغ دار ہونے سے بچایا ہے ——— تو نے آج تک میرے گوہرِ عصمت کو مردوں کی دستبرد سے محفوظ رکھا ہے ——— آج میں پھر تجھ سے مدد کی التجا کرتی ہوں ——— میری مدد کر ——— مجھے توفیق دے کہ میں اپنے کردار کی حفاظت کر سکوں ——— اپنی

بچا درِ عصمت کو داغ دار ہونے سے بچا سکوں ــــــ اپنی کشتی کو ہوس کے طوفانی تھپیڑوں سے محفوظ رکھ سکوں ــــــ یہ طوفان شاید بہت منہ زور ہے میرے خدا! لیکن مجھے تیری رحمت سے امید ہے کہ تو مجھے بے سہارا نہیں چھوڑے گا ــــــ میں سوال بن کر تیرے دروازے پر آئی ہوں، تو یقیناً میرے لیے اپنی رحمت کا دروازہ کھولے گا ــــ!"

اور اسی لمحے دروازے کے کواڑوں کے کھلنے کی آواز آئی ــــــ دُعا کے بول طاہرہ کے گلے میں اٹک کر رہ گئے اور اُس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا ــــــ دروازہ کھلا اور دروازے کے پردے کو ایک طرف ہٹاتا ہوا ایک شخص اندر داخل ہوا ــــــ طاہرہ نے حیرت اور خوف کے ملے جلے جذبات سے اُس کی طرف دیکھا ــــــ وہ ایک مضبوط جسم اور ادھیڑ عمر کا آدمی تھا ــــــ اور جب طاہرہ نے اُس کے پاؤں کی طرف نظر کی تو جیسے اُس کا دل اُچھل کر حلق میں آگیا ــــــ اُس شخص کے ساتھ ایک بڑا ہی خوفناک اور خونخوار قسم کا کُتا تھا ــــــ طاہرہ کو جھرجھری سی آگئی ــــ!

طاہرہ کی یہ کیفیت اُس شخص نے بھی دیکھ لی۔ وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا:

"ڈرو نہیں مس طاہرہ! میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا ــــ!"

اُس کا لہجہ ریشم کی طرح ملائم تھا ــــــ طاہرہ سوچنے لگی کہ کہیں اس ملائم ریشم کے نیچے کوئی انتہائی زہریلا سانپ تو چھپا ہوا نہیں ہے ــــ!"

"گھبراؤ نہیں مس طاہرہ!" اس شخص نے پھر کہا "میں تو محض چند باتیں کرنے یہاں آیا ہوں ـــــ محض رسمی اور تعارفی سی باتیں ـــــ!"

اُس کی یہ بات اگرچہ طاہرہ کا ڈر اور گھبراہٹ دُور کرنے کے لیے کافی نہیں تھی ـــــ پھر بھی اُس نے حوصلہ کر کے پُوچھ ہی لیا۔

"میں کہاں ہُوں؟"

وہ شخص مُسکرا دیا۔

"اس شہر کے معزز ترین علاقے کی سب سے زیادہ عالیشان کوٹھی میں!"

"اور آپ کون ہیں؟" طاہرہ نے پُوچھا

"میں!" اُس شخص نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ظاہر ہے کہ میں اس کوٹھی اور اس کوٹھی کے ساز و سامان کا مالک ہوں ـــــ لیکن میرے متعلق تمھیں اس سے زیادہ کچھ نہیں پُوچھنا چاہیے! ورنہ میں بتا سکتا ہُوں ـــــ!"

"مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟" طاہرہ نے پُوچھا

"میرا خیال ہے تم اتنی نادان تو نہیں ہو کہ اپنے یہاں لائے جانے کا مطلب بھی نہ سمجھ سکو!" اُس شخص نے کہا

"خیر! تم نے پُوچھا ہے تو میں بتائے دیتا ہوں ـــــ تم میرے ایک دوست کی فرمائش ہو ـــــ اور اپنے دوست کی فرمائش کو پورا کرنے کے لیے ہی تمھیں یہاں لایا گیا ہے ـــــ میری اس

وسیع و عریض کوٹھی کے بیشتر کمرے ایسے ہی فرمائشی پروگراموں کے لیے وقف ہیں ——— تمہاری طرح اور کتنے ہی معزز اور شریف خاندانوں کی لڑکیاں میرے نئے دوستوں اور پرانے اجنبیوں کی فرمائش پوری کرنے کے لیے اپنی مرضی سے یا کسی اور کی مرضی سے یہاں آتی ہیں ——— اُن کے راز کی ہر طرح حفاظت کی جاتی ہے ——— اسی طرح تمہارے راز کی حفاظت بھی کی جائے گی ——— کسی اور کو تو کیا، تمہاری سگی ماں تک کو بھی معلوم نہیں ہونے پائے گا کہ تم کسی کی فرمائش پوری کرنے کے لیے یہاں آئی تھیں ——— بلکہ تم سو بار بھی یہاں آؤ گی تو اُسے ایک بار بھی معلوم نہیں ہونے پائے گا ———"

"آپ نے مجھے غلط سمجھا ہے!" ظاہرہ نے جیسے غصّے سے کہا "میں آوارہ اور آبرو باختہ عورتوں میں سے نہیں ہوں۔"

"اب تک یقیناً نہیں ہو!" اُس شخص نے مسکراتے ہوئے کہا "لیکن بہت جلد ہو جاؤ گی: تم سے پہلے کتنی ہی عورتیں اور لڑکیاں یہاں آ چکی ہیں ——— روز آتی ہیں ——— یا یُوں کہو کہ لائی جاتی ہیں ——— پہلے پہل سب اسی طرح برہمی اور خفگی کا مظاہرہ کرتی ہیں ——— پھر جب دیکھتی ہیں کہ یہ تو آمدنی کا ایک معقول اور محفوظ ذریعہ ہے تو پھر ستر میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑنے لگتی ہیں ——— آج تم ایک قدم اٹھاتے ہوئے بھی ہچکچا رہی ہو ——— کل تمہاری رفتار بھی ستر بلکہ سو میل فی گھنٹہ ہوگی ——— دیکھ لینا! میرا کہا غلط نہیں ہو سکتا ———

میں نے تم جیسی بہت سی لڑکیاں دیکھی ہیں!"

طاہرہ، اُس شخص کی یہ باتیں سُن کر غصے سے پیچ و تاب کھانے لگی۔

اُس شخص نے مسکراتے ہوئے ہی کہا:

"غصے سے اس طرح پیچ و تاب کھاتے ہوئے تم کتنی حسین دکھائی دے رہی ہو مس طاہرہ! واقعی میرے دوست کا انتخاب لاجواب ہے! لیکن اس کے ساتھ مجھے تمھاری حماقت پر افسوس آتا ہے کہ تم اس حُسن پر خزانے کا سانپ بن کر بیٹھ گئی ہو ـــــ حالانکہ یہی حُسن تمھیں دُنیا بھر کی نعمتوں سے مالا مال کر سکتا ہے ـــــ ایک سے ایک بڑے شخص کو تمھارے قدموں پر ڈال سکتا ہے ـــــ نہ جانے کیوں تم اس انمول دولت کو مٹی میں ملائے جا رہی ہو ـــــ حالانکہ اس کے ایک نہیں، سینکڑوں قدردان ہیں ـــــ اور قدردان بھی ایسے جو تمھارے قدموں میں دولت کے ڈھیر لگا سکتے ہیں ـــــ!"

یہ گفتگو طاہرہ کے لیے وحشت انگیز تھی۔ اس نے جھنجھلا کر کہا:

"آخر اس خرافات سے آپ کا مقصد کیا ہے! آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں تو کچھ بھی نہیں چاہتا مس طاہرہ!" اُس شخص نے کہا" چاہنے کا معاملہ تو فقط میرے اُس دوست تک ہے جس کی فرمائش میں تمھیں یہاں لایا گیا ہے ـــــ اور میرا خیال ہے اب تک اُسے یہاں آ جانا چاہیے تھا ـــــ خیر وہ جس وقت بھی آئے، میں تمھیں ایک

بات سے خبردار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

اتنا کہتے کہتے اُس کے لہجے میں ایک عجیب طرح کی خفگی آگئی۔ وہ کہنے لگا:

"سُنو اور خوب غور سے سنو! یہ جعفری صاحب کی کوٹھی نہیں ہے جہاں تم اپنے ناخنوں کی کرامات دکھا کر بھاگ سکو گی ـــــ میں نے احتیاط کے طور پر تمھارے ہاتھ پیر بندھوائے ہیں ـــــ صرف اپنے دوست کے خیال سے کیونکہ دُودھ کا جلا چھاچھ پھُونک پھُونک کر پیتا ہے ـــــ ورنہ اس کوٹھی میں اس اہتمام کی کوئی ضرورت نہیں ـــــ میں تم سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہُوں کہ تمھیں میرے دوست کی فرمائش کو بلا چون و چرا پُورا کرنا ہوگا ـــــ اگر تم نے ذرا سی بھی پس و پیش کی تو جانتی ہو پھر کیا ہوگا ـــــ پھر یہ فرض اس بُل ڈاگ کو انجام دینا ہوگا جسے تم میرے ساتھ کھڑا دیکھ رہی ہو۔۔۔!"

طاہرہ چیخ اٹھی۔

"میں اس ذلالت کے لیے کبھی تیار نہیں ہوسکتی! آپ کُتّے چھوڑ، بھیڑیے اور شیر مجھ پر چھوڑ دیں، میں اپنے آخری سانس تک اپنی عصمت کی حفاظت کروں گی ـــــ!"

وہ شخص مُسکرا دیا۔

"نہیں میری جان! جو کام یہ کُتّا کر سکتا ہے، وہ بھیڑیے اور شیر نہیں کر سکتے ـــــ میں نے اسے بڑی سخت ٹریننگ دی ہے ـــــ

تم جیسی جو عورتیں اپنے ہاتھوں سے اپنی دُنیا کے دروازے مردوں کے لیے نہیں کھولتیں، ان دروازوں کو یہ کتا اپنے تیز پنجوں اور نوکیلے دانتوں سے کھول لیتا ہے ـــــ بڑا ماہر ہے یہ اپنے کام میں ـــــ بڑا ماہر ہے !"

پھر وہ سنجیدگی سے کہنے لگا:

"آگے تم اپنے بُرے بھلے کی خود مالک ہو ـــــ وہ کیا کہا ہے ایک شاعر نے کہ ؎

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

سو مس طاہرہ ! میں نے دونوں صورتیں تمھارے سامنے رکھ دی ہیں ـــــ جب تک تمھاری دُنیا کے دروازے میرے دوست کے لیے نہیں کھلیں گے ـــــ تمھارے لیے یہاں سے جانے کا دروازہ نہیں کھلے گا ـــــ اور تم یہاں ایک دن کیا ـــــ ایک مہینہ بھی رہو تو کسی کو پتا نہیں چلے گا ـــــ کیونکہ یہ جگہ قانون کی ناک کے عین نیچے ہونے کے باوجود قانون کی دسترس سے بہت دُور ہے ـــــ تم نے اگر بے جا ضد کی بجائے عقل مندی کا ثبوت دیا تو آئندہ کے لیے بھی اخفائے راز کے پورے اہتمام کے ساتھ اس کوٹھی کے دروازے تم پہ کھلے رہیں گے ـــــ لیکن اگر تم نے اپنی حماقت پہ اصرار کیا کہ تمھاری دُنیا کے دروازے

تو تمہارے انکار اور میں نہ مانوں کی رٹ کے باوجود میرے اس
شیر دل بُل ڈاگ کے ہاتھوں کھُل جائیں گے۔ لیکن تمہارا انجام ایسا
خوفناک اور بھیانک ہوگا کہ اس کا تصور ہی تمہیں لرزہ بر اندام کر دینے
کے لیے کافی ہونا چاہیے ــــــ یہ بُل ڈاگ تمہاری بوٹی بوٹی اڑا کر
رکھ دے گا ــــــ!"

طاہرہ کو ایک بار پھر جھرجھری آگئی ــــــ اس پر اُس شخص
نے کہا:

"تم کافی عقلمند دکھائی دیتی ہو مس طاہرہ! پڑھی لکھی اور مہذب
بھی ہو۔ تمہیں سوچنے سمجھنے اور آزادی سے فیصلہ کرنے کا موقع دیا
جا رہا ہے ــــــ یقین کرنا! کہ اگر تم نے دانش مندی کا ثبوت دیا
تو یہ شام تمہارے لیے ایسی صبحوں کے دروازے کھولے گی جو اپنے
دامن میں دولت کے انبار لے کر آئیں گی!"

"میں اس گناہ بھری زندگی پر کبھی راضی نہیں ہو سکتی ــــــ کبھی
راضی نہیں ہوں گی!" طاہرہ نے چیخ کر کہا۔

"گناہ!" اُس شخص نے مُسکراتے ہوئے کہا: "گناہ تو اُس بُرے
فعل کو کہتے ہیں جو چھُپا نہ رہے اور ظاہر ہو جائے ــــــ جو فعل چھُپا
رہے، وہ گناہ نہیں ہے مس طاہرہ! سو ہم گارنٹی کے ساتھ یہ یقین
دلاتے ہیں کہ تمہیں بدنام نہیں ہونے دیا جائے گا ــــــ تم اس کوٹھی
میں ہر شام کسی نئی آغوش میں گزارنے کے بعد بھی رسوائی سے محفوظ

رہو گی —— بالکل محفوظ رہو گی ——!"

طاہرہ اس کے جواب میں کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ کمرے کے باہر دروازے کے قریب ایک نسوانی آواز گونجی:

"خاں صاحب! خاں صاحب!"

طاہرہ کو اس نسوانی آواز کا لب و لہجہ مانوس سا محسوس ہوا۔ وہ چونک سی گئی۔ یہ آواز سن کر اس شخص نے ذرا بلند آواز سے کہا:

"آجاؤ ڈارلنگ! یہیں آجاؤ!"

دروازے کا پردہ سرکا اور ایک نوجوان لڑکی یہ کہتے ہوئے اندر آئی:

"خاں صاحب! میں کب سے آپ کے انتظار میں اُدھر بیٹھی ہوں!"

"ادھر آؤ ڈیئر!" خاں صاحب بولے "تمہیں ایک چیز دکھائیں —— خوبصورت اور خطرناک چیز —— وہ دیکھو!"

یہ کہتے ہوئے خاں صاحب نے طاہرہ کی طرف اشارہ کیا نوجوان لڑکی نے دیکھا اور چونک کر بولی۔

"ارے!"

اس پہ طاہرہ نے بھی ذرا غور سے اس لڑکی کی طرف دیکھا اور پہچان لیا —— یہ نوجوان لڑکی مس رُوبی تھی —— رُوبی ناز ——!

طاہرہ اور مس رُوبی دونوں چند لمحوں تک ایک دوسرے کی طرف

دیکھتی رہیں ——— رُوبی کی نگاہوں سے جیسے فتح مندی کا نشہ نمایاں تھا۔ وہ طاہرہ کی طرف یوں دیکھ رہی تھی جیسے کوئی اسلحشور قدموں میں گرے ہوئے شکست خوردہ حریف کی طرف دیکھتا ہے ——— جیسے اُس کی آنکھیں یہ پوچھ رہی ہوں ———

"بولو! اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے ——— ؟"

اس کے برعکس طاہرہ کی نگاہوں میں بے بسی کا جذبہ نمایاں تھا ——— ہر چند کہ اس بے بسی میں بھی خودداری کی کیفیت جھلک رہی تھی ——— لیکن وہ جانتی تھی کہ اس وقت ایک بے بس قیدی کی طرح بندھے ہوئے ہاتھ پیروں کے ساتھ پڑی ہے ——— اس حالت میں وہ مس رُوبی کی نگاہوں کا سامنا اس جرأت اور خود اعتمادی کے ساتھ نہیں کر سکتی تھی جس کا مظاہرہ اُس نے شکول میں کیا تھا ——— اُس نے مس رُوبی کے چہرے سے نظریں ہٹا کر اپنا منہ دوسری طرف کر لیا ——— !

مس روبی کے چہرے پر ایک مسکراہٹ اُبھر آئی ——— پھر اُس نے طنز آمیز تعریف سے کہا:

"شئے تو واقعی لاجواب ہے خاں صاحب!" لیکن یہاں اس کی آمد کس سلسلے میں ہوئی ہے؟" خاں صاحب بولے "یہ ہمارے ایک دوست کی فرمائش ہے ——— ہمارے یہ دوست، خیر سے کچھ مشکل پسند واقع ہوئے ہیں اور انھوں نے جو شئے پسند کی ہے۔ وہ بھی کافی سے زیادہ مشکل پسند واقع ہوئی ہے ——— بڑی دیر سے سمجھانے کی کوشش

گر... ہوں کہ ہمارے دوست کی مشکل تو بہر حال آسان ہو جائے گی ——
تم بھی اپنی مشکل آسان کر لو تو اچھا ہے" —— !

"یہ خدمت میرے سپرد کیجیے خاں صاحب!" روبی نے کہا

"اچھی بات ہے!" خاں صاحب بولے "ذرا تم بھی اپنے جوہر آزما دیکھو! میں جیل کے اُدھر بیٹھتا ہوں۔ وہ آ گئے تو انھیں لے کر آ جاؤں گا —— ویسے اب تک تو انھیں آ جانا چاہیے تھا۔ معلوم نہیں کیا بات ہو گئی!"

یہ کہہ کر خاں صاحب دروازے کی طرف بڑھے —— چند لمحے بعد ہی دروازہ بند ہونے کی آواز آئی —— طاہرہ نے گردن کو ذرا سا گھما کر دیکھا —— خاں صاحب جا چکے تھے —— اب دروازے کے پردے کے قریب صرف مس روبی کھڑی تھی۔ اُس نے کہا:

"آداب عرض ہے مس طاہرہ! ہماری پہلی ملاقات ہی کتنی عجیب تھی لیکن یہ دوسری ملاقات تو اس سے بھی زیادہ عجیب ہے مجھے معلوم ہے کہ آپ آئی نہیں، لائی گئی ہیں —— پھر بھی میں آپ کو یہاں دیکھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی —— !"

طاہرہ چند لمحے خاموش رہی —— جیسے اپنے اعتماد اور جرأت کو واپس لانے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر اُس نے کہا:

"میں خود بھی تمھیں یہاں دیکھنے کی توقع نہیں کر سکتی تھی مس روبی!"

مس روبی مسکراتے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی طاہرہ

کے پلنگ کے قریب آ کھڑی ہوئی اور بولی:

"میرا یہاں آنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے مس طاہرہ! میں جس فلم میں کام کر رہی ہوں، خاں صاحب اس کے پروڈیوسر ہیں۔"

"اچھا!" طاہرہ نے جیسے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔ "اور یہ کوٹھی خانہ بھی انہی کا ہے!"

"کوٹھی خانہ نہیں مس طاہرہ!" مس رُوبی نے کہا۔ "کوٹھی کہیے —— کوٹھی —— یہ شہر کے معزز ترین علاقے کی سب سے زیادہ عالیشان کوٹھی ہے!"

"وہ مجھے بتا گئے ہیں!" طاہرہ نے کہا۔ "لیکن اس کوٹھی میں کھلے ہوئے کوٹھی خانے کے مالک بھی تو وہی ہیں نا مس رُوبی! یا یہ چکلہ یہاں کسی اور نے کھول رکھا ہے!"

"آپ بڑے ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ استعمال کر رہی ہیں مس طاہرہ!" مس روبی نے کہا۔ "آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ خاں صاحب اس شہر میں ہی نہیں، ملک بھر میں بڑے عزت و احترام کے مالک ہیں —— ملک کے چوٹی کے مخیر لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ بیسیوں ہسپتالوں اور دوسرے خیراتی اداروں کو لاکھوں روپے سالانہ چندہ دیتے ہیں، سینکڑوں یتیموں اور بیواؤں کی پرورش ان کی گرہ سے ہوتی ہے۔"

"ماشا اللہ! ماشا اللہ!" طاہرہ اپنی حالت کو بھول کر بے ساختہ

کہہ اٹھی:۔

"آپ چاہیں، تو آپ کی پرورش بھی اُن کی گرد سے ہو سکتی ہے۔"
مس رُوبی نے کہا

طاہرہ فوراً اس بات کا جواب دینے کی بجائے چند لمحے خاموش رہی۔ پھر اُس نے کہا:

"مس رُوبی، تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میری دُنیا تمہاری دنیا سے الگ ہے ـــــ تمہاری منزل اور ہے اور میری منزل اور ـــــ تمہارا راستہ اور ہے اور میرا راستہ اور"ـــــ

"میں آپ سے بحث کرنا نہیں چاہتی مس طاہرہ!" مس رُوبی نے کہا "بحث کرنے کا نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ بحث کے لیے یہ جگہ موزوں ہے ـــــ میں صرف اتنا کہوں گی کہ جو لوگ زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتے، زمانہ اُنھیں اپنے قدموں تلے روندتا ہُوا آگے بڑھ جاتا ہے ـــــ آپ سمجھدار ہیں ـــــ یقیناً اپنا بُرا بھلا خود سوچ سکتی ہیں!"

"میں نے اپنا بُرا بھلا آج سے بہت پہلے سوچ رکھا ہے مس روبی!" طاہرہ نے کہا "تم صرف دولت کی جھنکار کو دیکھتی ہو اور میں اس جھنکار کے پس پردہ پھنکارتے ہوئے زہریلے سانپوں کو بھی دیکھتی ہوں ـــــ تم صرف جگمگاتی روشنیوں کی چکاچوند کو دیکھتی ہو، لیکن میں ان روشنیوں میں چھپے ہوئے بھیانک اندھیروں کو بھی دیکھتی ہوں!"

خلاف توقع مس رگوبی فوراً کچھ کہنے کی بجائے چند لمحے خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے کہا:

"آپ عمر میں مجھ سے یقیناً بڑی ہیں مس طاہرہ! لیکن افسوس کہ آپ نے زمانے کی روش سے آنکھیں بند کر کے اپنے بہت ہی پچھڑے ہونے کا ثبوت دیا ہے ——— میں اب بھی کہوں گی کہ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیے ——— قدرت نے آپ کو ترقی اور خوشحالی کا کیسا سنہری موقع عنایت کر دیا ہے ——— آج آپ خاں صاحب کے دوست کو خوش کر دیں تو خاں صاحب بھی خوش ہو جائیں گے اور یقین کیجیے مس طاہرہ! جس سے خاں صاحب خوش ہو جاتے ہیں، اسے وہ دیکھتے ہی دیکھتے شہرت کے ساتویں آسمان پہ پہنچا دیتے ہیں۔ آپ ساری عمر اپنے سکول میں بچوں کے ساتھ مغز کھپائی کرتی رہیں تو بھی اتنی رقم نہیں کما سکتیں جتنی وہ آپ کو اپنی ایک فلم میں کام کے بدلے دے سکتے ہیں ——— خوبصورت، پڑھی لکھی لڑکیاں فلمی دنیا میں داخل ہونے کے لیے ہزاروں جتن کرتی ہیں ——— کوئی کسی آشنا کے ساتھ بھاگ کر نگار خانوں کے چکر کاٹتی ہے ——— کوئی گھر سے زیورات وغیرہ چرا کر ڈائریکٹروں، پروڈیوسروں کے آگے پیچھے پھرتی ہیں ——— تقدیر نے مہربان ہو کر آپ کو ایک ہی جست میں فلمی دنیا کے دروازے پہ لا کھڑا کیا ہے ——— اپنے خوبصورت ہاتھوں سے یہ دروازہ کھولیے اور نامی دنیا میں داخل

ہو جاییے ـــــ یقین کیجیے کہ یہ موقع زندگی میں پھر کبھی نہیں آئے گا ـــــ آج آپ خاں صاحب کو خوش کر دیں تو پھر کامیابی ہی کامیابی ہے۔"

"اس پیشکش کا شکریہ مس رُوبی!" طاہرہ نے کہا۔ "لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے ان انسانوں کی خوشنودی کی بجائے غیرفانی خدا کی خوشنودی زیادہ عزیز ہے ـــــ!"

مس رُوبی نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے کولہوں پر رکھ لیے اور ایک تہدید آمیز لہجے میں کہنے لگی:

"مس طاہرہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ انکار کر کے اپنے لیے کتنی بڑی مصیبت پیدا کر رہی ہے ـــ شاید آپ کو اندازہ نہیں کہ آپ کی یہ بے جا ضد کتنے عظیم خطرے کو دعوت دے رہی ہے ـــــ کیا آپ نے خاں صاحب کے ساتھ کھڑا ہوا وہ خوفناک بُل ڈاگ نہیں دیکھا ـــــ اس بُل ڈاگ کا نام ٹائیگر ہے اور یہ ٹائیگر آپ کے انکار کو اقرار میں بدلنے کے علاوہ آپ کے وجود کے پرخچے اڑانا بھی جانتا ہے۔ اور آپ کی آگاہی کے لیے میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اس کوٹھی کے ہر کمرے کی ہر دیوار اندھی ہی نہیں بہری بھی ہے۔ آپ اپنے گلے کی پوری طاقت سے بھی چیخیں گی تو آپ کی چیخوں کی ہلکی سی آواز بھی آپ کے کمرے سے باہر نہیں جائے گی ـــ:"

طاہرہ ابھی جواب میں کچھ کہنے نہ پائی تھی کہ دروازے پر

وشنگ ہوئی — خان صاحب مع اپنے بُل ڈاگ کے دروازے میں
نمودار ہوئے۔ خان صاحب کو دیکھتے ہی مس رُوبی بولی:

"خان صاحب! آپ کے دوست آگئے کیا؟"

"ہاں!" خان صاحب بولے "تم اپنی کہو!"

"میں نے انہیں بتا دیا ہے خان صاحب!" مس رُوبی خان صاحب
کی طرف آتے ہوئے کہنے لگی "کہ تقدیر کسی پر روز روز مہربان نہیں
ہوا کرتی — آج آپ خان صاحب کے دوست کو خوش کر
دیں گی تو خان صاحب مہربان ہو کر آپ کو اپنی کسی فلم میں چانس
دے سکتے ہیں۔"

مس رُوبی کی یہ بات سن کر خان صاحب نے طاہرہ کے
چہرے کی طرف غور سے دیکھا اور بولے۔

"یہ بات تم نے بالکل ٹھیک کہی رُوبی! ہماری اگلی فلم میں
جو شاہزادی کا کردار ہے، اس میں یہ خوب جچیں گی — بالکل
ونڈرفل ثابت ہوں گی!"

طاہرہ خاموش رہی — خان صاحب اسے خاموش پاکر بولے۔

"تمہارے لیے یہ بڑا گولڈن چانس ہے مس طاہرہ! اور
ایسے گولڈن چانس بار بار نہیں ملا کرتے۔"

پھر وہ رُوبی کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگے:

"آؤ اب چلیں — ہماری اپنی منزل کھوٹی ہو رہی ہے!"

خاں صاحب مع اپنے بل ڈاگ کے رُوبی کا ہاتھ تھامے کمرے سے باہر نکل گئے ــــ کمرہ پھر بند ہو گیا اور طاہرہ کے بندھے ہوئے ہاتھ ایک بار پھر دُعا کے لیے اُٹھ گئے۔

باب ۲۱

طاہرہ اب رہ رہ کر یہی سوچ رہی تھی کہ آخر وہ کون شخص ہے جس کی خاطر مجھے شہر کے معزز ترین علاقے کی اس سب سے زیادہ عالیشان کوٹھی میں لایا گیا ہے ـــــ وہ کون شیطان ہے جس کے نفس کی آگ بجھانے کی خاطر اتنا لمبا چوڑا اہتمام کیا گیا ہے ـــــ وہ کون ہوس کیش ہے جس نے مجھ تک ـــــ میرے جسم تک ـــــ پہنچنے کے لیے اتنا پیچیدہ راستہ اختیار کیا ہے ـــــ وہ کون نفس پرست ہے جس کی خاطر یہ سارا ناٹک رچایا گیا ہے ـــــ!

کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور دروازے کے پردے کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے کوئی عورت اندر آئی ـــــ طاہرہ نے اُس کی طرف دیکھا اور چونک کر رہ گئی ـــــ وہ مس زیبا تھی ـــ!

وہ مسکراتے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی اس کے پلنگ کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

طاہرہ خاموش رہی ـــــ کرب اور تشویش کے ساتھ اب نفرت کے آثار بھی اس کے چہرے پہ ظاہر ہونے لگے تھے ـــــ چند لمحے بعد اُس نے بڑے جارحانہ انداز میں مس زیبا کی آنکھوں میں آنکھیں

ڈال کر دیکھتے ہوئے کہا:

"مس زیبا!"

طاہرہ کا لہجہ کچھ ایسا بھیانک تھا کہ مس زیبا ایک دم دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس پہ طاہرہ نے کہا:

"بیٹھ جاؤ مس زیبا! میں تمھیں کچھ نہیں کہوں گی ——— میں اس حالت میں تمھیں کیا کہہ سکتی ہوں ——— دیکھتی نہیں ہو کہ میرے ہاتھ زنجیر بندھے ہیں ——— بھلا شکاری کو شکار سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے!"

طاہرہ کا اشارہ صاف واضح تھا لیکن مس زیبا نے جیسے انجان بن کر ——— وہیں کھڑے کھڑے ——— کہا:

"میں کچھ نہیں سمجھی مس طاہرہ!"

طاہرہ پھر چند لمحے تک خاموش رہی، پھر اس نے کہا:

"مس زیبا! میں جانتی ہوں کہ جعفری صاحب کا مجھے ہسپتال بلانا اور تمھارے ساتھ صلح کرانا محض ایک ڈھونگ تھا ——— میں اس وقت بھی محسوس کر رہی تھی کہ یہ محض ایک ناٹک رچایا جا رہا ہے ——— لیکن اس ناٹک کا مقصد مجھ پر اب کھلا ہے ——— یہ سارا ڈرامہ مجھے محض اس پر تکلف بستر تک لانے کے لیے کھیلا گیا تھا ——— یہ ایک سازش تھی جو میرے خلاف کی گئی ——— اور اس سازش میں جعفری صاحب ہی نہیں، آغا صاحب اور مس روزی بھی شامل ہیں ——— اور تمھارا یہاں آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ تم بھی اس سازش میں شامل ہو ———

تم جو کام دُشمن بن کر انجام نہیں دے سکیں ـــــ اب اُسے دوستی کا رُوپ دھار کر انجام دینا چاہتی ہو ـــــ لیکن میں تم سے ایک اور صرف ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں ـــــ وہ بد باطن کون ہے جس کی خاطر مجھے یہاں لایا گیا ہے؟"

طاہرہ کا یہ سوال سُن کر مس زیبا نے کہا:

"میرا خیال تھا کہ تمہیں پتا ہوگا طاہرہ!"

"نہیں!" طاہرہ نے کہا "مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ وہ کون ہے!"

مس زیبا نے پھر چند لمحے تک خاموشی اختیار کیے رکھی ـــــ پھر کہا

"آغا صاحب!"

طاہرہ چونک پڑی ـــــ جیسے اُسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو۔ مس زیبا نے پھر کہا:

"آغا ناصر حسین ـــــ جن کے بچے کو پڑھانے کے لیے تم ناصر منزل جاتی ہو!"

طاہرہ سراپا حیرت بن گئی ـــــ لیکن پھر کچھ سوچ کر ایک مُسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر آگئی۔ اس مُسکراہٹ کو مس زیبا نے بھی دیکھا اور حیران رہ گئی۔ اُس نے کہا:

"کیا بات ہے مس طاہرہ! تم مُسکرا رہی ہو؟"

طاہرہ چند لمحے تک یونہی مُسکراتی رہی، پھر اُس نے کہا:

"مس زیبا! آغا صاحب کو یہاں بھیج دو!"

اب مس زیبا کے حیران ہونے کی باری تھی ——— جیسے اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو۔ اُس نے پوچھا:

"کیا کہا؟"

"آغا صاحب کو یہاں بھیج دو مس زیبا!" طاہرہ نے کہا "میں خود ان سے معاملہ طے کر لوں گی"۔

مس زیبا بے یقینی کے عالم میں طاہرہ کی طرف دیکھ رہی تھی ——— اُسے اب بھی طاہرہ کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا ——— طاہرہ نے کہا:

"جاؤ مس زیبا! آغا صاحب انتظار کر رہے ہوں گے ——— انتظار کی گھڑیاں بہت کٹھن ہوتی ہیں ——— تمہیں مجھے پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا کہ یہ سارے پاپڑ صرف آغا صاحب کے لیے بیلے جا رہے ہیں ——— جاؤ اب اُنھیں یہاں بھیج دو ———!"

مس زیبا چند لمحوں تک حیرانی اور بے یقینی کے عالم میں طاہرہ کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر دروازے کی طرف بڑھی ——— دروازے پر اُس نے تین بار دستک دی تو دروازہ کھُل گیا ——— وہ باہر نکلی تو دروازہ پھر بند ہو گیا ———!

طاہرہ کو اب رہ رہ کر شکیل، حمیرا خانم اور مس شمیلا کی وہ باتیں یاد آ رہی تھیں جن میں اُنھوں نے اُسے اس سازش سے خبردار کرنے

کی کوشش کی تھی ــــــ سازش کو تو اُس وقت بھی طاہرہ نے خارج ازامکان قرار نہیں دیا تھا لیکن اس وقت وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ یہ سازش آغا صاحب کی تسکینِ نفس کے لیے کی جا رہی ہے ــــــ جس وقت آغا صاحب نے اُسے موٹر کی لفٹ کی پیش کش کی تھی، تو اُس نے اسے محض ایک اخلاقی پیش کش پر محمول کیا تھا ــــــ لیکن اب اسے محسوس ہو رہا تھا کہ یہ اخلاقی نہیں، غیر اخلاقی پیش کش تھی ــــــ یہ ایک دام تھا جو اسے پھانسنے کے لیے تیار کیا جا رہا تھا۔ اور غیر ارادی طور پر جب اُس نے اس دام میں اسیر ہونے سے انکار کر دیا تو جعفری صاحب اور مس زیبا کی مدد سے ایک اور ناٹک رچایا گیا ــــــ اگر اس نے آغا صاحب کی موٹر کی لفٹ کی پیشکش قبول کر لی ہوتی تو شاید یہی ناٹک کسی اور انداز سے رچایا جاتا ــــــ!

اس نے اگرچہ دوپہر سے کچھ نہیں کھایا تھا لیکن بھوک پیاس سے کہیں زیادہ اپنی عصمت و آبرو کے تحفظ کا خیال اس کے دل و دماغ کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ کئی مرتبہ اپنے ہاتھوں کو آزاد کرانے کی کوشش کر چکی تھی ــــــ لیکن وہ رسی کچھ ایسی مضبوطی سے کس کر بندھی ہوئی تھی کہ اُس کے تیز دانت بھی اس رسی کا کچھ نہ بگاڑ سکے تھے ــــــ اس نے سوچا تھا کہ کسی طرح میرے ہاتھ اور پیر آزاد ہو جائیں تو شاید حالات کی انتہائی نامساعدت کے باوجود میں اپنی عصمت و آبرو کی حفاظت کر سکوں ــــــ لیکن اس

کوشش میں ناکام رہنے کے بعد اب وہ محسوس کر رہی تھی کہ اپنے حسین وجود کی حفاظت کے لیے خود اسی حسین وجود سے کام لینا ضروری ہے ــــ حسن کی حفاظت کے لیے اب خود حسن کو ہی سپر بنانا ضروری ہو گیا تھا ــــ اسی سوچ نے اس کے ہونٹوں پر وہ مسکراہٹ پیدا کی تھی جس نے مس زیبا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا ــــ!

مس زیبا کے چلے جانے کے بعد وہ آغا صاحب کے لیے موزوں انداز استقبال کے متعلق غور کرتی رہی۔ اس کے خیال میں اب یہ انتہائی ضروری تھا کہ آغا صاحب کے سامنے جو صورتحال آئے، وہ اُن کے تصورات کے بالکل برعکس ہو ــــ شاید اسی طرح وہ موقع نکل آئے جس سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنی اور اپنی عصمت و آبرو کی حفاظت کر سکے۔

دروازہ کھلا اور اس نے اپنے خیالات سے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا ــــ آغا صاحب، خاں صاحب اور اُن کے خوفناک بُل ڈاگ کے ساتھ دروازے کے پردے کو ہٹاتے ہوئے اندر آئے اور پردے کے پاس ہی کھڑے ہو گئے ــــ ظاہرہ اُنھیں دیکھنے لگی ــــ لیکن بڑا احساس سے عاری چہرے کے ساتھ ــــ جیسے وہ ایک کتے اور دو انسان نما کتوں کی طرف نہیں بلکہ خلا میں دیکھ رہی ہو ــــ!

خاں صاحب نے ہاتھ سے ظاہرہ کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے کہا:

"لیجیے آغا صاحب ! ہم نے آپ کی مشکل آسان کر دی ہے
— اب آپ جائیں اور آپ کا کام"

آغا صاحب اس کے جواب میں محض ایک کھسیانی ہنسی ہنس
دیے۔ خاں صاحب پھر کہنے لگے:

"لیجیے اب میں تو چلتا ہوں — آپ کا راستہ بالکل سیدھا
اور صاف ہے — آپ جائیں یہاں آکر تو بڑی بڑی سنتونتیوں
کے ست نکل جاتے ہیں — لیکن اگر کسی مرحلے پر اس خاتون کی
خدمات حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئے تو وہ سامنے دیوار پر
لگا ہوا سُرخ بٹن دبا دیجیے گا — !"

طاہرہ نے دیوار پر لگا ہوا سرخ بٹن تو پہلے بھی دیکھا تھا
لیکن خاں صاحب کی بات سُن کر اُس نے ایک مرتبہ پھر اُس طرف
دیکھا — یہ بٹن پلنگ کے سرہانے والی دیوار پر تھا — طاہرہ
نے اندازہ لگایا کہ پلنگ پر سے ہاتھ بڑھا کر بآسانی اس سُرخ بٹن
کو دبایا جاسکتا ہے — یہ اندازہ کر کے وہ کانپ سی گئی اور
اس بٹن کی طرف یوں دیکھنے لگی جیسے وہ کسی عظیم خطرے کا نشان
ہو — آخر یہ بٹن اُس کے لیے ایک عظیم خطرے کا نشان ہی
تو تھا — !

پھر دروازہ بند ہونے کی آواز آئی اور اس نے چونک کر

اور خود کو سنبھالتے ہوئے وارڈ آئے کی طرف دیکھا۔ خاں صاحب مع اپنے بل ڈاگ کے واپس جا چکے تھے ـــــ اب صرف آغا صاحب وہاں کھڑے تھے۔ چند لمحے تک وہ وہاں کھڑے ایک عجیب ہچکچاہٹ کے انداز میں اپنا قدم آگے بڑھاتے ـــــ اور پھر وہی قدم پیچھے ہٹا لیتے ـــــ پھر جیسے اُنھوں نے حوصلہ کر کے کہا:

"مس طاہرہ!"

طاہرہ نے مسکراتے ہوئے آغا صاحب کی طرف دیکھا اور کہا:

"آجائیے آغا صاحب! میں آپ ہی کا انتظار کر رہی ہوں۔"

آغا صاحب نے انتہائی بے یقینی سے طاہرہ کی طرف دیکھا جیسے اُنھیں اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو۔ وہ سوچنے لگے کہ جس طاہرہ کو وہ اغوا کرا کے یہاں لائے ہیں کیا وہ یوں مسکرا کر اُن کا استقبال بھی کر سکتی ہے! اُنھیں تو شاید یہ آس تھی کہ طاہرہ اُنھیں دیکھتے ہی ایک غضبناک شیرنی کی طرح اُن پر جھپٹنے کی کوشش کرے گی ـــــ لیکن وہ شیرنی کی طرح غضبناک ہونے ـــــ غضبناک ہو کر جھپٹنے کی بجائے مسکرا رہی تھی ـــــ مسکرائے جا رہی تھی ـــــ!

"آپ کیا سوچ رہے ہیں آغا صاحب؟" طاہرہ نے مسکراتے ہوئے ہی پوچھا۔

اور آغا صاحب نے سنجیدگی سے کہا:

"ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ ہم اپنے سامنے مس طاہرہ کو دیکھ

رہے ہیں ـــــ یا یہ مس طاہرہ کے رُوپ میں کوئی اور وجود ہے ـــ!"

"یقیناً آپ کے سامنے مس طاہرہ ہی ہے آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا" طاہرہ جس کے ہاتھ اور پیر بندھے ہوئے ہیں ـــ طاہرہ جو آپ کے نیچے کی ٹیوٹر ہے ـــ جس کا انتخاب آپ نے دو درجن اُمیدواروں میں سے کیا تھا ـــ یاد ہوگا آپ کو!"

"ہاں! ہمیں یاد ہے!" آغا صاحب بولے

"اُس روز آپ نے میرا انٹرویو لیا تھا آغا صاحب!" طاہرہ بولی" آج میری باری ہے:"

آغا صاحب چونک سے گئے ـــ اُنھوں نے حیرانی سے طاہرہ کی طرف دیکھا ـــ طاہرہ مسکرا رہی تھی۔ وہ کہنے لگے:

"کیا مطلب؟"

"آج میں آپ کا انٹرویو لوں گی آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا "کیا آپ اس کے لیے تیار ہیں؟"

آغا صاحب مسکرا دیے۔

"تیار تو ہم کسی اور کام کے لیے ہو کر آئے ہیں مس طاہرہ! جو یقیناً تمھیں بھی معلوم ہے ـــ پر خیر! تم اس کے لیے تیار ہونے سے پہلے جو کچھ کہنا چاہو کہہ سکتی ہو ـــ جو کچھ پُوچھنا چاہو، پوچھ سکتی ہو!"

"تو پھر یہاں قریب آ کر بیٹھ جائیے آغا صاحب!" طاہرہ نے

پلنگ کی پٹی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا" تاکہ میں اطمینان سے سوال پُوچھ سکوں اور آپ اطمینان سے جواب دے سکیں ۔"

" نہیں ! ہم یہیں ٹھیک ہیں مس طاہرہ !" آغا صاحب نے دروازے کے پردے کو تھامتے ہوئے کہا" تم جو کچھ پُوچھنا چاہتی ہو پُوچھ سکتی ہو ——— جو کچھ کہنا چاہتی ہو کہہ سکتی ہو !"

"یہ تو آداب کے خلاف ہے آغا صاحب !" طاہرہ نے مُسکراتے ہوئے کہا ——— پھر وہ یکایک سنجیدہ ہو کر کہنے لگی :

" شاید آپ کو خود اپنے آپ پر ——— اپنی ذات پر ——— بھروسہ نہیں ہے آغا صاحب ! بھروسا ہوتا تو آپ ناک کو سیدھی طرح ہاتھ لگانے کی بجائے سر کے پیچھے سے ہاتھ گھما کر پکڑنے کی کوشش نہ کرتے !"

آغا صاحب یک دم چونک گئے اور بولے :

" تم کیا کہنا چاہتی ہو مس طاہرہ !"

" میں یہ کہنا چاہتی ہوں آغا صاحب !" طاہرہ نے کہا" کہ جو شخص ایک سیدھے راستے کو چھوڑ کر پیچیدہ راستہ اختیار کرتا ہے وہ یا تو انتہائی بے وقوف ہوتا ہے یا پھر انتہائی خطرناک !"

" ہم خطرناک نہیں ہیں مس طاہرہ !" آغا صاحب بولے" اس کا تمھیں یقین کرنا چاہیے اور بے وقوف تو یقیناً نہیں ہیں ——— !"

" تو پھر آپ کو بے ہمت ہی قرار دیا جا سکتا ہے آغا صاحب !"

طاہرہ نے کہا "میری باتوں کا بُرا نہ مانیے گا ـــــ میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں، کہہ لینے دیجیے ـــــ کون جانے پھر اس کا موقع ملے یا نہ ملے ـــــ!"

"ہم تمہاری کسی بات کا بُرا نہیں مانیں گے مس طاہرہ!" آغا صاحب مسکراتے ہوئے بولے "کم از کم آج کی رات تو یقیناً تمہاری کسی بات کا بُرا نہیں مانیں گے ـــــ چاہے تم ہمیں فریبی، مکّار، اور دغا باز ہی کیوں نہ کہو!"

"نہیں آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا "میں آپ کو فریبی، مکّار اور دغا باز نہیں کہوں گی ـــــ کیونکہ میں آپ کو ان صفات کا حامل نہیں سمجھتی ـــــ یہ صفات اُس شخص میں ہوتی ہیں جو دِل کا بُرا ہو ـــــ اور آپ اور سب کچھ ہو سکتے ہیں، لیکن دل کے بُرے نہیں ہیں!"

یہ کہہ کر طاہرہ نے مسکراتے ہوئے آغا صاحب کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا ـــــ طاہرہ کے ان کلمات کا آغا صاحب پر وہی اثر ہوا جس کی اُسے توقع تھی ـــــ اپنی اس تعریف سے وہ خوش ہوتے ہوئے بولے:

"یہ تو زمانہ جانتا ہے مس طاہرہ! کہ ہم دل کے بُرے نہیں ہیں!"

"اسی لیے جب مس زیبا نے آپ کا نام لیا تو مجھے سخت حیرانی ہوئی تھی" طاہرہ نے سنجیدگی سے کہا "میں ایک لمحہ کے لیے بھی یہ

سوچ نہیں سکتی تھی کہ یہ سارا ڈرامہ صرف آپ کے لیے کھیلا گیا ہے ـــــ میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ مجھے آپ کی فرمائش پورا کرنے کے لیے یہاں لایا گیا ہے ـــــ!"

"ہاں!" آغا صاحب بولے "تمہیں ہمارے کہنے پر ہی یہاں لایا گیا ہے مس طاہرہ! تم ہماری فرمائش ہو!"

طاہرہ چند لمحے تک خاموش رہی۔ پھر اُس نے کہا:

"آغا صاحب! میں تو آپ کے اتنا قریب تھی کہ آپ کسی وقت بھی ہاتھ بڑھا کر مجھے چھو سکتے تھے ـــــ آپ کسی لمحے بھی اپنے بچے کی جگہ خود لے سکتے تھے ـــــ پھر آپ نے مس زیبا اور خاں صاحب جیسے لوگوں کی خدمات سے استفادہ کرنا کیوں ضروری خیال کیا ـــــ کیا آپ کو اپنے آپ پر بھروسہ نہیں تھا؟"

"ہمیں اپنے آپ پر پُورا بھروسہ تھا مس طاہرہ!" آغا صاحب نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا "ہمیں اپنے آپ پر اب بھی پورا بھروسہ ہے ـــــ بات صرف اتنی تھی کہ ہمیں تم پر بھروسہ نہیں تھا ـــــ اور پھر بات یہ بھی تھی کہ ہم نہیں چاہتے تھے کہ یہ مہم اپنی کوٹھی پر سر کی جائے ـــــ جعفری صاحب کا حشر ہمارے سامنے تھا ـــــ اس کا تقاضا یہی تھا کہ تمہیں یہاں لایا جائے ـــــ یہاں ـــــ جہاں تمہارے ہر جوتا کا توڑ اور ہتھیار سے ہر مرض کا علاج موجود ہے ـــــ!"

"یہی بات ہو ئی نا جو میں نے عرض کی تھی آغا صاحب!" طاہرہ

نے کہا" آپ کو اپنے بازوؤں کی طاقت پر بھروسہ نہیں ہے ــــ میری جگہ کوئی طوائف ہوتی تو یقیناً آپ کو یہ طعنہ دیتی کہ آپ مرد نہیں ہیں ــــ مرد ہوتے تو اپنی ہمت اور مردانگی سے کام لیتے ــــ اور مس زیبا اور خاں صاحب جیسے پیشہ وروں کا سہارا نہ لیتے ــــ لیکن میں آپ کو یہ طعنہ نہیں دوں گی آغا صاحب! ہر انسان کی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں ــــ ہو سکتا ہے جعفری صاحب کی طرح مس زیبا بھی آپ کی کوئی مجبوری بن گئی ہو اور اسی نے آپ کو یہ راستہ دکھایا ہو ــــ!"

آغا صاحب طاہرہ کے طعنے کو صاف پی کر مسکراتے ہوئے کہنے لگے:

"تم نے درست اندازہ لگایا ہے مس طاہرہ! ہمیں اور تمہیں اس راستے پر ڈالنے والی مس زیبا ہی ہے ــــ وہ نہ ہوتی تو تم اس بستر تک کبھی نہ پہنچ پاتیں ــــ!"

"تو کیا میرے ہاتھ پاؤں باندھنے کا مشورہ بھی اُسی نے دیا تھا؟"

طاہرہ نے پوچھا۔

"نہیں!" آغا صاحب بولے" یہ احتیاط میرے اصرار پر کی گئی ہے ــــ تمہارے ہاتھوں نے ہی تو جعفری صاحب کو ہسپتال پہنچایا تھا ــــ تمہارے ہاتھ ہمارے ساتھ بھی یہی کچھ کر سکتے ہیں!"

"آپ بھول رہے ہیں آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا" آپ کا اور جعفری صاحب کا کیا مقابلہ ــــ جعفری صاحب تو بس اپنے شاف

کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھانا جانتے ہیں اور آپ.......''

"ہم کسی کی مجبوری کا ناجائز فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے مس طاہرہ!"
آغا صاحب نے ٹوک کر کہا" ہمارے نزدیک یہ اچھی بات نہیں ہے۔"

"میرے بارے میں کیا ارشاد ہے!" طاہرہ نے پوچھا۔

"تمہارے بارے میں!" آغا صاحب بولے" تمہارے بارے میں تو ہم صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ تم ہماری سب سے بڑی مجبوری ہو ___ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اب تک ہم یہاں دروازے کا پردہ تھامے نہ کھڑے ہوتے اور تم وہاں آرام سے پلنگ پر نہ بیٹھی ہوتیں!"

طاہرہ مسکرا دی۔

"تم مسکرا رہی ہو مس طاہرہ!" آغا صاحب بولے" کیا بات ہے!"

"جی ہاں!" طاہرہ نے کہا" میں یہ سوچ کر ہنس رہی ہوں کہ آپ کی مجبوری آپ کو یہاں تک لے آئی ہے تو آپ کے بیٹے کا کیا حال ہوگا ___ میں تو شوکت میاں کی بھی بہت بڑی مجبوری ہوں ___ جس دن بھی دیر ہو جاتی تھی، وہ بے قرار ہو جاتے تھے ___ آج ان کا کیا حال ہوا ہوگا!"

یہ کہتے کہتے وہ ایک دم سنجیدہ ہو گئی ___ پھر متفکر لہجے میں کہنے لگی:

"مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں اُنھیں کچھ ہو نہ گیا ہو!"

بات کا رُخ اپنے بچے کی طرف مُڑ جانے سے آغا صاحب

جیسے سن سے ہو گئے ـــــ وہ یہ توقع بھی نہیں کر سکتے تھے کہ طاہرہ جس عجیب و غریب صورتِ حال سے اس وقت دوچار ہے، اس میں وہ اپنے علاوہ کسی اور کے متعلق سوچ بھی سکتی ہے ـــــ اور پھر وہ بھی اپنے والدین یا بہن بھائیوں کے بارے میں بھی نہیں بلکہ اپنے ایک شاگرد کے بارے میں ـــــ اُس بچے کے بارے میں جس کا باپ خود اُس کی جوانی کے پھولوں کو توڑ کر اپنے دامن میں سجا لینے کا ارادہ لیے ہوئے کتنی دیر سے اس کے سامنے کھڑا ہے ـــــ پھر جیسے انھوں نے اس بات کو ختم کرنے کے خیال سے کہا:

"تمھیں ہمارے بچے کے متعلق کوئی فکر نہیں کرنا چاہیے مس طاہرہ! اُس کا فکر کرنے والے ہم جو ہیں ـــــ ویسے بھی وہ ٹھیک ٹھاک ہے ـــــ یہاں آنے سے پہلے شکیل بھی ملا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ شوکت بخیریت ہے ـــــ لہٰذا تمھیں اس کی بجائے اپنی اور ہماری فکر کرنی چاہیے ـــــ!"

طاہرہ کو شکیل کے ذکر نے سوچ کے ایک نئے راستے پر ڈال دیا ـــــ آغا صاحب کے یہاں آنے سے پہلے شکیل اُن سے ملا تھا ـــــ کیوں ملا تھا ـــــ کہاں ملا تھا ـــــ اور اُس نے پوچھ ہی لیا۔

"شکیل صاحب آپ کو کہاں ملے تھے آغا صاحب؟"

"شکیل!" آغا صاحب نے کہا ـــــ پھر کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگے

معاف کرنا مس طاہرہ! ہم تمہارے اس سوال کا جواب نہیں دے سکتے!"

"لیکن آپ کو یہ بتانے میں تو کوئی عذر نہیں ہوگا آغا صاحب!"

طاہرہ بولی "کہ شکیل صاحب آپ سے کس سلسلے میں ملے تھے!"

"وہ میری تلاش میں نکلا تھا!" آغا صاحب بولے۔

"آپ کی تلاش میں!" طاہرہ حیرانی سے کہنے لگی "اُسے آپ کی تلاش میں نکلنے کی ضرورت ہی کیوں محسوس ہوئی آغا صاحب! آخر آپ کوئی بچے تو نہیں ہیں ——— آپ کے لیے رات کو دیر سے گھر لوٹنا یا رات بھر گھر سے باہر رہنا کوئی عجیب بات نہیں ہے ——— جہاں تک مجھے معلوم ہے! وہ اس سے پہلے کبھی آپ کی تلاش میں نہیں نکلے ——— کیا آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ آپ ہی کی تلاش میں نکلے تھے ———؟"

"یہ بات تمہیں شکیل ہی سے پوچھنی چاہیے مس طاہرہ!" آغا صاحب بولے۔

طاہرہ خاموش رہی ——— وہ سوچ رہی تھی کہ شکیل آغا صاحب کی تلاش میں نکلا تھا تو کیوں نکلا تھا ——— کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ آغا صاحب کی بجائے کسی اور کی تلاش میں نکلا ہو ——— اور پھر دل کے کسی گمنام سے گوشے سے یہ صدا اُبھری ———

"کہیں وہ تمہاری ہی تلاش میں تو نہیں نکلا تھا طاہرہ!"

پھر جب اسے شکیل کی وہ باتیں یاد آئیں جو اُس نے اُسے

اپنی پریشانی کے عالم میں کہی تھیں —— تو دل کے کسی گمنام گوشے سے اُبھری ہوئی یہ صدا کچھ اور قوی ہو گئی —— یقیناً وہ تمہاری ہی تلاش میں نکلا ہو گا طاہرہ! آنے والے واقعات شاید پہلے ہی اُس کے دل پر اپنا سایہ ڈال رہے تھے —— جبھی تو وہ اس سانحہ کے وقوع میں آنے سے کئی روز پہلے ہی پریشان ہو گیا تھا —— اُسے اس سانحے کی خبر ہو گئی ہو گی —— وہ تمہاری ہی تلاش میں نکلا ہو گا —— کیا عجب جو وہ اس وقت بھی تمہارا پتا چلانے کے لیے تگ و دو کرتا پھر رہا ہو —— !

اور طاہرہ نے جیسے اپنے دل سے سوال کیا:

"شکیل کو یہ تگ و دو کرنے کی کیا ضرورت ہے!"

اور دل کے اُسی گمنام سے گوشے سے اس کے سوال کا جواب آیا۔

" اس لیے کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ اس لیے کہ اُسے تم سے پیار ہے۔"

اور طاہرہ نے جیسے اپنے دل کو فہمائش کی۔

" اُسے کہہ دو کہ محبت کا یہ نغمہ کہیں اور جا کر سنائے —— اُسے اپنے پیار کا اکتارہ بجا کر میرے دروازے پہ دستک نہیں دینی چاہیے! میری دُنیا کے دروازے مردوں پہ بند ہیں —— ہمیشہ کے لیے بند ہیں!"

"یہ دروازے ہمیشہ کے لیے بند نہیں رہ سکتے مس طاہرہ!"

آغا صاحب نے کہا —— اور طاہرہ نے اپنے خیالات سے چونک کر آغا صاحب کی طرف دیکھا —— شاید اُس نے اپنے دل کو نمائش قدرے بلند آواز سے ہی کر دی تھی —— اور آغا صاحب نے اُس کے الفاظ سن لیے تھے —— طاہرہ کھسیا سی ہو کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی —— آغا صاحب بولے:

"نہ جانے وہ کون خوش نصیب یا بدنصیب تھا جسے تم نے تخیل ہی تخیل میں مخاطب کر رہی تھیں مس طاہرہ! تم اُس سے کہہ رہی تھیں کہ محبت کا یہ نغمہ کہیں اور جا کر سناؤ —— اپنے پیار کا اکتارہ بجا کر میرے دروازے پر دستک نہ دو —— مردوں پر میری دُنیا کے دروازے بند ہیں —— ہمیشہ کے لیے بند ہیں —— کون ہے وہ مس طاہرہ!"

"کوئی نہیں آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا "کوئی بھی نہیں —— مجھے تو خود بھی معلوم نہیں کہ میں نے کیا کہا تھا۔ شاید میری آنکھ لگ گئی تھی —— شاید میں نے کوئی سپنا دیکھا تھا!"

"تعجب ہے!" آغا صاحب بولے "تم اس حالت میں سفر سے دیس کے اجنبی شہزادوں کے سپنے دیکھ رہی ہو —— اُنھیں کہہ رہی ہو کہ میری دنیا کے دروازوں پر دستک نہ دو —— جبکہ ہم جیتی جاگتی دُنیا میں یہاں کتنی دیر سے کھڑے تمھاری دنیا کے دروازوں پر دستک

دے رہے ہیں ——— اب تو یہ انٹرویو کا مذاق ختم ہو جانا چاہیے مس طاہرہ! یا ساری رات ہمیں کھڑے کھڑے تھکا کر مار دینے کا ارادہ ہے!"

"میں نے تو پہلے ہی عرض کیا تھا کہ یہاں قریب آ کر بیٹھ جائیے تاکہ میں اطمینان سے سوال پوچھ سکوں اور آپ اطمینان سے جواب دے سکیں ——— آپ نے خود ہی اس پیش کش کو رد کیا ——— اب خود ہی شکوہ کر رہے ہیں ——— کیا یہ انصاف ہے آغا صاحب!"

"ہمیں کیا خبر تھی کہ تمھارا انٹرویو اتنا طویل ہو جائے گا!" آغا صاحب بولے" ہمارے صبر کی انتہا ہو چکی ہے مس طاہرہ! تمھیں ہمارا مزید امتحان نہیں لینا چاہیے!"

"کیا آپ کو اپنے فیل ہو جانے کا خدشہ ہے!" طاہرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں!" آغا صاحب بولے" ہمیں فیل ہو جانے کا خدشہ نہیں ہے مس طاہرہ! ہم صرف تمھیں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ باتیں بہت ہو چکیں ——— ہم جس کام کے لیے یہاں آئے ہیں، تمھیں اب اس کے لیے تیار ہو جانا چاہیے!"

طاہرہ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہنے لگی:

"آغا صاحب! آپ خود تو تیار ہو کر آئے ہیں ——— لیکن مجھے تیار کرنے کے لیے آپ نے کیا کیا ——— یا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ

میں عورت ذات ہوں ـــــ مجھے کسی تیاری کی ضرورت نہیں ـــــ ایک قصائی بھی جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اسے پیٹ بھر کر پانی پلاتا ہے ـــــ ایک کسان بھی لگائے بھینس کو دوہنے سے پہلے اس کے آگے چارہ ڈالتا ہے ـــــ آپ میرے جسم سے اپنے نفس کی تواضع کرنے کا ارادہ لے کر یہاں آئے ہیں ـــــ اور میرا یہ حال ہے کہ مارے بھوک اور پیاس کے دم نکلا جا رہا ہے ـــــ آپ کو صرف اپنے نفس کی اشتہا سے غرض ہے ـــــ دوسروں پر کیا کچھ گزرتی ہے ـــــ اس کا کوئی واسطہ نہیں ـــــ کیا آپ مجھ پر اتنا ترس بھی نہیں کھا سکتے جتنا ایک کسان اپنے جانور پر کھاتا ہے ـــــ اتنا بھی رحم نہیں کر سکتے جتنا ایک قصائی اپنے بکرے پر کرتا ہے ـــــ یا آپ بے رحمی اور شقاوت کے انتہائی درجے پر پہنچ چکے ہیں ـــــ!"

آغا صاحب نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا جیسے اُنھیں طاہرہ کی بات کا یقین نہ آیا ہو۔ وہ کہنے لگے:

"تمھیں یہاں کسی نے کھانے کو نہیں پوچھا مس طاہرہ!"

"کسے فکر تھی کہ وہ مجھ سے کھانے کو پوچھتا!" طاہرہ نے کہا "یا شاید یہ لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ بھوکے پیاسے شکار کو آسانی سے قابو کیا جا سکتا ہے ـــــ!"

"تو تم نے واقعی دن بھر کچھ نہیں کھایا پیا؟" آغا صاحب نے پوچھا۔

"صرف دوپہر کے وقت چائے کا ایک کپ پیا تھا" طاہرہ نے کہا۔
"تو اب تو تمہیں بڑے زوروں کی بھوک لگ رہی ہو گی!"
آغا صاحب نے ہمدردانہ لہجے میں کہا
"خدا جانے میں اب تک کیسے آپ سے باتیں کرتی آئی ہوں!"
طاہرہ نے کہا، لیکن اب تو آنتیں بھی قل ہو اللہ پڑھ رہی ہیں۔"
آغا صاحب مسکرا دیے۔
"اپنی آنتوں سے کہو کر قل ہو اللہ کی بجائے کچھ اور پڑھیں مس طاہرہ! یہ خان صاحب کی کوٹھی ہے ـــــ یقیناً یہاں اس کی اجازت نہیں ہے۔"
"آپ کو مذاق سوجھ رہا ہے آغا صاحب!" طاہرہ نے جیسے بگڑ کر کہا" اور میری جان نکل جا رہی ہے۔"
"اس وقت اتنی رات گئے کھانے پینے کے لیے کہاں سے مل سکتا ہے؟" آغا صاحب بولے" اب تک تو بازار اور بازار کی سب دکانیں بند ہو چکی ہوں گی ـــــ!"
پھر وہ کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگے:
"نہیں مس طاہرہ! خان صاحب یہاں آنے والوں یا لائے جانے والوں کی ضرورتوں سے غافل نہیں ہو سکتے۔ یقیناً یہاں سب کچھ موجود ہو گا ـــــ ہماری ضرورت کا سامان بھی اور تمہاری ضرورت کا سامان بھی ـــــ ٹھہرو! ہم ذرا جائزہ لیتے ہیں!"

یہ کہہ کر وہ پلنگ کے قریب سے ہوتے سنگار میز کی طرف بڑھے اور اس کی درازوں کا جائزہ لینے لگے۔ اوپر کی دراز میں شب خوابی کے لباس کے تہ کیے ہوئے دو جوڑے موجود تھے ——— وہ انھیں طاہرہ کو دکھاتے ہوئے کہنے لگے:

"دیکھو مس طاہرہ! جب انھوں نے ہماری اس ضرورت کو نظرانداز نہیں کیا، تو دوسری ضرورتوں کو وہ کیسے نظرانداز کر سکتے ہیں ——— یقیناً ہمیں کھانے پینے کے لیے کچھ نہ کچھ مل جائے گا!"

طاہرہ خاموش رہی۔ آغا صاحب سنگار میز کا جائزہ لینے کے بعد قریبی الماری کی طرف بڑھے اور اسے کھولا۔ کھولتے ہی وہ حیرانی سے کہنے لگے:

"ارے! سب کچھ یہاں موجود ہے اور تم نے یونہی دُہائی مچا رکھی ہے ——— یہ دیکھو!"

الماری کے اندر ایک بڑی سی پلیٹ میں کچھ پھل اور اس پلیٹ کے ساتھ ہی بلیک اینڈ وائٹ کی ایک بوتل رکھی تھی ——— آغا صاحب نے ایک ہاتھ میں پلیٹ تھام لی اور دوسرے میں بوتل ——— پھر طاہرہ کی طرف مسکراتے ہوئے بولے:

"لو دیکھو! یہ پلیٹ تمھارے لیے ہے اور یہ بوتل ہمارے لیے ——— ہم نہ کہتے تھے کہ خاں صاحب یہاں آنے والوں کی ضرورتوں سے غافل نہیں ہو سکتے ——— تم پہلے ہی دیکھ لیتیں تو اچھا تھا!"

"میں کیسے دیکھ سکتی تھی آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا۔"آپ کے خیر خواہوں نے تو میرے ہاتھ پیر باندھ رکھے ہیں۔"

"خیر یہ پلیٹ سنبھالو اور پھل کھاؤ" آغا صاحب نے کہا۔"تم اپنی تسلی کرو، ہم اپنی تسلی کرتے ہیں!"

یہ کہہ کر آغا صاحب نے پھلوں کی پلیٹ طاہرہ کے سامنے پلنگ پر ہی رکھ دی اور خود سنگار میز کے سہارے کھڑے ہو کر منہ سے بوتل کا کارک کھول کر ایک گھونٹ بھرا —— پھر کہنے لگے:

"آہا! مزا آ گیا اس بلیک اینڈ وائٹ کا —— جیو خاں صاحب! یہ بلیک اینڈ وائٹ ہے اور تم ٹیکنی کلر ہو مس طاہرہ! تمھارا نشہ یقیناً اس سے بھی زیادہ ہوگا —— اس سے بھی زیادہ ہوگا!"

اُنھوں نے پھر بوتل سے ایک بڑا سا گھونٹ بھرا —— پھر طاہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولے:

"ارے! تم پھل نہیں کھا رہی ہو —— کیا بات ہے؟"

طاہرہ نے اپنے بندھے ہوئے ہاتھ آگے بڑھا دیے۔ آغا صاحب کہنے لگے:

"اوہ! تمھارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں —— لیکن تمھارا مُنہ تو بندھا ہوا نہیں ہے —— مُنہ سے کھاؤ مُنہ سے!"

"مُنہ سے!" طاہرہ نے حیرانی سے کہا"کیا میں جانوروں کی طرح اس پلیٹ پر مُنہ ماروں آغا صاحب!"

"نہیں! مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ میرے ہاتھ کھول دیجیے!"

"نہیں!" آغا صاحب پیچھے ہٹتے ہوئے کہنے لگے "ہم تمہارے ہاتھوں کو کھول کر اپنی شامت کو دعوت نہیں دے سکتے ـــــ جعفری صاحب کا حشر ہمیں یاد ہے ـــــ!"

"مجھ پر بھروسہ کیجیے آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا "میں آپ کو کچھ نہیں کہوں گی ـــــ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ آپ کی اتنی بڑی زیادتی کے باوجود میری زبان پر شکایت کا ایک لفظ بھی نہیں آیا ہے ـــــ!"

"نہیں مس طاہرہ!" آغا صاحب نے کہا "ہم تمہارے ہاتھ کھول دینے کی حماقت نہیں کر سکتے ـــــ تم عورت ذات ہو ـــــ اور عورت ذات کا کوئی بھروسہ نہیں ہے!"

"تو آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے!" طاہرہ نے کہا "اس سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کو خود اپنے آپ پر اعتماد نہیں ہے ـــــ جن لوگوں کو اپنے آپ پر بھروسہ نہیں ہوتا، وہی دوسروں پر بھروسہ نہیں کر پاتے آغا صاحب! آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں ہے ـــــ لیکن میں آپ پر بھروسہ کرتی ہوں ـــــ آپ میرے ہاتھ کھول دیجیے! میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میرا ہاتھ آپ پر نہیں اٹھے گا ـــــ جعفری صاحب کی داستان آپ کے ساتھ نہیں دہرائی جائے گی ـــــ میں اس کا وعدہ کرتی ہوں!"

"نہیں!" آغا صاحب نے کہا "تمہارے ہاتھ کھول کر ہم اپنی جیت کو ہار میں تبدیل نہیں کر سکتے مس طاہرہ! یہ ایک زبردست حماقت ہو گی ــــــ اور اس حماقت کی تمہیں ہم سے توقع بالکل نہیں رکھنی چاہیے۔"

طاہرہ نے چند لمحوں تک خاموشی اختیار کیے رکھی۔ پھر کہا:

"آغا صاحب! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر میں چاہتی تو اپنے ہاتھ پیر بندھے ہونے کے باوجود آپ کو جعفری صاحب کے حشر سے دوچار کر سکتی تھی ــــــ یہ مت خیال کیجیے کہ مظلوم کو بے دست و پا کر دینے کے بعد ظالم مظلوم کے انتقام سے محفوظ ہو جاتا ہے ــــــ میں چاہوں تو ابھی اور اسی وقت آپ خاک اور خون میں تڑپتے ہوئے نظر آ سکتے ہیں ــــــ میں اگر اب تک خاموش ہوں تو اس لیے نہیں کہ آپ نے مجھ پر اپنی برتری ثابت کر دی ہے یا مجھ جیسی کمزور عورت سے آپ نے اپنی طاقت اور مردانگی کا لوہا منوا لیا ہے ــــــ میں خاموش ہوں تو صرف اس لیے کہ میں آپ کو کوئی گزند پہنچانا نہیں چاہتی ــــــ مجھے شوکت میاں سے محبت ہے اور میں نہیں چاہتی کہ آپ کی زیادتیوں کی سزا شوکت میاں کو ملے ــــــ کچھ بھی ہو میں شوکت میاں کو یتیم دیکھنا نہیں چاہتی!"

آغا صاحب کے لیے طاہرہ کا یک بیک برہم ہو جانا بالکل غیر متوقع تھا ــــــ وہ مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولے:

"اوہو! تم ناراض ہو گئیں مس طاہرہ! لاؤ میں تمہیں اپنے ہاتھ سے پھل کھلاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انھوں نے بلیک اینڈ وائٹ کی بوتل سنگار میز پر رکھ دی اور خود پلنگ کے قریب ہو کر پلیٹ سے پھل اٹھانے کے لیے جھکے ـــــ لیکن اس سے پہلے کہ وہ پلیٹ سے پھل اٹھاتے، طاہرہ نے اپنے بندھے ہوئے پیروں سے پلیٹ کو پلنگ سے پرے پھینک دیا ـــــ پلیٹ ایک چھناکے کے ساتھ سنگار میز کے ساتھ جا کر لگی اور ٹوٹ گئی ـــــ اس میں رکھے ہوئے پھل قالین پر بکھر گئے ـــــ طاہرہ نے کہا:

"یہ پھل بھی خود ہی کھائیے! میں ان کے بغیر نہیں مر جاؤں گی!"

آغا صاحب پیچھے ہٹ گئے اور قالین پر بکھرے ہوئے پھل سمیٹنے لگے ـــــ یہ پھل اکٹھے کر کے انھوں نے سنگار میز پر بوتل کے قریب رکھ دیے ـــــ پھر خاموشی سے ایک سیب اٹھا کر کھانے لگے ـــــ سیب کھانے کے بعد انھوں نے پھر بلیک اینڈ وائٹ کے دو گھونٹ بھرے ـــــ پھر کہنے لگے:

"تم ناراض ہو رہی ہو مس طاہرہ! حالانکہ تمہیں ناراض ہونے کا کوئی حق نہیں ہے ـــــ اور پھر تمھاری ناراضگی میں سراسر تمھارا اپنا نقصان ہے ـــــ کیا تم بھول گئی ہو کہ میں خاں صاحب کے تابینگر کی خدمات حاصل کر لینے کے لیے کسی وقت بھی وہ سرخ مٹی

دبا سکتا ہوں ———!"

"دبا دیجیے!" طاہرہ نے کہا "آپ کو روکا کس نے ہے!"

"روکا تو کسی نے بھی نہیں مس طاہرہ!" آغا صاحب بولے "اور نہ ہمیں کوئی روک ہی سکتا ہے ——— وہ تو ہم نے خود ہی اپنے آپ کو روکے رکھا ہے ——— نہیں ہمارے ضبط و تحمل کی داد دینی چاہیے مس طاہرہ! کہ ہم اتنی دیر سے تمہاری باتیں سن رہے ہیں ——— ورنہ ایک بند کمرے میں جہاں ایک نوجوان اور حسین عورت قیدی بن کر بستر پر پڑی ہو، زُہد و اِتقا کا بڑے سے بڑا دعویدار بھی اپنے آپ کو اتنی دیر تک روک کر نہیں رکھ سکتا ——— ایک طوائف بھی کسی مرد کے ضبط کا اس طرح امتحان نہیں لیتی جس طرح تم ہمارے ضبط کا امتحان لے رہی ہو ——— ایک بیوی بھی اپنے شوہر کو اتنی دیر انتظار نہیں کراتی، جتنی دیر تم نے ہمیں انتظار کرایا ہے ——— ایک داشتہ بھی اپنے آقا کے سامنے اس طرح پس و پیش نہیں کرتی جس طرح تم کر رہی ہو ——— ایک محبوبہ بھی اپنے عاشق کے سوالِ وصل پر اس طرح ناز و ادا اور خفگی کا مظاہرہ نہیں کرتی جس طرح تم کر رہی ہو ——— لیکن ہم سب کچھ برداشت کر رہے ہیں!"

"کس حیثیت سے؟" طاہرہ نے پوچھا "آپ یہ سب کچھ کس حیثیت سے برداشت کر رہے ہیں آغا صاحب!"

"جس حیثیت سے بھی چاہو سمجھ لو مس طاہرہ!" آغا صاحب بولے "اس سے کیا فرق پڑتا ہے!"

"بہت فرق پڑتا ہے آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا "بلکہ مجھے اور آپ کو اپنی حیثیت پہلے ہی متعین کر لینی چاہیے تھی تا کہ مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ کس انداز سے یہاں آئے ہیں ـــــ ایک طوائف کے آشنا کی حیثیت سے ـــــ ایک بیوی کے شوہر کی حیثیت سے ـــــ ایک داشتہ کے آقا کی حیثیت سے ـــــ یا ایک محبوبہ کے عاشق کی حیثیت سے ـــــ!"

"یہاں ہماری صرف ایک ہی حیثیت ہے مس طاہرہ!" آغا صاحب بولے "ہم ایک مرد بن کر ایک نوجوان اور حسین عورت کے پاس آئے ہیں!"

"لیکن اس عورت کی حیثیت کیا ہے جس کے پاس آپ آئے ہیں!" طاہرہ نے کہا "طوائف، بیوی، داشتہ یا محبوبہ؟"

یہ حیثیتیں صرف عورت کے بستر تک پہنچنے سے پہلے ہوتی ہیں ـــــ بستر پر پہنچنے کے بعد مرد کی ہر حیثیت ختم ہو جاتی ہے ـــــ وہ مرد اور صرف مرد رہ جاتا ہے ـــــ اسی طرح اس مرحلے پر عورت کی بھی ہر حیثیت ختم ہو جاتی ہے ـــــ وہ عورت اور صرف عورت رہ جاتی ہے ـــــ!"

"لیکن آپ تو ابھی اس عورت کے بستر سے بہت دور ہیں

ا صاحب!" طاہرہ نے کہا۔

"نہیں ہم تمہارے بستر سے دُور نہیں ہیں مس طاہرہ!" آغا صاحب نے کہا "تمہارا بستر ہی نہیں، تمہارا جسم ——— نوجوان اور حسین جسم ——— بھی ہمارے بالکل قریب ہے ——— ہم جب چاہیں تمہارے اس مرمریں بدن کو اپنی آغوش میں لے سکتے ہیں ——— اس کے لیے یقیناً ہمیں تم سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ تمہارا کوئی عذر یا انکار اس میں سدِ راہ ہو سکتا ہے!"

"کیا آپ نے میری زبان سے عذر یا انکار کا کوئی لفظ سنا ہے!" طاہرہ نے پوچھا

لیکن تم ٹال مٹول سے کام تو لے رہی ہو!" آغا صاحب بولے۔

طاہرہ خاموش رہی۔ چند لمحے کی خاموشی کے بعد اُس نے کہا:

"آغا صاحب! میں ہر کام ایک وقار ——— ایک شان ——— کے ساتھ کرنے کی قائل ہوں ——— چاہے وہ عصمت فروشی جیسا گھناؤنا فعل ہی کیوں نہ ہو ——— آپ مجھے اپنے بستر کا شریک بنانا چاہتے ہیں تو مجھے برابر کے فریق کی حیثیت دیجیے ——— ایک بے بس قیدی کی حیثیت نہ مجھے پسند ہے اور نہ میں اسے گوارا کر سکتی ہوں۔"

آغا صاحب نے حیران ہو کر طاہرہ کی طرف دیکھا اور بولے:

"تم کیا کہنا چاہتی ہو مس طاہرہ؟"

"تعجب ہے کہ آپ میرا مطلب نہیں سمجھ پائے!" طاہرہ نے کہا

"حالانکہ میری باتوں کا مفہوم بالکل واضح ہے ——— خیر آپ صاف صاف سُننا چاہتے ہیں تو صاف صاف ہی سُن لیجیے ——— اگر آپ اس بستر تک پہنچنا چاہتے ہیں تو میرے ہاتھ پیر کھول دیجیے" تاکہ میں بھی آپ کی طرح آپ کے خان صاحب کی دی ہوئی سہولتوں سے استفادہ کرسکوں ——— یہ میرا وعدہ ہے کہ میرے ہاتھوں سے آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا ——— لیکن اگر آپ میری بے بسی اور مجبوری سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اپنے ہاتھ پیر بندھے ہونے کے باوجود میں مدافعت کروں گی اور اپنے آخری سانس تک مدافعت کروں گی ——— آپ چاہیں تو شوق سے یہ سرخ بٹن دبا کر اپنی امداد کے لیے خان صاحب کے ٹائیگر کو طلب کرسکتے ہیں ——— لیکن آپ کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ مدافعت کی کوشش میں یہ ہاتھ اور پاؤں کسی وقت بھی آزاد ہوسکتے ہیں اور ان میں فولاد کی سی سختی اور پھانسی کے پھندے کی سی قوت پیدا ہوسکتی ہے ———"

"تو تم ہمیں چیلنج دے رہی ہو مس طاہرہ!" آغا صاحب بولے

"اسے جو چاہے نام دے لیجیے آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا "میں نے دونوں صورتیں آپ کے سامنے رکھ دی ہیں ——— آپ جسے بہتر سمجھیں، اختیار کرسکتے ہیں۔"

آغا صاحب سوچ میں پڑ گئے ——— ایک مظلوم ظالم کو للکار رہا تھا ——— ایک بے بس قیدی اپنے قید کرنے والے کو دعوتِ مبارزت

دے رہا تھا ـــــــ ایک دست و پا بستہ عورت ایک مرد کی طاقت کو چیلنج کر رہی تھی ـــــــ!

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد آغا صاحب نے کہا:

"تم نے ہمیں ایک عجیب سی اُلجھن میں ڈال دیا ہے مس طاہرہ! ہم یقیناً تمہارے ہاتھ پاؤں کھول دیں لیکن اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ آزاد ہونے کی حالت میں تم وہی کچھ نہیں کرو گی جس کا عزم دست و پا بستہ ہونے کی حالت میں ظاہر کر رہی ہو ـــــــ!"

"میں نے آپ سے وعدہ کیا ہے آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا کہ میرے ہاتھوں آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا ـــــــ اور میرا قول ایک غیور و خود دار کا قول ہے ـــــــ میں اس سے زیادہ کوئی ضمانت نہیں دے سکتی ـــــــ!"

"تمہاری باتوں کا یقین کرنا بڑا دشوار ہے مس طاہرہ!" آغا صاحب بولے "آخر ہم کیسے مان لیں کہ تمہارے ہاتھوں اور پیروں کی بیڑیاں کٹ جانے کے بعد ہمیں اپنی منزل تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی ـــــــ!"

"اس کا یقین دلانا میرے بس کی بات نہیں ہے آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا "دوسروں کی باتوں پر یقین کرنا صرف اس کے لیے مشکل ہوتا ہے جسے خود اپنی بات کا یقین نہ ہو ـــــــ آپ کو خود اپنی ذات پہ اعتماد نہیں ہے اور یہیں سے آپ کی ساری مشکلات جنم لیتی ہیں ـــــــ!"

"تم غلط کہتی ہو مس طاہرہ!" آغا صاحب نے جیسے جوش سے کہا "ہمیں اپنے آپ پر اور اپنی طاقت پر پورا اعتماد ہے ــــ اور بہت جلد تمھیں اس کا ثبوت بھی مل جائے گا ــــ!"

لیکن اُن کا یہ جوش ایک دم فرو ہو گیا اور وہ پھر کسی سوچ میں پڑ گئے ــــ پھر کہنے لگے:

"ہم نے زندگی میں ایک بار نہیں، کئی بار جوا کھیلا ہے مس طاہرہ! لیکن آج ہم اپنی زندگی کا سب سے زیادہ خطرناک جوا کھیل رہے ہیں ــــ ہم ابھی تمھارے ہاتھ پیر آزاد کیے دیتے ہیں مس طاہرہ! اس طرح ہم خود اپنی کامیابی کو داؤ پر لگا رہے ہیں مس طاہرہ! ہم امید کرتے ہیں کہ تم اپنے قول کی پابند رہو گی ــــ لیکن تم نے کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو یاد رکھو! یہ جعفری صاحب کی کوٹھی نہیں ہے ــــ خان صاحب کی کوٹھی ہے ــــ یہاں تمھارے ہر جوڑ کا توڑ اور تمھارے ہر مکر کا علاج موجود ہے ــــ لاؤ!"

طاہرہ نے خاموشی سے اپنے بندھے ہوئے ہاتھ آغا صاحب کی طرف بڑھا دیے اور آغا صاحب قریب ہو کر رسی کی گرہ کھولنے کی کوشش کرنے لگے ــــ تھوڑی دیر تک ہاتھوں سے کوشش کرنے کے بعد وہ بولے:

"یہ گرہ تو بڑی مضبوطی سے دی ہوئی ہے مس طاہرہ! اسے کھولنا ہمارے ہاتھوں کے بس کا روگ نہیں۔"

"ذرا دانتوں سے کوشش کر کے دیکھیے آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا۔

"ہمارے دانت اتنے مضبوط نہیں ہیں مس طاہرہ!" آغا صاحب نے کہا "ویسے بھی ہمیں یہ زیب نہیں دیتا۔"

"تو پھر کوئی اور ترکیب اختیار کیجیے آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا "کوئی چاقو — کوئی چھری — کوئی بلیڈ — تلاش کیجیے، کچھ نہ کچھ ضرور مل جائے گا — آخر حبیب خاں صاحب یہاں آنے والوں یا لائے جانے والوں کی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا خیال رکھتے ہیں — تو یقیناً اس ضرورت سے بھی غافل نہیں رہے ہوں گے —!"

"ہم دیکھتے ہیں!" آغا صاحب نے کہا۔

چنانچہ انھوں نے ایک مرتبہ پھر سنگار میز اور اس کی مختلف درازوں کا بڑے غور سے جائزہ لیا — جس الماری سے انھیں پھلوں کی پلیٹ اور بلیک اینڈ وائٹ کی بوتل ملی تھی، اس کے تمام خانوں کو بڑے غور سے دیکھا — کمرے میں ایک الماری اور تھی جس میں کچھ کتابیں اور رسالے تھے — اسے بھی بڑی احتیاط سے دیکھا — پھر کمرے کی انگیٹھی کا بھی جائزہ لیا — اور اس جستجو کے بعد نفی میں سر ہلاتے ہوئے طاہرہ کے قریب آکر بولے:

"نہیں مس طاہرہ! یہاں کوئی چاقو — کوئی چھری — بلیڈ نہیں ہے —!"

"گئے ہاتھوں اُدھر غسل خانے میں بھی دیکھ آیئے آغا صاحب!"
طاہرہ نے کہا۔

یہ سن کر آغا صاحب پہلے تو کچھ جھجکے ـــــ لیکن پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے غسل خانے کی طرف بڑھے۔ غسل خانے کا دروازہ کھول کر اُنھوں نے تھوڑی دیر تک وہاں کا جائزہ لیا اور پھر واپس آگئے۔ انھوں نے کہا:

"نہیں مس طاہرہ! وہاں بھی اس قسم کی کوئی چیز نہیں ہے ـــــ خان صاحب کوئی نادان نہیں ہیں! وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایسے کمرے میں کسی چاقو، چھری یا بلیڈ قسم کی چیز کی موجودگی خطرے سے خالی نہیں ـــــ حکومت عام قیدیوں کے بارے میں بھی ایسی ہی احتیاط کیا کرتی ہے ـــــ اور پھر یہاں آنے والی یا لائی جانے والی ہستیاں تو اکثر خطرناک قیدیوں سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں ـــــ!"

"اب کیا کیا جائے!" طاہرہ نے سوچتے ہوئے کہا۔

"تمھیں اسی طرح گزارا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے مس طاہرہ!" آغا صاحب بولے۔

"نہیں آغا صاحب! اس طرح گزارا کرنا مجھے گوارا نہیں ہے" طاہرہ نے کہا۔

"لیکن ہمیں بھی یہ گوارا نہیں ہے مس طاہرہ!" آغا صاحب نے کہا

کہ ہم اپنی منزل کے عین قریب پہنچ کر بھی اپنی منزل سے دُور رہیں ——— جامِ تسکین سامنے موجود ہونے کے باوجود اپنے جذبات کی آگ میں جلتے رہیں!"

"آگ!" طاہرہ نے زیرِ لب دُہرایا اور جیسے بجلی کی سی سُرعت سے ایک خیال اس کے دماغ میں کوند گیا۔ اُس نے مسکراتے ہوئے پُوچھا:

"آپ کی جیب میں ماچس تو یقیناً ہو گی آغا صاحب!؟"

"ماچس!" آغا صاحب نے جیسے حقارت سے کہا "ہمارے پاس ماچس کا کیا کام ——— ماچس تو معمولی درجے کے لوگ رکھتے ہیں ——— ہمارے پاس تو سگریٹ لائٹر ہے!"

"سگریٹ لائٹر!" طاہرہ نے جیسے خوشی سے کہا۔

"ہاں!" آغا صاحب بولے۔

"تو وہی نکال لیجیے!" طاہرہ نے کہا" اور اس کی مدد سے اس رسی کو جلانے کی کوشش کیجیے۔ یہ رسّی جل جائے گی تو پھر آپ کو زیادہ دیر تک اپنے جذبات کی آگ میں جلنا نہیں پڑے گا ———!"

"تم بڑی ذہین ہو مس طاہرہ!" آغا صاحب بولے" واقعی بہت ذہین ہو!"

آغا صاحب نے جیب سے لائٹر نکال کر جلایا اور پھر طاہرہ کے قریب پلنگ کی پٹی پہ بیٹھ کر لائٹر کا شعلہ طاہرہ کے ہاتھوں سے

بندھی ہوئی رسی کے نیچے کر دیا ۔۔۔ اُن کی نگاہیں طاہرہ کے حسین چہرے پر تھیں ۔۔۔ اور طاہرہ کی نگاہیں لائٹر کے شعلے پر ۔۔۔ یہ شعلہ اُس کے لیے آزادی کا پیغام لے کر آیا تھا ۔۔۔ اُس کی آزادی کی مشعل خود اس کے قید کرنے والے کے ہاتھوں روشن ہو رہی تھی ۔۔۔!

یکایک طاہرہ نے ہلکی سی چیخ ماری اور آغا صاحب نے چونک کر اپنا لائٹر والا ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا:

"کیوں! کیا ہوا اس طاہرہ؟"

"آپ نے تو میرا ہاتھ ہی جلا ڈالا آغا صاحب!" طاہرہ نے گلہ کیا" ذرا احتیاط کیجیے ۔۔۔ پرکیا کہ شعلہ کہیں اور آنچ کہیں!"

آغا صاحب خفیف سے ہو کر پھر لائٹر کا شعلہ رسی کے نیچے کر کے بیٹھ گئے ۔۔۔ کچھ دیر بعد طاہرہ نے کہا:

"بس کیجیے آغا صاحب! اب تک تو اس شعلے نے اس بے رحم رسی کا دل بھی پگھلا دیا ہو گا!"

آغا صاحب نے لائٹر بجھا کر ایک طرف رکھ دیا اور پھر رسی نے جو ذرا سی آگ پکڑی تھی، اُسے پھونک مار کر بجھا دیا ۔۔۔ اس کے بعد جو اُنھوں نے اسے کھینچا تو رسی ٹوٹ گئی ۔۔۔ دوسرے ہی لمحے طاہرہ کے ہاتھ آزاد تھے ۔۔۔ خوشی کی ایک لہر بے ساختہ اس کے چہرے پر دوڑ گئی ۔۔۔ آزاد ہوتے ہی اس کے ہاتھ جھٹ پٹ پیروں سے بندھی ہوئی رسی کی طرف بڑھے ۔۔۔ اور اسے

کھولنے کی کوشش کرنے لگے ــــــ!

آغا صاحب نے لائٹر اٹھا کر روشن کرتے ہوئے کہا:

"لاؤ ہم اس کا دل بھی پگھلا دیں مس طاہرہ!"

طاہرہ نے اُن کا ہاتھ لائٹ سے ایک طرف کرتے ہوئے کہا:

"رہنے دیجیے آغا صاحب! اس کے لیے میرے ہاتھ ہی کافی ہوں گے!"

آغا صاحب نے لائٹر بجھا کر پھر اپنی جیب میں ڈال لیا ـــــ پھر جیب سے لائٹر کے ساتھ سگریٹ کیس بھی نکال لیا ـــــ سگریٹ کیس کھول کر انھوں نے ایک سگریٹ نکالا اور لائٹر سے سلگایا ـــــ پھر سگریٹ کیس اور لائٹر اپنی جیب میں رکھا اور پلنگ کی پٹی پہ بیٹھے ہوئے ہی سگریٹ کے کش لگانے لگے ـــــ اُن کی نگاہیں اب طاہرہ کے ہاتھوں پہ مرکوز تھیں جو خود آزاد ہونے کے بعد بیروں کو بھی آزاد کرانے کی خاموش جدوجہد کر رہے تھے ـــــ!

تھوڑی دیر بعد ہی کھلی ہوئی رسی طاہرہ کے ہاتھوں میں تھی اور آغا صاحب طاہرہ کے ہاتھوں کی طرف ایسی حیرانی اور تعجب سے دیکھ رہے تھے. جیسے طاہرہ کے ہاتھوں میں رسی نہ ہو. کوئی جیتا جاگتا سانپ ہو ـــــ اس کے ساتھ ہی وہ یہ سوچ رہے تھے کہ طاہرہ کے ہاتھوں کے گرد لپٹی ہوئی اس رسی کو میرے ہاتھ غیر معمولی کوشش کے باوجود بھی نہیں کھول سکے تھے لیکن طاہرہ کے ہاتھوں نے اپنے پیروں

کے گرد لپٹی ہوئی اس رسی کو کتنی آسانی سے کھول لیا ہے ـــــ شاید طاہرہ ٹھیک ہی کہتی ہے۔ اس کے ہاتھوں میں کسی وقت بھی فولاد کی سی سختی اور پھانسی کے پھندے کی سی قوت پیدا ہو سکتی ہے ـــــ!

آغا صاحب کچھ دیر تک تو ہچکچاتے رہے ـــــ پھر انھوں نے طاہرہ کا ایک ہاتھ تھامتے ہوئے کہا:

"ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے مس طاہرہ! اب تمھیں بھی اپنا وعدہ پورا کر دینا چاہیے!"

طاہرہ آغا صاحب کی بات کا جواب دیے بغیر پلنگ سے نیچے اُتر آئی ـــــ اپنے پیروں سے کھولی ہوئی رسّی اس نے سنگار میز پر پھینک دی اور وہاں سے ایک سیب اُٹھا کر کھانے لگی ـــــ پھر اس نے سنگار میز کی مختلف درازوں کا جائزہ لیا اور اس کے بعد تہری الماری کھول کر دیکھنے لگی ـــــ آغا صاحب بولے:

"کیا دیکھ رہی ہو مس طاہرہ! کیا چاہیے تمھیں؟"

طاہرہ کچھ جواب دینے کی بجائے الماری کے خانوں میں جھانک کر دیکھتی رہی ـــــ چند لمحے بعد وہ مڑی تو ایک چھوٹا سا گلاس اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ کہنے لگی:

"مجھے اس کی تلاش تھی آغا صاحب!"

"تمھیں پیاس لگی ہے؟"

"ہاں!" طاہرہ نے کہا "لیکن اس وقت مجھے اپنی نسبت آپ کی

پیاس کی زیادہ فکر ہے۔"

آغا صاحب طاہرہ کی یہ بات سُن کر خوش ہو گئے ——— طاہرہ سنگار میز کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی:

"آغا صاحب! آپ نے مجھے آزادی جیسی انمول نعمت بخشی ہے ——— اس کے اعتراف اور شکریے کے طور پر میں آپ کو خود اپنے ہاتھوں سے اس بلیک اینڈ وائٹ کے چند جام پلانا چاہتی ہوں کیا آپ مجھے اعزاز بخشنے کے لیے تیار ہیں؟"

"یہ تو خود میری خوش قسمتی ہو گی مس طاہرہ!" آغا صاحب نے کہا" جس میخوار کو تم جیسا حسین و جمیل ساقی ملے، اُس کی خوشی کا کیا ٹھکانا ہو سکتا ہے!"

"آپ نے تو اس سے پہلے بھی کئی نازک ہاتھوں سے جام نوش کیے ہوں گے آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا" میرے لیے یہ زندگی کا پہلا اور شاید آخری موقع ہے ———!"

یہ کہہ کر اُس نے بلیک اینڈ وائٹ کی بوتل سے چھوٹا سا گلاس بھرا اور آغا صاحب کی طرف بڑھا دیا۔ آغا صاحب نے ایک چھوٹا سا گھونٹ بھرا اور بولے:

"آہا! قسم ہے تمھاری جوانی کی! تمھارے ہاتھوں کے لمس نے اس کا نشہ دوبالا کر دیا ہے ——— مزا آ گیا!"

پھر وہ سارا گلاس ایک ہی دم حلق میں انڈیل کر خالی گلاس طاہرہ

کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے:

"لاؤ ایک اور!"

طاہرہ نے پھر گلاس بھرا اور آغا صاحب کی طرف بڑھا دیا ــــ آغا صاحب گلاس تھام کر پلنگ پر ذرا سنبھل کر بیٹھ گئے ــــ پہلے کی طرح انھوں نے پہلے ایک چھوٹا سا گھونٹ بھرا اور پھر سارا گلاس حلق میں انڈیل لیا۔ خالی گلاس طاہرہ کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ پھر کہنے لگے:

"ایک اور!"

طاہرہ نے خاموشی سے پھر بوتل سے گلاس بھرا اور آغا صاحب کی طرف بڑھا دیا ــــ آغا صاحب نے ایک ہاتھ سے گلاس تھام کر دوسرے ہاتھ سے طاہرہ کا ہاتھ تھام کر جھکتے ہوئے اُسے چوما اور بولے:

"جیو میرے ساقی!"

بے اختیار طاہرہ کا جی چاہا کہ آغا صاحب کے مُنہ پر اُسی ہاتھ سے تھپڑ کھینچ مارے جسے چومنے کی جسارت اُنھوں نے کی تھی ــــ لیکن وہ کسی مصلحت کے تحت آغا صاحب کی یہ جسارت برداشت کر گئی اور خاموش رہی ــــ اُس نے اسے یوں نظرانداز کر دیا جیسے یہ کوئی بات ہی نہیں تھی ــــ!

آغا صاحب پہلے کی طرح دو گھونٹوں میں گلاس ختم کرنے کی بجائے

آہستہ آہستہ چسکیاں لیتے رہے ـــــ ان کی نظریں برابر طاہرہ کے چہرے پر جمی تھیں ـــــ یوں لگتا تھا کہ وہ ہونٹوں سے بلیک اینڈ وائٹ اور آنکھوں سے طاہرہ کے حسن کی شراب پی رہے ہیں ـــــ لیکن طاہرہ ان کی طرف دیکھنے کی بجائے سر جھکائے خاموشی سے سنگار میز کا سہارا لیے کھڑی تھی اور کبھی کبھار سیب کا کوئی ٹکڑا منہ میں ڈال لیتی تھی ـــــ!

گلاس خالی کر کے آغا صاحب نے پھر طاہرہ کی طرف بڑھا دیا ـــــ انھوں نے اب کے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ طاہرہ نے وہ گلاس بھر کر پھر آغا صاحب کو تھما دیا اور وہ اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگے ـــــ گلاس خالی ہوا تو طاہرہ نے خود ہاتھ بڑھا کر خالی گلاس لے لیا اور بھر کر آغا صاحب کے ہاتھوں میں تھما دیا ـــــ!

طاہرہ جام بھر بھر کر دیتی رہی اور آغا صاحب جام پی پی کر دیتے رہے ـــــ تا آنکہ بوتل خالی ہو گئی۔ بوتل خالی ہو جانے کے بعد جب طاہرہ نے خالی گلاس سنگار میز پر رکھ دیا تو آغا صاحب کہنے لگے:

"بس! بلیک اینڈ وائٹ کی بوتل بس ہو گئی طاہرہ! اچھا ہے اب تم اپنی ٹیکسی کلر بوتل پلا دو!"

طاہرہ حیران ہو کر سوچنے لگی کہ پوری بوتل پی جانے کے باوجود آغا صاحب اپنے آپ سے بیگانہ نہیں ہوئے ـــــ اس نے تو سوچا تھا کہ بوتل ختم ہونے سے پہلے ہی وہ مدہوش ہو جائیں گے ـــــ لیکن بوتل ختم ہو گئی تھی اور وہ ابھی تک اپنے ہوش میں تھے ـــــ!

آغا صاحب نے ذرا اٹھ کر آگے بڑھتے ہوئے طاہرہ کا ہاتھ تھاما اور اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے بولے:

"آؤ! اب ہمیں اپنی جوانی کی شراب پلاؤ!"

طاہرہ نے اپنا ہاتھ ذرا سا کھینچا تو آغا صاحب لڑکھڑانے کے انداز میں پلنگ پر جا گرے — اس سے طاہرہ کو جیسے کچھ حوصلہ ہوا — وہ کہنے لگی:

"آغا صاحب! آپ نے مجھے آزادی بخش کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے — مجھے اپنی تھوڑی سی خدمت کا اور موقع دیجیے تاکہ میں آپ کے احسان کا بدلہ دے سکوں — آپ یقیناً بہت تھکے ہوئے ہیں۔ لائیے میں آپ کے پاؤں دابتی ہوں — بالکل ایک فرمانبردار بیوی کی طرح — مجھے یقین ہے کہ کبھی آپ کی بیوی نے بھی اس طرح آپ کی خدمت نہیں کی ہو گی!"

آغا صاحب نے حیرانی سے طاہرہ کی طرف دیکھا اور بولے:

"تم ٹھیک کہتی ہو مس طاہرہ! آج تک کسی نے بھی ہماری اس طرح خدمت نہیں کی —!"

یہ سن کر طاہرہ آگے بڑھی اور آغا صاحب کے جوتوں کے تسمے کھول کر جوتے اُتار دیئے — جوتے اتارنے کے بعد آغا صاحب خود ہی پلنگ پہ لیٹ گئے اور طاہرہ پلنگ کی پٹی پر پائنتی کی طرف بیٹھ کر اُن کے پاؤں دابنے لگی —!

پھر بلیک اینڈ وائٹ کے خمار اور طاہرہ کے ہاتھوں کے نرم و گداز لمس نے مل کر اپنا اثر دکھانا شروع کیا —— آغا صاحب تھکے ہوئے تو یقیناً تھے —— پہلے اُن پر غنودگی کی کیفیت طاری ہوئی، پھر ان کی آنکھیں بند ہونے لگیں —— اور کچھ دیر بعد ہی وہ نیند کی آغوش میں پہنچ کر زور زور سے خراٹے لینے لگے ——!

اُن کے سو جانے کے بعد طاہرہ آہستگی سے پلنگ سے نیچے اُتر رہی —— بے اختیار اس کے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھ گئے —— اُس نے آہستہ سے کہا:

"اے خدا! تیرا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ تو نے اس انتہائی آزمائش میں بھی مجھے ثابت قدم رکھا اور مجھے سہارا دیا —— میری آزمائش شاید ابھی ختم نہیں ہوئی ہے —— اے خدا! تو آئندہ بھی اسی طرح میری مدد کر —— مجھے توفیق دے کہ میں ہر حال میں اپنی عصمت و آبرو کی حفاظت کر سکوں ——!"

آغا صاحب کی طرف سے ایک گُونہ اطمینان ہونے کے بعد اُس کا بھوک، پیاس کا احساس بیدار ہو گیا۔ اس نے سنگھار میز پر رکھے ہوئے پھلوں میں سے چند پھل کھائے اور پھر غسلخانے کے نل سے پانی پیا —— نیند تو اس کی آنکھوں میں بھی تھی —— لیکن وہ جانتی تھی کہ یہاں ایک لمحہ کی غفلت بھی تباہ کُن ثابت ہو سکتی ہے —— چنانچہ اس نے کتابوں، رسالوں کی الماری میں سے کچھ کتابیں اور

رسالے نکال لیے اور انھیں لے کر وہ قالین پر ایسی جگہ بیٹھ گئی جہاں سے وہ آغا صاحب کو بخوبی دیکھ سکے ——— وہاں بیٹھ کر وہ کتابوں رسالوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے صبح ہونے کا انتظار کرنے لگی ——!

باب ۲۲

جب آغا صاحب کی آنکھ کھلی تو رات کبھی کی اپنا سفر ختم کر چکی تھی ـــــ آنکھ کھلتے ہی اُن کی نظر کچھ دور قالین پر بیٹھی کسی رسالے کی ورق گردانی کرتی ہوئی طاہرہ پر پڑی ـــــ ایک دم وہ پکارے:

"مس طاہرہ!"

طاہرہ تو جیسے اسی لمحے کے انتظار میں تھی ـــــ وہ تو کب سے منتظر تھی کہ آغا صاحب کی آنکھ کھلے اور اس کی یہ پہرے داری ختم ہو ـــــ آغا صاحب کے آواز دیتے ہی اُس نے رسالہ ایک طرف پھینک دیا، فوراً اٹھی اور تیزی سے آغا صاحب کے پلنگ کی طرف بڑھی ـــــ اس سے پہلے کہ آغا صاحب کچھ کہتے، طاہرہ نے گلہ کرتے ہوئے کہا:

"آپ تو مزے سے سو رہے آغا صاحب! اور ہمیں عذاب میں مبتلا کر گئے!"

آغا صاحب نے یوں طاہرہ کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہے ہوں ـــــ کیوں کیا ہوا؟

طاہرہ نے کہا:

"آپ کے جاگنے کے انتظار میں یہ پہاڑ سی رات آنکھوں میں کاٹی ہے آغا صاحب!"

آغا صاحب اُٹھ کر بیٹھ گئے اور یوں طاہرہ کی طرف دیکھنے لگے جیسے اُنھیں اس بات کا یقین نہ آیا ہو۔

پھر اُنھوں نے پوچھا:

"تم جاگتی رہی ہو مس طاہرہ؟"

"ہاں!" طاہرہ نے کہا "میں جاگتی رہی ہوں۔ آپ کے جاگنے کا انتظار کرتی رہی ہوں ـــــ تاکہ جس لمحے بھی آپ کی آنکھ کھُلے ـــــ آپ مجھے اپنے سامنے موجود ـــــ حاضر ـــــ اور تیار پائیں!"

آغا صاحب چند لمحے خاموش رہے ـــــ پھر بڑے حسرت آمیز لہجے میں کہنے لگے:

"تم بڑی مکار ہو مس طاہرہ! تم بڑی چالاکی سے ہمیں بے وقوف بنا گئی ہو۔"

طاہرہ سمجھ گئی کہ آغا صاحب معاملے کی تہ تک پہنچ گئے ہیں ـــــ لیکن اس نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا:

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں آغا صاحب! میں کچھ نہیں سمجھی ـــــ کچھ بھی نہیں سمجھی!"

"تم سب کچھ سمجھ گئی ہو مس طاہرہ!" آغا صاحب بولے "سب

کچھ سمجھتی ہو ـــــ اور ہم بھی سب کچھ سمجھتے ہیں ـــــ لیکن اب
اب سے پہلے تو ہم تمہیں ایک سیدھی سادی عورت سمجھتے تھے ـــــ
لیکن یہ ہمیں اب معلوم ہوا ہے کہ تم تو ایک طوائف سے بھی زیادہ
مکار ہو ـــــ تم نے ہمیں پہلے تو ساقی بن کر بلیک اینڈ وائٹ کی پوری
بوتل پلائی اور پھر پاؤں دابنے کی آڑ لے کر ہمیں یوں سلا دیا جیسے
مائیں بچوں کو تھپک تھپک کر سلا دیتی ہیں ـــــ اور تم نے یہ ساری
چال صرف اس لیے چلی کہ تمہیں اپنا وعدہ پورا نہ کرنا پڑے ـــــ!"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا "گلہ تو
مجھے کرنا چاہیے تھا اور کر آپ رہے ہیں یعنی وہی مثل کہ الٹا چور
کوتوال کو ڈانٹے ـــــ!"

"الٹا چور!" آغا صاحب نے کہا "کون ہے الٹا چور ـــــ!"
طاہرہ مسکرا دی۔

"بھلا آپ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے آغا صاحب! میں تو
بڑی خدمت گزاری کے انداز میں آپ کے پاؤں داب رہی تھی
ـــــ آپ نے مجھے آزادی بخش کر مجھ پر جو احسان کیا تھا، میں اُس
کا پورا پورا بدلہ دینا چاہتی تھی ـــــ لیکن آپ مزے سے سو گئے ـــــ
آپ سو گئے تو میں آپ کو کیسے جگاتی ـــــ آپ کو بیدار کرنے کی
جرأت کیسے کرتی ـــــ آپ کی نیند کو خراب کرنے کا حوصلہ کہاں سے
لاتی ـــــ میرے لیے اس کے سوا کچھ ممکن نہ تھا کہ آپ کے بیدار

ہونے کا انتظار کرتی ـــــ آپ سو گئے، لیکن میں جاگتی رہی ـــــ خود جاگ کر آپ کے جاگنے کا انتظار کرتی رہی ـــــ!"

"تمھاری ان باتوں سے اب ہم دھوکا نہیں کھا سکتے مس طاہرہ!" آغا صاحب نے کہا" تم نے جو کچھ کیا ہے اور جس مقصد کے لیے کیا ہے، وہ اب ہم سے پوشیدہ نہیں رہا ـــــ ہمیں سب معلوم ہو چکا ہے ـــــ یہ ہماری سادگی تھی کہ ہم تمھاری باتوں میں آکر بے وقوف بن گئے ـــــ لیکن اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ تم دوبارہ ہمیں بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو جاؤ گی، تو تم غلطی پر ہو ـــــ تم اگر یہ خیال کرتی ہو کہ تم اپنا وعدہ پورا کیے بغیر یہاں سے جا سکو گی، تو یہ تمھاری بھول ہے ـــــ تمھارے لیے یہاں سے جانے کا دروازہ صرف اور صرف اسی وقت کھلے گا جب تم اپنی دنیا کے دروازے ہمارے لیے کھول چکی ہو گی ـــــ!"

"آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا" میں تو یہ خیال کر رہی تھی کہ آپ مجھے اپنے انتظار میں جاگتا دیکھ کر خوش ہوں گے ـــــ لیکن آپ خوش ہونا تو ایک طرف رہا، مجھے الزام دے رہے ہیں ـــــ مجھے مکار اور نہ جانے کیا کیا کچھ ٹھہرا رہے ہیں ـــــ کیا مردوں کے نزدیک عورت کی خدمت گزاریوں کا یہی صلہ ہے!"

"نہیں مس طاہرہ!" آغا صاحب نے سر ہلاتے ہوئے کہا" تم ہمیں اتنا سادہ لوح تصور مت کرو ـــــ تم نے ہمارا پہلا وار خالی دیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم جیت گئی ہو ـــــ جیت ہماری اور صرف

ہماری ہو گی مس طاہرہ: تم جتنی جلدی یہ بات سمجھ لو، اتنا ہی اچھا ہے ــــــ تم جتنی جلدی اپنے ہتھیار پھینک دو، اتنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہو گا ــــــ!"

"یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا "کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ میں نے تو اپنے ہتھیار اُسی وقت پھینک دیئے تھے جب آپ نے میرے ہاتھوں کو آزاد کیا ــــــ اگر میں نے ہتھیار پھینک نہ دیئے ہوتے تو کبھی آپ کو اپنے ہاتھ سے بلیک اینڈ وائٹ کے جام نہ دیتی ــــــ آپ کے پاؤں دا بنا تو کجا، آپ کے قریب آنے کی بھی جرأت نہ کرتی........"

یہ کہتے کہتے وہ رُک گئی ــــــ پھر کچھ سوچ کر اس نے ایک خطرناک پانسہ پھینکا ــــــ وہ بولی:

"آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے اپنے وعدے کو پُورا کرنے سے بچنے کے لیے یہ چال چلی ہے ــــــ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنا وعدہ پورا کرنے کے انتظار میں بیٹھی رہی ــــــ خود جاگ کر آپ کے جاگنے کا انتظار کرتی رہی۔ میں اب بھی اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے تیار ہُوں ــــــ!"

طاہرہ کے یہ الفاظ سُن کر آغا صاحب نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔ پھر بولے:

"اب ــــــ اس وقت!"

"ہاں!" طاہرہ نے کہا "کیا اس میں کوئی تعجب کی بات ہے!"

"تعجب کی بات ہی تو ہے مس طاہرہ!" آغا صاحب بولے۔

"عام حالات میں تو اس وقت ہم اپنے دفتر میں ہوا کرتے ہیں — اور تم ...."

"اپنے سکول میں" طاہرہ نے فقرہ مکمل کیا "یہ میں بھی جانتی ہوں۔ لیکن میں نے یہ پیش کش صرف اس لیے کی ہے کہ آپ اور جو چاہیں کہیں، مجھے بد عہد ہونے کا الزام نہ دیں — ورنہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ کی کل کی تھکاوٹ بھی ابھی پوری طرح دور نہیں ہوئی — کل رات جب آپ یہاں آئے تھے، تو اسی وقت میں نے محسوس کیا تھا کہ آپ کچھ تھکے تھکے سے ہیں — شاید آپ دفتر میں کچھ زیادہ ہی مصروف رہے ہوں گے — یا پھر دفتر سے باہر بقول آپ کی پرائیویٹ سیکرٹری مس روزی کے، آپ کسی شدید قسم کے پرائیویٹ کام میں مشغول رہے ہوں گے — تبھی تو آپ کو اتنی جلدی نیند آ گئی — ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ جس کام کے لیے تیار ہو کر یہاں آئے تھے، اُسے ادھورا چھوڑ دیتے — آپ تھکے ہوئے نہ ہوتے تو بلیک اینڈ وائٹ کی صرف ایک بوتل کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ کو یوں مدہوش کر دیتی —!"

"تم اگر چاہو کہ تمہاری ان باتوں میں آ کر ہم تمہیں ایک معصوم اور بے ضرر سی حسینہ سمجھ لیں تو یہ ناممکن ہے مس طاہرہ! ہمیں معلوم ہو

گیا ہے کہ تم لومڑی کی طرح مکار ہو اور شاید چیتے کی طرح چالاک بھی ہو
—— لیکن تمہاری چالاکی سے زیادہ ہمیں اپنی سادہ دلی —— بلکہ
بے وقوفی اور حماقت پر تعجب ہے کہ ہمیں یہاں نیند کیسے آگئی ——
کیوں آگئی —— اسے نہیں آنا چاہیے تھا —— آخر ہم یہاں سونے
کے لیے تو نہیں آئے تھے —— !"

طاہرہ ہنس دی۔

"چاندی کے لیے آئے ہوں گے۔"

ناکامی و نامرادی کی خفت کے احساس کے باوجود آغا صاحب
بھی مسکرا دیے۔

"تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے مس طاہرہ! لیکن شاید تمہیں احساس
نہیں ہوا کہ مذاق مذاق میں ہی تم نے ایک حقیقت بیان کر دی ہے
—— ہم چاندی کے لیے ہی تو آئے تھے —— چاندی —— سیم
بُتِ سیم تن کے لیے —— !"

طاہرہ خاموش رہی —— اب وہ سنگار میز سے ٹیک لگا کر کھڑی
ہو گئی تھی —— سنگار میز جس پر کچھ پھل اور بلیک اینڈ وائٹ کی خالی
بوتل ابھی تک پڑی تھی —— آغا صاحب کہنے لگے:

"خیر! اب ہم اس بارے میں مزید کچھ نہیں کہیں گے —— ہمیں
اب فوراً اپنے دفتر پہنچنا چاہیے۔ لیکن تم اپنے سکول نہیں جاؤ گی ——
یہیں رہو گی —— ہم دفتر سے فارغ ہوتے ہی سیدھے یہاں آئیں گے۔

اس دشوار گزار گھاٹی کو فتح کیے بغیر ــــ اس درے سے گزرے بغیر ــــ اس مہم کو سر کیے بغیر ہم اپنے گھر واپس نہیں جائیں گے ــــ نہ ہم اور نہ تم !"

طاہرہ اب بھی خاموش رہی ــــ جیسے اب اُسے آغا صاحب کی کسی بات کا جواب دینے ــــ بلکہ اس کا کوئی نوٹس لینے ــــ کی ضرورت ہی نہ ہو۔ آغا صاحب دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہنے لگے :

" ہم اب اپنے دفتر جا رہے ہیں مس طاہرہ ! اور دفتر سے سیدھے یہاں آئیں گے ــــ !"

طاہرہ خاموش رہی ــــ اُسے آغا صاحب کی اس بات کا جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں تھی ــــ !

باب ۲۳

آغا صاحب نے ناشتہ اپنے دفتر میں ہی کیا۔ ناشتے سے فراغت کے بعد وہ روزی کو بلانے کے لیے گھنٹی بجانے لگے تھے کر روزی خود ہی ایک فائل ہاتھ میں لیے اندر آئی —— اُس نے فائل آغا صاحب کے میز پر پڑی ہوئی ٹرے میں رکھتے ہوئے کہا:

"یہ فتح مبارک ہو جناب!"

آغا صاحب نے چونک کر روزی کی طرف دیکھا —— وہ مسکرا رہی تھی —— وہ کہنے لگے:

"ہم ابھی تمھاری مبارک باد کے حقدار نہیں ہیں مس روزی! تمھیں کیا خبر کہ طاہرہ کے ساتھ رات کی بات کس طرح شروع اور کس طرح ختم ہوئی!"

روزی کا منہ حیرت سے کھل گیا —— اس نے کہا

"کیا ماجرا ہوا جناب!"

آغا صاحب چند لمحے خاموش رہے —— پھر کہنے لگے:

"یہ ماجرا تمھیں بعد میں معلوم ہو جائے گا مس روزی! اس وقت تو تمھیں ایک اور کام کرنا ہے —— فوراً اِسی وقت جاؤ اور مس زیبا

کو یہاں بُلا لاؤ ــــ ہمیں اُن سے کچھ ضروری ــــ بہت ہی ضروری ــــ صلاح مشورہ کرنا ہے ــــ!"

"بہت بہتر جناب!" روزی نے کہا۔

روزی نے ایک ٹیکسی کی اور مس زیبا کے سکول کی طرف چل دی راستے بھر وہ آغا صاحب اور طاہرہ کے متعلق سوچتی رہی ــــ سوچ سوچ کر حیران ہوتی رہی ــــ کہ آخر اتنے لمبے چوڑے اہتمام کے باوجود آغا صاحب اپنی منزل پر کیوں نہیں پہنچ سکے ــــ!

جس وقت روزی مس زیبا کے سکول پہنچی تو وہ اپنی کلاس لے رہی تھی ــــ روزی کو اپنے کلاس رُوم کے دروازے پر دیکھ کر وہ پڑھانا موقوف کر کے کلاس سے باہر آئی ــــ روزی نے اسے آغا صاحب کا پیغام دیا تو وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی:

"مس روزی! میں جانتی تھی کہ تم یہ پیغام لے کر یہاں آؤ گی اس لیے کہ آغا صاحب کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھتی رہی ہوں ــــ اور ان کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا ہے، اس میں سراسر اُن کا اپنا قصور ہے ــــ وہ بہادر ضرور ہیں لیکن ساتھ تھوڑے سے بے وقوف بھی ہیں ــــ اس لیے طاہرہ کی باتوں میں آ گئے ــــ اور منزل کے عین قریب پہنچ کر بھٹک گئے ــــ انھیں کہنا میں تفریح کے وقت آ جاؤں گی۔"

"وہ کوئی انتہائی ضروری صلاح مشورہ کرنا چاہتے ہیں!" روزی

نے کہا" اُنھیں تفریح کے وقت تک انتظار میں رکھنا سراسر زیادتی ہے ——!"

" اتنی بڑی زیادتی تو اُنھوں نے خود اپنے ساتھ کر لی ہے"
مس زیبا نے ہنستے ہوئے کہا" سو جتن کر کے آبِ حیات کے چشمے پر پہنچے اور کنارے پر پہنچ کر مزے سے سو گئے —— تشنہ لب گئے تھے اور تشنہ لب ہی لوٹ آئے —— اتنی بڑی زیادتی کے ساتھ ایک چھوٹی سی زیادتی ہماری طرف سے بھی سہی!"

مس زیبا مسکراتی رہی —— جیسے آغا صاحب کی ہزیمت سے لطف اندوز ہو رہی ہو —— پھر اس نے کہا:

" تم فکر نہ کرنا مس روزی! اُن سے زیادہ میں سمجھتی ہوں کہ اُن کے لیے انتہائی ضروری صلاح مشورے کے علاوہ اور کیا ضروری ہے —— اس لیے کہ میں اُن کی مہم کو اپنی مہم اور اُن کی شکست کو اپنی شکست تصور کرتی ہوں!"

روزی مس زیبا سے رخصت ہو کر پھر اپنے دفتر کو واپس ہوئی، وہاں آغا صاحب اُس سے زیادہ مس زیبا کے لیے سراپا انتظار بنے ہوئے تھے —— جب اُنھوں نے مس زیبا اور روزی کی بجائے صرف روزی کو اپنے سامنے دیکھا تو جیسے بجھ سے گئے —— اور جب روزی نے اُنھیں مس زیبا کا پیغام دیا تو وہ تشویش و اضطراب کی تصویر بن کر رہ گئے —— اُنھوں نے کہا:

"کاش مس زیبا جانتی کہ اس کا اس وقت یہاں آنا ہمارے لیے کتنا ضروری تھا ——!"

آغا صاحب کے لہجے سے اُن کا اندرونی کرب صاف جھلک رہا تھا —— روزی نے آغا صاحب کو تسلی دینے کے خیال سے کہا:

"آپ فکر نہ کریں آغا صاحب! وہ تفریح کے وقت یہاں آ رہی رہی ہے ——"

اتنے میں آغا صاحب کے دفتر کا دروازہ کھُلا اور مس حمیرا خانم باغی اندر داخل ہوئیں —— داخل ہوتے ہی اُنھوں نے بلند آواز سے کہا:

"آداب عرض ہے آغا صاحب!"

روزی اور آغا صاحب دونوں نے حیرانی سے اُن کی طرف دیکھا —— آغا صاحب حیران ہو کر پکارے:

"حمیرا بہن —— آپ!"

حمیرا خانم مُسکراتے ہوئے قریب آ کر ایک کُرسی پر بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں:

"میں نے سُنا تھا کہ نصیبِ دُشمناں کل آپ کہیں کھو گئے تھے اور شکیل بھائی آدھی رات تک آپ کو یوں تلاش کرتے رہے جیسے کوئی گُم شدہ بچے کو تلاش کرتا ہے —— شُکر ہے کہ آپ دوبارہ مل گئے اور میں آپ کو اپنے سامنے زندہ سلامت دیکھ رہی ہُوں ——

کیسے خیریت سے تو ہیں آپ ؟"

"خیریت سے ہیں" آغا صاحب نے کہا "زہے قسمت ! کہ آپ نے بھی ہماری خیریت دریافت کرنے کی تکلیف گوارا فرمائی !"

پھر آغا صاحب روزی سے ـــــ جو اُن کے قریب ہی کھڑی تھی ـــــ مخاطب ہوئے :

"مس روزی ! ذرا چائے کے لیے کہہ دینا ـــــ !"

روزی کے چلے جانے کے بعد حمیرا خانم نے مسکراتے ہوئے پوچھا :

"کل آپ کہاں کھوئے گئے تھے جو شکیل بھائی کو یوں پریشان ہونا پڑا ؟"

"ہم کھوئے تو کہیں بھی نہیں تھے" آغا صاحب نے جواب دیا "بات صرف اتنی تھی کہ کل ہمارے ساتھ ایک حادثہ ہو گیا تھا ـــــ !"

"حادثہ !" حمیرا خانم نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا "حادثہ ! اور آپ کے ساتھ !"

"جی ہاں !" آغا صاحب بولے "کیا آپ کے خیال میں ہمارے ساتھ کوئی حادثہ نہیں ہو سکتا ؟"

"حادثہ تو کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے آغا صاحب !" حمیرا خانم نے کہا "اس میں میری یا آپ کی کوئی تخصیص نہیں ـــــ بلکہ سچ پوچھئے تو انسان کا اِس دُنیا میں وارد ہونا ہی اس کی زندگی کا سب سے بڑا حادثہ ہوتا ہے ـــــ لیکن پھر بھی میری رائے میں آپ کے ساتھ کوئی

حادثہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"کیوں؟" آغا صاحب نے حیرانی سے پوچھا

"اس لیے کہ آپ ایک بیمہ کمپنی کے ڈائرکٹر ہیں" حمیرا خانم نے کہا "آپ کی کمپنی دوسروں کے حادثات کا بیمہ کرتی ہے ــــ اگر آپ کے ساتھ بھی ایسے حادثات ہونے لگے تو آپ دوسروں کا بیمہ کر چکے ــــ!"

آغا صاحب مسکرا دیے۔

"وہ کوئی ایسا حادثہ نہیں تھا جس کا بیمہ کیا جا سکتا ہو!"

"پھر وہ حادثہ نہیں سانحہ ہوگا" حمیرا خانم نے کہا۔

"آپ واقعی کہہ سکتی ہیں" آغا صاحب بولے" لیکن بظاہر وہ ایک حادثہ ہی تھا ــــ!"

"بظاہر حادثہ اور بباطن واقعہ!" حمیرا خانم نے دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے کہا" بڑی انوکھی بات ہے ــــ ہاں تو ذرا بتائیے تو سہی کیا تھا وہ سانحہ جس کے ظاہر اور باطن میں حادثہ اور واقعہ کا فرق ہے؟"

یہ سن کر آغا صاحب نے چند لمحے توقف کیا ــــ جیسے اپنے ذہن میں اس حادثے کی تفصیلات تازہ کر رہے ہوں ــــ پھر انھوں نے وہی داستان دہرا دی جو وہ اس سے پہلے شکیل کو سنا چکے تھے

حمیرا خانم نے چند لمحے توقف کیا ــــ جیسے وہ سوچ رہی ہوں ــــ پھر انھوں نے کہا:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی بد بخت نے مس طاہرہ کو اغوا کرنے کے لیے یہ سارا ڈرامہ کھیلا ہے۔"

"کسی حد تک ہمارا بھی یہی خیال ہے۔" آغا صاحب نے جواب دیا۔ "لیکن جس کے ہاتھ مس طاہرہ جیسی نوجوان اور حسین عورت اور پچاس ہزار کی خوبصورت گاڑی لگ جائے ـــــ اُسے ہم بد بخت کیسے کہہ سکتے ہیں ـــ!"

حمیرا خانم نے آغا صاحب کی یہ بات سُن کر پھر کچھ سوچا ـــــ پھر کہنے لگیں۔

"آغا صاحب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مس طاہرہ سے کوئی ہمدردی نہیں ـــــ حالانکہ آپ نے اسے خود اپنے بچے کے لیے ٹیوٹر رکھا تھا ـــــ خود دو درجن امیدواروں میں سے اس کا انتخاب کیا تھا۔ !"

"یہ تو ہم جانتے ہیں!" آغا صاحب نے کہا۔ "لیکن آپ کا یہ خیال درست نہیں کہ ہمیں مس طاہرہ سے کوئی ہمدردی نہیں ہے ـــ!"

"ہمدردی ہوتی تو آپ کا رویہ یکسر مختلف ہوتا" حمیرا خانم نے کہا۔ "ہمدردی ہوتی تو آپ یقیناً اُس شخص کو بد بخت قرار دیتے جس نے طاہرہ کو اغوا کیا ہے ـــــ لیکن آپ تو اُسے بد بخت کی بجائے خوش بخت قرار دے رہے ہیں ـــــ اور اُس کی خوش بختی پر آپ کو رشک آ رہا ہے کہ طاہرہ جیسی نوجوان اور حسین عورت اور

پچاس ہزار کی خوبصورت گاڑی اُس کے ہاتھ لگ گئی ہے ——
حالانکہ ابھی ابھی آپ نے کہا ہے کہ آپ پولیس میں رپورٹ درج
کرا چکے ہیں —— اس طرح یہ خوش بختی اُس خوش بخت کو کسی وقت
بھی جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی کا راستہ دکھا سکتی ہے —— کہیں
ایسا تو نہیں ہے آغا صاحب! کہ آپ کے اپنے دل میں کوئی چور ہو —!"
"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں!" آغا صاحب نے سراسیمہ سا ہو کر کہا
"ہمارے دل میں کوئی چور نہیں ہے ——!"
"تو پھر آپ کو طاہرہ کے اغوا کرنے والے پہ یوں رشک کیوں آ رہا
ہے!" حمیرا خانم نے کہا "اگر آپ کے دل میں چور نہیں تو پھر آپ کے دل
کے کسی گوشے میں یہ خواہش کیوں تڑپ رہی ہے کہ کاش اس کی جگہ
آپ خود ہوتے —— اگر ایسا نہیں ہے تو پھر آپ نے کچھ تو کیا ہوتا
—— پہلے طاہرہ کے لیے نہ سہی، اپنی گاڑی کے لیے ہی کچھ کیا ہوتا جسے
آپ نے ابھی ابھی پچاس ہزار کی خوبصورت گاڑی کہا ہے —— یا آپ
کو اپنی جگہ یہ اطمینان ہے کہ طاہرہ کا حشر جو ہو سو ہو، آپ کی گاڑی بہرحال
آپ تک پہنچ جائے گی ——!"
"آپ تو یہ الفاظ یوں کہہ رہی ہیں جیسے یہ سب کچھ ہمارا ہی کیا
دھرا ہے!" آغا صاحب نے کہا "جیسے یہ سب کچھ ہماری ہی کوتاہی
سے ہوا ہے!"
"یہ تو میں یقین سے نہیں کہہ سکتی!" حمیرا خانم نے کہا "کہ یہ سب کچھ

آپ ہی کا کیا دھرا ہے ــــ لیکن اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ جو کچھ ہؤا ہے، آپ کی کوتاہی سے ہؤا ہے ــــ اور اگر آپ یہ معاملہ اپنے ضمیر کے سامنے پیش کریں تو وہ آپ کو آپ کی کوتاہیوں کی ایک طویل فہرست پیش کر دے گا ــــ!"

"آپ بلا وجہ ہم پر شک کر رہی ہیں!" آغا صاحب بولے۔

"میں نے تو اب تک آپ پر کوئی شک نہیں کیا" حمیرا خانم بولیں "نہ میری کسی بات سے آپ پر شک کا پہلو ہی نکلتا ہے ــــ لیکن اب جو آپ نے یہ شک کی بات کی ہے، اس نے میرے دل میں شک پیدا کر دیا ہے ــــ!"

"کیسا شک!" آغا صاحب نے بے چینی سے کہا "کس قسم کا شک؟"

"یہ کسی ایک قسم کا شک نہیں ہے آغا صاحب!" حمیرا خانم نے کہا "یہ بات ...."

اچانک وہ رُک گئیں اور خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگیں ــــ پھر انھوں نے کہا:

"نہیں! مجھے بلا وجہ آپ پر شک نہیں کرنا چاہیے ــــ دوسروں کی خاطر اپنوں سے بگاڑ پیدا کرنا یقیناً عقل مندی نہیں ہے ــــ طاہرہ جہاں کہیں بھی ہے، جس حال میں بھی ہے، اُسے اپنا فکر خود کرنا چاہیے ــــ مجھے یا آپ کو کیا پڑی ہے کہ اس کا فکر کریں اور اس کی خاطر اپنی جان ہلکان کرتے پھریں ــــ میں تو صرف آپ کی خیریت دریافت

کرنے آئی تھی آغا صاحب! خدا کا شکر ہے کہ آپ خیریت سے ہیں ــــ خدا نے چاہا تو آپ کی پچاس ہزار کی خوبصورت گاڑی بھی کہیں نہ کہیں خیریت سے ہو گی اور کسی دن خیریت سے آپ کے پاس پہنچ جائے گی ــ!"

حمیرا خانم کی ابتدائی باتوں سے جو تلخی آغا صاحب کے ذہن میں پیدا ہو گئی تھی، اُسے حمیرا خانم کی ان باتوں نے ایک دم زائل کر دیا ــــ وہ خوش ہو گئے۔ حمیرا خانم نے بھی اُن کی اس خوشی کو بھانپ لیا ــــ وہ اس تاثر میں مزید اضافہ کرنے کی خاطر کہنے لگیں:

"کوئی ناگوار بات منہ سے نکل گئی ہو تو اس کا خیال نہ کیجیے گا آغا صاحب! شوکت میاں مجھے بھی کچھ کم عزیز نہیں ہیں ــــ لیکن آپ سلامت ہیں تو کیا غم ہے ــــ شوکت میاں کے لئے ایک طاہرہ ہی تو نہیں رہ گئی ــــ طاہرہ جیسی ایک چھوڑ ہزار استانیاں مل سکتی ہیں!"

"مل تو یقیناً سکتی ہیں" آغا صاحب نے کہا "لیکن شاید اتنی آسانی سے نہیں..."

"کیوں؟" حمیرا خانم نے حیرانی سے پُوچھا۔

"بات یہ ہے!" آغا صاحب نے کہا "اپنا شوکت مس طاہرہ سے کچھ زیادہ ہی مانوس ہو گیا ہے ــــ مس طاہرہ سے پہلے کئی اُستانیاں آئیں اور گئیں ــــ لیکن شوکت کو پڑھانے کے لیے کسی نے مس طاہرہ کی طرح ذوق و شوق کا مظاہرہ نہیں کیا ــــ اس نے نہ جانے کیا جادو کیا ہے کہ شوکت بس دن رات مس طاہرہ کا ہی کلمہ

پڑھتا ہے ـــــ خدا نہ کرے کہ مس طاہرہ کو کچھ ہو جائے! سچی بات یہ ہے کہ ہمارے لیے طاہرہ کو بدلنا یا اُس کا بدل ـــــ بلکہ نعم البدل ـــــ دریافت کرنا کوئی آسان کام نہیں رہا ـــــ!"

"یہ تو میں بھی جانتی ہوں!" حمیرا خانم نے کہا۔

"ہاں!" آغا صاحب بولے "ہم کئی دن سے سوچ رہے تھے کہ اُس کی خدمت کے اعتراف کے طور پر اس کی تنخواہ میں کچھ اضافہ کر دیا جائے ـــــ یہ حادثہ پیش آنے سے تھوڑی دیر پہلے ہی ہم نے اُس سے اِس بات کا ذکر کیا بھی تھا۔"

حمیرا خانم تنخواہ میں اضافے کے اس ذکر سے مسکرا دیں۔

"آپ کس بات پر مسکرا رہی ہیں؟" آغا صاحب نے پوچھا۔

"کچھ نہیں!" حمیرا خانم نے کہا "آپ نے مس طاہرہ کی تنخواہ میں اضافہ کرنے کا ذکر کیا تھا۔ اس سے مجھے مس طاہرہ کے سکول مینجر سید اشتیاق حسین جعفری یاد آ گئے ـــــ وہی جو آپ کے دوست ہیں ـــــ جو ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں اور جن کی عیادت کے لیے آپ کل ہسپتال گئے تھے ـــــ!"

"اُن کا اس سے کیا تعلق ہے؟" آغا صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

"بڑا گہرا تعلق ہے آغا صاحب!" حمیرا خانم نے کہا "کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے یہ جعفری صاحب بھی تو مس طاہرہ کی تنخواہ میں اضافہ کرنے کے جرم کے مرتکب ہوئے تھے ـــــ اسی جرم نے

انہیں ہسپتال کے بستر تک پہنچا دیا۔ آپ کو بھی احتیاط کرنی چاہیے ــــ اور کچھ نہیں تو اپنے دوست کے حشر سے عبرت حاصل کرنی چاہیے ــــ!"

"تو کیا مس طاہرہ کی تنخواہ میں اضافہ کرنا کوئی جرم ہے؟" آغا صاحب نے کہا۔

"بظاہر تو کوئی جرم نہیں آغا صاحب!" حمیرا خانم نے کہا "ایک آجر کا اپنے ملازم کی تنخواہ میں اضافہ کرنا کوئی جرم یا معیوب بات نہیں ہے ــــ لیکن یہ بات اس وقت یقیناً جرم بن جاتی ہے جب کوئی آجر ملازم سے اس فیاضی کی داد چاہتا ہے ــــ اور وہ بھی اپنے مخصوص انداز میں ــــ!"

آغا صاحب جیسے لاجواب سے ہو گئے۔ حمیرا خانم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایسے معاملات میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے آغا صاحب! بعض ملازم تو ایسے سرپھرے ہوتے ہیں کہ اپنے آجر کے مطلوبہ مخصوص انداز میں داد دینے کی بجائے اپنے ہی مخصوص انداز میں داد دینے بیٹھ جاتے ہیں ــــ!"

آغا صاحب کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہیں اور کیا نہ کہیں ــــ حمیرا خانم کے طنز نے انھیں بغلیں جھانکنے پر مجبور کر دیا تھا ــــ وہ یہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ حمیرا خانم کا اشارہ خاص طاہرہ کے کیس کی طرف ہے یا وہ محض ایک عام طنز کر رہی ہیں ــــ!

اتنے میں دروازہ کھلا اور چپراسی چائے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوا ـــــ آغا صاحب نے جیسے اطمینان کا سانس لیا کہ انھیں حمیرا خانم کے طنز کے تیروں سے امان ملی ـــــ چپراسی نے چائے بنا کر ان کے سامنے رکھ دی ـــــ اور وہ دونوں چائے کے ہلکے ہلکے گھونٹ پینے لگے ـــــ!

چائے پینے کے فوراً بعد ہی جب حمیرا خانم آغا صاحب سے رُخصت ہو کر چلی گئیں تو خوشی اور امتنان کی ایک لہر آغا صاحب کے چہرے پر دوڑ گئی ـــــ حمیرا خانم کی باتوں سے انھیں یہ خدشہ ہو چلا تھا کہ کہیں وہ باتوں ہی باتوں میں اصل بات کی تہہ تک نہ پہنچ جائیں ـــــ اس مرحلے کے آنے سے پہلے ہی چائے آ گئی تھی اور چائے کے بعد وہ خود چلی گئی تھیں ـــــ اب آغا صاحب کو اُن کی طرف سے پورا اطمینان تھا ـــــ!

باب ۲۰

حمیرا خانم جب آغا صاحب کی خیریت دریافت کرنے کے بعد گھر پہنچیں تو مس شہلا کو اپنا انتظار کرتے پایا۔ اُنھیں دیکھتے ہی مس شہلا نے کہا:

"مس حمیرا! میں آپ کو مس طاہرہ کے متعلق کچھ بتانے آئی ہُوں۔"

"کیا" حمیرا خانم نے اشتیاق سے اس کے قریب ہی بیٹھتے ہوئے پُوچھا" کچھ پتا چلا ہے؟"

"ہاں" مس شہلا نے جواب دیا "رُوبی نے مجھے بتایا ہے کہ رات مس طاہرہ خاں صاحب کی کوٹھی پر تھی۔"

"خاں صاحب!" حمیرا خانم نے حیرانی سے کہا" وہ کون ہیں؟ آپ کی بہن کا اُن سے کیا تعلق ہے؟"

"یہ خاں صاحب اُس فلم کے پروڈیوسر ہیں جس میں رُوبی کام کر رہی ہے ــــــ صبح کے وقت وہ گھر آئی تھی ــــــ محض لباس تبدیل کرنے کے لیے ــــــ اور لباس تبدیل کر کے پھر باہر کی طرف چل دی ــــــ مجھے دیکھ کر اُس نے چلتے چلتے ایک فقرہ کہا تھا اور اگر اُسے یہ معلوم ہوتا کہ مجھے یا کسی اور کو طاہرہ کے متعلق تشویش ہے تو وہ شاید یہ فقرہ بھی نہ کہتی۔"

"کیا کہا تھا آپ کی بہن نے؟"

"اس نے مجھ سے کہا تھا کہ آپی شہلا! آپ نے اس روز مجھے جس اُستانی کے پاس سکول بھیجا تھا، اُسے رات میں نے خاں صاحب کی کوٹھی پر دیکھا تھا ـــــ اُس روز تو مجھے بڑی نصیحتیں کر رہی تھی ـــــ بڑی پارسا بن رہی تھی ـــــ لیکن اب تک خاں صاحب کے دوست کے ہاتھوں اس کی پارسائی کے سارے بل نکل چکے ہوں گے۔"

"ہوں!" حمیرا خانم نے جیسے کچھ سوچتے ہوئے کہا "تو یہ آغا صاحب خیر سے خاں صاحب کے دوست ہیں۔"

"لیکن یہ خاں صاحب کون ہیں ـــــ ان کا پورا نام کیا ہے ـــــ ان کی کوٹھی کہاں ہے؟"

"ان کی کوٹھی تو مجھے معلوم نہیں کہاں ہے" مس شہلا نے کہا "میں نے کبھی پوچھا نہیں اور رُوبی نے کبھی بتایا نہیں ـــــ لیکن ان کا نام جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تجمل حسین خاں صاحب!"

"تجمل حسین خاں!" حمیرا خانم نے حیرانی سے کہا ـــــ پھر جیسے ایک گہری سوچ میں ڈوب گئیں۔

"کس سوچ میں پڑ گئیں آپ!" مس شہلا نے کہا۔

"سوچ رہی ہوں کہ اب تک طاہرہ پر نہ جانے کیا بیت گئی ہو گی ـــــ آپ نے نام بتا دیا ہے ـــــ ہم کوشش کر کے خاں صاحب کی کوٹھی کا پتا معلوم کریں گے ـــــ کوٹھی کا پتا چل جائے تو طاہرہ کی

رہائی کے لیے کچھ کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال آپ نے جو یہاں آنے کی تکلیف فرمائی ہے اس کا شکریہ —— آپ نے ایک مظلوم عورت سے ہمدردی ظاہر کی ہے —— خدا آپ کو ضرور اس کا اجر دے گا!"

مس شہلا چلی گئی —— اس کے جانے کے بعد حمیرا خانم کچھ دیر تک اپنی سوچوں میں کھوئی رہیں —— یہ سوچیں طاہرہ اور خاں صاحب دونوں کے متعلق تھیں ——!

پھر شکیل تیزی سے اندر داخل ہوا۔

"باجی! آداب عرض ہے باجی!"

اور پھر اس نے مس شہلا کو دیکھ کر کہا۔

"آداب عرض ہے مس شہلا!"

"آداب عرض!"

"آج تو آپ نے کمال کر دیا باجی!" شکیل نے کہا "بالکل کمال کر دیا!"

"کمال!" حمیرا خانم نے حیرانی سے کہا "کیسا کمال؟"

"میں نے آپ کی اور بھائی جان کی تمام گفتگو سنی ہے!" شکیل نے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تمام گفتگو سنی ہے!" حمیرا خانم نے حیرانی سے کہا "کیسے سنی ہے! کہاں تھے آپ اس وقت؟"

"اسی کمرے میں تھا باجی!" شکیل نے کہا "بھائی جان کے دفتر میں!"

"کہاں چھپے ہوئے تھے آپ شکیل بھائی؟" حمیرا خانم نے پوچھا۔

"ملحقہ باتھ رُوم میں" شکیل نے کہا۔

"ملحقہ باتھ رُوم میں!" حمیرا خانم حیرانی سے بولیں" کسی کو پتا چل جاتا تو!"

"میں ہر صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا باجی!" شکیل نے کہا" اور ہر صورتِ حال کا مقابلہ تیار کرنے کے لیے تیار ہوں ــــ میں نے آپ کی اور بھائی جان کی گفتگو سُنی ہے ــــ آپ نے بھائی جان کو وہ کچوکے دیئے کہ خدا کی قسم مزا آگیا ــــ آپ سے پہلے میں نے بھائی جان اور مس رزمی کی گفتگو بھی سنی ہے جس سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بھائی جان رات طاہرہ کے پاس گئے تھے لیکن اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے ــــ ابھی تک طاہرہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ــــ!"

"خدا کا شکر ہے!" حمیرا خانم نے کہا" لیکن کیا آپ کو معلوم ہے شکیل بھائی کہ طاہرہ کو کہاں رکھا گیا ہے؟"

"نہیں!" شکیل نے جواب دیا" یہ مجھے معلوم نہیں ہے باجی!"

"یہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے شکیل بھائی!" حمیرا خانم نے کہا" مس شملا نے ابھی ابھی مجھے یہ بات بتائی ہے ــــ اُنھیں اپنی بہن کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ مس طاہرہ رات خاں صاحب کی کوٹھی پر تھی۔"

"یہ خاں صاحب کون ہیں؟" شکیل نے پُوچھا

"ایک فلم پروڈیوسر ہیں" حمیرا خانم نے کہا" جو خیر سے آپ کے بھائی جان کے دوست ہیں۔"

"باجی! مجھے معلوم ہے کہ تفریح کے وقت مس زیبا بھائی جان سے ملنے آئے گی ــــ!"

"یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا ہے؟" حمیرا خانم نے پوچھا۔

"بھائی جان اور مس روزی کی گفتگو سے" شکیل نے جواب دیا" میں بھائی جان کے دفتر آنے سے بہت پہلے وہاں پہنچ گیا تھا اور ملحقہ باتھ رُوم میں چھپ کر اُن کا انتظار کرتا رہا تھا ــــ اُنھوں نے دفتر آ کر پہلے ناشتہ کیا ــــ پھر روزی کو اپنی محرومی سے آگاہ کر کے اُسے مس زیبا کو بُلانے کے لیے بھیجا ــــ مس روزی نے واپس آ کر بھائی جان سے جو باتیں کیں اُن سے مجھے معلوم ہوا کہ بھائی جان شام کو پھر مس طاہرہ کے پاس جائیں گے اور وہ اسی سلسلے میں مس زیبا سے کچھ صلاح مشورہ کرنا چاہتے تھے ــــ!"

"آپ نے بڑا خطرہ مول لیا شکیل بھائی!" حمیرا خانم نے کہا "آغا صاحب باتھ رُوم میں آ جاتے تو کیا ہوتا ــــ اور پھر آپ اُن کی موجودگی میں باتھ رُوم سے نکلے کیسے؟ کیا اُنھیں پتا نہیں چلا؟"

"بالکل پتا نہیں چلا باجی!" شکیل نے کہا" وہ اپنے کام میں ــــ یا شاید اپنی سوچوں میں ــــ کھوئے ہوئے تھے ــــ میں بڑی آہستگی سے باتھ رُوم کا دروازہ کھول کر اُن کے پاس آ کھڑا ہوا اور جب میں نے اُنھیں مخاطب کر کے آداب کیا تو وہ یہی سمجھے کہ میں باہر سے آیا ہوں لیکن اپنے کام میں مصروفیت کی وجہ سے اُنھیں پتا نہیں چلا ــــ!"

"اُنھوں نے پوچھا تو ہو گا کہ آپ کس لیے آئے ہیں!" حمیرا خانم بولیں۔

"ہاں باجی!" شکیل نے کہا "میں نے بھی وہی جواب دیا جو آپ نے دیا تھا کہ آپ کی خیریت دریافت کرنے حاضر ہوا ہوں —— پھر میں نے انھیں یہ اطمینان بھی دلا دیا کہ شوکت بھی اب بالکل خیریت سے ہے —— اور کوئی لمبی چوڑی بات نہیں ہوئی —— وہاں سے سیدھا یہاں آ رہا ہوں ——!"

"اب کیا پروگرام ہے!" حمیرا خانم نے پوچھا

"اب!" شکیل نے سوچتے ہوئے کہا "پہلے تو اپنے دفتر جاؤں گا باجی اور وہاں سے مس زیبا کے پاس —— آپ کی ہدایت کے مطابق ڈرامہ کرنے کے لیے ——!"

"اچھا ہے!" حمیرا خانم بولیں "یقیناً اس ڈرامے کا ڈراپ سین ہونے سے پہلے پہلے آپ کو کچھ نہ کچھ حاصل ہو جائے گا ——!"

"آپ کا پروگرام کیا ہے؟" شکیل نے پوچھا

"اسے مجھ تک ہی رہنے دیجیے!" حمیرا خانم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

باب ۲۵

تفریح کی گھنٹی بجی ہی تھی کہ مس زیبا کو اپنے ایک ملاقاتی کے آنے کی اطلاع ملی ـــــ ملاقاتیوں کے کمرے میں جب اس نے شکیل کو کھڑے دیکھا تو جیسے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ آیا ـــــ وہ بولی:

"شکیل صاحب! آپ اور یہاں! اس وقت! کہیں یہ سب خواب تو نہیں ہے!"

"یہ خواب نہیں، عالم بیداری ہے مس زیبا!" شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا "جو کچھ آپ دیکھ رہی ہیں وہ وہم یا خواب نہیں ـــــ سرتاسر حقیقت ہے ـــــ!"

اس نے چند لمحے توقف کیا ـــــ پھر مس زیبا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام کر کہنے لگا:

"مس زیبا!"

شکیل کے لہجے میں نہ جانے کیا بات تھی کہ مس زیبا نے بے اختیار چونک کر شکیل کے چہرے کی طرف دیکھا ـــــ شکیل کی آنکھیں اسے کوئی پیغام دیتی محسوس ہو رہی تھیں ـــــ ابھی وہ اس پیغام کو پڑھنے کی کوشش ہی کر رہی تھی کہ شکیل نے کہا:

"مس زیبا! کل میں آپ سے بڑی بُری طرح پیش آتا رہا مجھے اس کا سخت افسوس ہے!"

مس زیبا نے پھر حیرانی سے شکیل کی طرف دیکھا ــــ شکیل نے کہا:

"یقین کیجیے! میرا دل ابھی تک مجھے ملامت کر رہا ہے ــــ مجھے اس طرح آپ کی ــــ آپ کے حسن کی توہین نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

مس زیبا پر ایک عجیب سی گھبراہٹ طاری ہو گئی ــــ جیسے اسے شکیل کے الفاظ کا یقین نہ آیا ہو ــــ شکیل نے مس زیبا کے ہاتھ کو ذرا دباتے ہوئے کہا:

"میں اپنی زیادتی کی تلافی کرنے آیا ہوں مس زیبا! کل آپ نے مجھے پکچر دیکھنے کی دعوت دی تھی ــــ آج میں آپ کو دعوت دیتا ہوں ــــ میں نے میٹنی شو کے لیے ایک باکس بھی ریزرو کرا لیا ہے ــــ ہم یہاں سے چل کے ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل میں کھانا کھائیں گے پھر میٹنی شو دیکھیں گے۔ پھر......."

شکیل کہتے کہتے رُک گیا اور مس زیبا کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا ــــ مس زیبا شاید کسی سوچ میں پڑ گئی تھی ــــ شکیل نے کہا:

"مس زیبا! کیا بات ہے؟ کیا آپ میری دعوت قبول نہیں کریں گی؟ کیا آپ مجھے اپنی زیادتیوں کی تلافی کا موقع نہیں دیں گی ــــ کیا حسن کی شان میں سرزد ہونے والی گستاخیوں کا کفارہ ادا کرنے کا موقع نہیں ملے گا؟"

"نہیں یہ بات نہیں ہے شکیل صاحب!" مس زیبا نے کہا

"تو پھر کیا بات ہے؟" شکیل نے پوچھا "کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ آپ میری دعوت قبول کر سکیں۔ میرے ساتھ ایک شام گزار سکیں ——؟"

"نہیں!" مس زیبا نے کہا "یہ بات نہیں ہے شکیل صاحب! آپ کی دعوت تو خود میرے لیے عزت افزائی کا درجہ رکھتی ہے۔"

"تو پھر کیا بات ہے!" شکیل نے پوچھا "میری دعوت کی پیش کش نے آپ کو کچھ سوچنے پر مجبور کیوں کر دیا ہے —— کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ مجھے بھروسے کے قابل نہ سمجھتی ہوں اور آپ کو یہ اندیشہ ہو کہ اندھیرے اور حسن کی قربت کی شہ پا کر میرے جذبات بے لگام ہو جائیں گے ——!"

"نہیں شکیل صاحب!" مس زیبا نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے —— میں آپ کو یقیناً بھروسے کے قابل سمجھتی ہوں —— لیکن کسی وقت یہ بھروسہ غلط بھی ثابت ہوا، تو مجھے اس کا قطعاً افسوس نہیں ہوگا —— بات صرف اتنی ہے شکیل صاحب! کہ اس وقت مجھے ایک ضروری کام سے ایک جگہ جانا ہے ——!"

"تو جائیے!" شکیل نے کہا اور مس زیبا کا ہاتھ چھوڑ دیا "اگر وہ کام ایسا ہی ضروری ہے تو جائیے۔ میں آپ کا راستہ نہیں روکوں گا —— اپنی زندگی تو پہلے ہی تنہا تنہا گزر رہی ہے —— ایک اور شام کی تنہائی سے کوئی قیامت نہیں آجائے گی ——!"

"آپ تو بڑا مان گئے شکیل صاحب!" اب مس زیبا نے شکیل کا ہاتھ تھام لیا۔

"نہیں مس زیبا!" شکیل نے کہا "مجھے بڑا ماننے کا قطعاً کوئی حق نہیں پہنچتا ——— نہ میں آپ کو اپنی دعوت قبول کرنے کے لیے مجبور کر سکتا ہوں ——— میں نے بارگاہ حسن میں گستاخی کی تھی ——— اس کی سزا مجھے ملنی ہی چاہیے ——— حسن کی توہین کی یہی سزا ہے ———!"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں شکیل صاحب!" مس زیبا نے اب شکیل کے دونوں ہاتھ تھام لیے "مجھے آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار نہیں ہے ——— بالکل انکار نہیں ہے ——— بلکہ آپ کی دعوت میرے لیے عزت افزائی کا درجہ رکھتی ہے ——— بات صرف اور صرف اتنی ہے کہ اس وقت مجھے ایک جگہ جانا تھا۔"

"تو جائیے مس زیبا!" شکیل نے کہا "میری دعوت کی خاطر آپ اپنا پروگرام تبدیل نہ کیجیے ———!"

"نہیں شکیل صاحب!" مس زیبا نے کہا "میں آپ کی ——— کم از کم آپ کی ——— دعوت رد نہیں کر سکتی۔ مجھے اس کا حوصلہ نہیں ہے ——— کیا آپ یہ نہیں کر سکتے کہ انٹرکانٹی نینٹل میں کھانے کا پروگرام منسوخ کر دیں ——— صرف سینما تک بات رکھیں ——— آپ جس وقت کہیں گے میں وہاں پہنچ جاؤں گی ———!"

"میں دونوں پروگرام منسوخ کر دیتا ہوں مس زیبا!" شکیل نے کہا

"کھانے کا بھی اور سینما کا بھی ـــــ آپ کو جہاں جانا ہے جائیے اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیجیے ـــــ میں اپنے دل کو سمجھا لوں گا کہ ارمانوں کا خون یوں ہی ہوا کرتا ہے ـــــ التجائیں اسی طرح ٹھکرائی جایا کرتی ہیں ـــــ بارگاہِ حسن سے اظہارِ مدعا کا یہی جواب ملا کرتا ہے ـــــ حسن دُنیا میں اسی طرح ظلم کیا کرتا ہے ـــــ اسی طرح ظلم کر کے خوش ہوا کرتا ہے ـــــ!"

"آپ بالکل غلط سمجھ رہے ہیں شکیل صاحب!" مس زیبا نے نرمی سے احتجاج کیا۔

"مجھ سے سخت غلطی ہوئی مس زیبا!" شکیل اپنی دُھن میں کہتا چلا گیا "مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا ـــــ آپ کو ہوٹل میں کھانا کھلانے اور سینما دیکھنے کی دعوت نہیں دینی چاہیے تھی ـــــ ابھی ہمارے تعلقات اتنے گہرے ہی کہاں ہیں ـــــ آپ نے شاید مذاق میں ہی کل پکچر دیکھنے کی دعوت دے ڈالی تھی ـــــ میں بے وقوف تھا جو اس سے غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا ـــــ آپ کے متعلق ہی نہیں بلکہ اپنے متعلق بھی ـــــ میں اپنے آپ کو ملامت کرتا رہا کہ میں نے آپ کی دعوت ٹھکرا کر بڑی زیادتی کی ہے ـــــ اور پھر اس زیادتی کی تلافی کرنے کے لیے دعوت کا پیغام بن کر یہاں چلا آیا ـــــ آپ نے اچھا کیا کہ پہلے ہی مرحلے پر میری یہ غلط فہمی دُور کر دی ـــــ آپ نے بہت اچھا کیا ـــــ اس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

آئندہ پھر کبھی ایسی حماقت نہیں ہو گی ـــــ خدا حافظ!"

"بس کیجیے خدا کے لیے!" مس زیبا نے ثکیل کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا" آپ ہی کیسے جانتے ہیں، میری کچھ نہیں سُنتے ـــــ!"

ثکیل نے مس زیبا کا ہاتھ اپنے منہ پر سے ہٹا کر کہا:

"کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟ یہی ناکہ آپ کو اس وقت ایک ضروری کام سے کہیں جانا ہے ـــــ!"

"نہیں!" مس زیبا نے کہا" میں آپ کو ناراض نہیں کروں گی میں اس وقت کہیں بھی نہیں جاؤں گی ـــــ ہر ضروری کام اس وقت غیر ضروری ہے ـــــ صرف آپ کی دعوت ضروری ہے ـــــ دُنیا کا ہر فرد اس وقت میرے لیے غیر اہم ہے ـــــ اور آپ صرف آپ کی ذات اہم ہے ـــــ آپ کی خوشنودی میرے لیے مقدم ہے ـــــ آپ کی خوشی میرا ایمان ہے ـــــ چلیے میں حاضر ہوں، کیسے اب خوش ہیں آپ!"

ثکیل مسکرا دیا ـــــ اپنی جیت پر ـــــ!

زیبا بھی مسکرا دی ـــــ!

"آئیے چلیں!" ثکیل نے مس زیبا کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا:

"آپ ذرا باہر چل کے میرا انتظار کیجیے" مس زیبا نے کہا" آپ کی دعوت کی خاطر مجھے کوئی بہانہ بنا کر ہیڈ مسٹریس سے بقیہ آدھے دن کی رخصت لینی پڑے گی ـــــ!"

"یہ رخصت نہ ملی تو؟" شکیل نے کہا۔

"مل جائے گی شکیل صاحب!" مس زیبا نے کہا، "نہ ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا —— آپ چل کے گیٹ پر میرا انتظار کیجیے —— میں چند منٹوں میں وہاں پہنچ جاؤں گی۔"

"کیا آپ کا انتظار یہاں نہیں ہو سکتا؟" شکیل نے کہا۔

"نہیں!" مس زیبا نے کہا "وہیں ٹھیک ہے!"

"کہیں پھر کوئی ضروری کام نہ آپڑے!" شکیل نے کہا۔

"اللہ! شک کی بھی کوئی حد ہوتی ہے!" مس زیبا نے کہا "آپ چلیے —— میں ابھی آتی ہوں —— ابھی آجاتی ہوں ——!"

شکیل مسکراتا ہوا باہر کی طرف چل دیا اور مس زیبا اندر سکول کے دفتر کی طرف چل دی ——!

سکول کے گیٹ کے باہر کھڑے ہو کر شکیل مس زیبا کا انتظار کرنے لگا —— اس نے ایک لحظہ کے لیے یہ تصور کرنے کی کوشش کی کہ مس زیبا کے نہ آنے سے آغا صاحب کے دل پر کیا گزرے گی —— اس کے انتظار میں وہ کس طرح پیچ و تاب کھائیں گے —— بے اختیار ایک مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی اور جب اُسے ان جذباتی مکالمات کا خیال آیا جو اس نے کچھ دیر پہلے ہی مس زیبا کے سامنے ادا کیے تھے، تو وہ ہنس دیا —— اپنی اداکاری پر —— اپنی جیت پر ——!

"کس بات پہ ہنس رہے ہیں آپ؟"

شکیل نے چونک کر دیکھا ـــــ مس زیبا اس کا شانہ ہلا رہی تھی ـــــ!

"اوہ! آپ آ گئی ہیں مس زیبا!" شکیل نے جیسے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"ہاں!" مس زیبا نے کہا "آپ ہنس کس بات پر رہے تھے شکیل صاحب!"

"میں ہنس رہا تھا!" شکیل نے مصنوعی حیرت سے کہا "کیا میں واقعی ہنس رہا تھا؟"

"یقیناً آپ ہنس رہے تھے شکیل صاحب!" مس زیبا نے کہا "میں قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں کہ آپ ہنس رہے تھے"

"مجھے تو یاد نہیں پڑتا!" شکیل نے اسی انداز سے کہا "کہ میں ہنس رہا تھا یا نہیں ـــــ اور ہنس رہا تھا تو کس بات پر ہنس رہا تھا!"

"بڑے تعجب کی بات ہے شکیل صاحب!" مس زیبا نے کہا "کیا واقعی آپ کو یاد نہیں پڑتا یا آپ مذاق کر رہے ہیں!"

"آپ سے مذاق کرنے کی مجال تو مجھے کبھی نہیں ہو سکتی مس زیبا!" شکیل نے کہا "ویسے میرا خیال ہے کہ اگر میں ہنس رہا تھا تو یہ ہنسی اپنی کسی حماقت پر آئی ہو گی ـــــ مجھے دوسروں کی بجائے اپنی حماقتوں پر زیادہ ہنسی آتی ہے مس زیبا!"

"یہ تو خود ایک ہنسی کی بات ہے شکیل صاحب!" مس زیبا نے [illegible] "ایک تو حماقت کرنا، پھر اس پر ہنسنا!"

"تو اور کیا اپنی حماقتوں پر رویا جائے مس زیبا!" شکیل نے کہا "کیا آپ کو اپنی حماقتوں پر رونا زیادہ پسند ہے؟"

مس زیبا جھینپ سی گئی ـــــ پھر اس نے تعریف آمیز نگاہوں سے شکیل کی طرف دیکھا اور کہا:

"آپ تو بہت دلچسپ آدمی ہیں شکیل صاحب! بہت ہی دلچسپ!"

پھر وہ شکیل کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہنے لگی:

"آئیے اب چلیں! آپ کی خاطر آج ساری دُنیا کی ناراضگی بھی مول لینا پڑے تو مجھے پرواہ نہیں ہے ـــــ!"

"کیوں کیا ہُوا؟" شکیل نے حیران ہو کر کہا "کیا ہیڈ مسٹریس ناراض ہو گئیں؟"

"ہاں!" مس زیبا نے کہا "کہنے لگیں کہ اس طرح تو پڑھائی کا حرج ہو گا ـــــ میں نے یہی کہا کہ مجھے جانا ہے اور ابھی جانا ہے ـــــ اور اگر آپ رخصت نہیں دیں گی تو میں ابھی استعفا داغ دوں گی ـــــ!"

"اور بہانہ کیا بنایا تھا؟" شکیل نے پوچھا

"وہ میں آپ کو نہیں بتاؤں گی" مس زیبا نے کہا

"چلیے نہ بتائیے ـــــ ہمیں تو آم کھانے سے مطلب ہے" شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا "آپ نے کسی نہ کسی طرح نصف دن کی رخصت حاصل کر لی ـــــ ٹھیک ہے!"

"ہاں شکیل صاحب!" مس زیبا نے کہا "آپ کی خوشنودی ایک طرف ـــــ اور ساری دُنیا کی ناراضی ایک طرف ـــــ آپ کا پلڑا بہرحال بھاری ہے ـــــ آئیے اب چلیں!"

"چلیے!" شکیل نے کہا۔

—— اور اس گفتگو کے کچھ دیر بعد ہی وہ، ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل کے ایک فیملی کیبن میں بیٹھے پر تکلف، ماکولات و مشروبات سے لطف اندوز ہو رہے تھے ——!

مس زیبا نے شاید بات چھیڑنے کے خیال سے کہا:

"آپ کی خاطر سے میں نے کچھ نہیں کہا، ورنہ فیملی کیبن میں بیٹھنا کچھ عجیب سا لگتا ہے!"

"کیوں؟" شکیل نے پوچھا

"اس سے تو دوسرے لوگ یہ تاثر لیتے ہیں کہ ہم ان کی نگاہوں کا سامنا کرنے سے ہچکچاتے ہیں —— حالانکہ میں اس کی قائل ہوں کہ ہمیں دُنیا —— اور دُنیا والوں —— کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا چاہیے ——!"

"یہ اچھی بات ہے!" شکیل نے کہا "میں تو یونہی احتیاط کے طور پر کیبن میں چلا آیا تھا —— آپ کو پسند نہیں تو آئیے، ہم ہال میں چل کر بیٹھتے ہیں!"

شکیل اُٹھنے لگا تو مس زیبا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کمال کرتے ہیں آپ بھی! اب یہاں آ گئے ہیں تو بیٹھے رہیے —— کیبن سے اُٹھ کر ہال میں جائیں گے تو دیکھنے والے کیا کہیں گے ——!"

"ان کی ایسی تیسی!" شکیل نے کہا۔

"چھوڑیئے شکیل صاحب!" مس زیبا نے کہا "میں تو مذاق کر رہی تھی ـــــ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کے ساتھ ایسے گوشۂ تنہائی میں بیٹھنا ہی موزوں ہے ـــــ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"میرا خیال تو پہلے ہی ظاہر ہے مس زیبا!" شکیل نے کہا "حُسن کی محبت سے صحیح طور پر لُطف اندوز ہونے کے لیے خلوت شرطِ اوّل ہے!"

"بڑے وہ ہیں آپ!" مس زیبا نے جیسے جھینپ کر کہا "کوئی آپ کے یہ الفاظ سُن لے تو کیا کہے ـــــ!"

"جو اس کے جی میں آئے کہے!" شکیل نے مُسکراتے ہوئے جواب دیا "البتہ میں اُسے یہ جواب دوں گا کہ ہمارا حُسن ـــــ ہماری حسینہ ـــــ دُنیا اور دُنیا والوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی قائل ہے ـــــ!"

مس زیبا کچھ اور بھی جھینپ گئی ـــــ شکیل نے اُسے اس کے اپنے الفاظ سے ہی لاجواب کر دیا تھا۔ اس کے اپنے ہتھیار ہی سے اُسے جیسے بے دست و پا کر دیا تھا ـــــ

اور مس زیبا نے موضوعِ گفتگو بدلنے کے لیے طاہرہ کا ذکر چھیڑ دیا۔

"شکیل صاحب! آپ نے مس طاہرہ کو تو دیکھا ہو گا!"

"کون؟"

"مس طاہرہ!" مس زیبا نے کہا "وہی جو آپ کے بھائی جان کے پیچھے کی ٹیوٹر ہے۔"

"اچھا!" شکیل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "میں نے اسے دیکھا تو ہے مس زیبا لیکن قریب سے نہیں ـــــ دُور سے ـــــ!"

"قریب سے کیوں نہیں؟" مس زیبا نے پوچھا

"میں نوجوان عورتوں کے زیادہ قریب جانے کا قائل نہیں ہُوں مس زیبا!" شکیل نے کہا "یقین کیجیے کہ کالج کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی میں نے کسی لڑکی سے راہ و رسم پیدا نہیں کی ـــــ اگر آپ نے بھی کل پہل کر کے حوصلہ افزائی نہ کی ہوتی ـــــ تو میں کبھی آپ کو یہ دعوت دینے کی جرأت نہ کرتا!"

مس زیبا دل میں جھنجھلائی ـــــ بات پھر اس کی اپنی ذات پر آ ٹھہری تھی ـــــ اُس نے پھر بات کا رُخ طاہرہ کی طرف موڑ دیا۔

"تعجب کی بات ہے شکیل صاحب! مس طاہرہ روزانہ آپ کی کوٹھی پہ جاتی ہے ـــــ کیا آپ کو ایک بار بھی اس کے قریب ہونے اور بات کرنے کا موقع نہیں ملا!"

"بات تو میں نے اُس سے کئی مرتبہ کی ہے مس زیبا!" شکیل نے کہا "لیکن بات کرنے اور قریب ہونے میں بڑا فرق ہے ـــــ میں نے مس طاہرہ سے کئی مرتبہ بات کی ہے لیکن ایک مرتبہ بھی اُس کے قریب نہیں ہو سکا ـــــ آپ سے صرف ایک ہی مرتبہ بات کی ہے لیکن میں آپ کے اتنا قریب ہو گیا ہُوں کہ اس وقت ہمارے سانس ایک دوسرے سے اُلجھ رہے ہیں ـــــ اور میں محسوس کرتا ہوں کہ

اسی طرح ہمارے جسم بھی ایک دوسرے سے اُلجھ سکتے ہیں ۔۔۔ !"

مس زیبا نے یہ سُن کر حیرانی اور دلچسپی سے شکیل کی طرف دیکھا ۔۔۔ شکیل نے کہا:

"لیکن میں پہلی ملاقات میں ہی اتنی دُور جانے کا قائل نہیں ہُوں ۔۔۔ پہلی ہی پرواز میں اتنا اُونچا اڑنا اچھا نہیں ہوتا ۔۔۔ اس لیے کہ جو طاہرہ جتنا اونچا اڑتا ہے زمین اُسے اتنی ہی تیزی سے نیچے کی طرف کھینچتی ہے۔"

مس زیبا کی نگاہوں سے دلچسپی کا عنصر یک دم غائب ہوگیا ۔۔۔ حیرانی اور صرف حیرانی رہ گئی ۔۔۔ اور وہ حیران ہو کر سوچنے اور شکیل کی باتوں کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرنے لگی ۔۔۔ نہ جانے کیوں اُسے شکیل کی یہ باتیں کچھ اُلجھی اُلجھی سی محسوس ہو رہی تھیں ۔۔۔ حالانکہ بادی النظر میں ان میں کوئی الجھاؤ نہیں تھا۔

مس زیبا کو کچھ سوچتے ہوئے دیکھ کر شکیل نے کہا:

"آپ کیا سوچ رہی ہیں مس زیبا؟"

"میں!" مس زیبا نے سوچتے ہوئے کہا "میں مس طاہرہ کے متعلق سوچ رہی ہُوں شکیل صاحب!"

"آپ مس طاہرہ کے متعلق کیا سوچ رہی ہیں؟"

مس زیبا نے ایک لمحے توقف کیا ۔۔۔ پھر کہنے لگی:

"میں یہ سوچ رہی ہوں کہ آپ مجھ سے ایک مرتبہ بات کر کے ہی

اتنا قریب ہو گئے کہ بقول آپ کے اس وقت ہمارے سانس ایک دوسرے سے اُلجھ رہے ہیں ——— لیکن یہ کیا بات ہے کہ آپ مس طاہرہ سے کئی بار باتیں کرنے کے باوجود اس کے قریب نہیں ہو سکے ——— حالانکہ وہ مجھ سے کہیں زیادہ حسین ہے ——— اور اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جو آپ جیسے نوجوان کو اپیل کر سکے۔

شکیل مُسکرا دیا۔

"مس زیبا! مس طاہرہ آپ سے زیادہ حسین نہیں ہے ——— آپ اپنی کسرِ نفسی کی وجہ سے ایسا خیال کریں تو دوسری بات ہے ورنہ میں اسے آپ سے زیادہ حسین نہیں سمجھتا ——— رہی اپیل کی بات تو میری اور آپ کی موجودگی میں آپ کی اپیل کے زیادہ تر ہونے کا ثبوت ہے۔"

مس زیبا مُسکرا دی۔

"خوشامد کرنا کوئی آپ سے سیکھے!"

"حقیقت بیانی کو خوشامد کہنا زیادتی ہے مس زیبا! لیکن اگر آپ اسے خوشامد قرار دیتی ہیں تو میں آپ کے سامنے پھر اس کی جرأت نہیں کروں گا ——— کیونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ اور چاہے کچھ بھی ہوں، خوشامد پسند نہیں ہیں۔"

مس زیبا مسکرا دی۔

"کیا اس طرح کی خوشامد کا اظہار آپ نے مس طاہرہ کے سامنے

کبھی نہیں کیا شکیل صاحب ؟"

"نہیں مس زیبا!" شکیل نے کہا "ہماری گفتگو بڑی رسمی سی رہی ہے ــــ کسی کے دل یا جسم تک پہنچنے کی تگ و دو کرنا وہیں مناسب ہوتا ہے جہاں کچھ حوصلہ افزائی بھی ہو ــــ بند اور اندھے بہرے دروازوں پہ دستک دینا ــــ دستک دیتے جانا ــــ میرے نزدیک عقل مندی نہیں، حماقت ہے ــــ !"

مس زیبا ایک گہری سوچ میں ڈوب گئی ــــ پھر اس نے کہا ــــ

"میں سمجھ گئی شکیل صاحب! آپ طاہرہ سے محبت کرتے ہیں ــــ یا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں ــــ لیکن طاہرہ نے آپ کی محبت کا جواب بے رخی یا شاید نفرت سے دیا ہے !"

"ہاں مس زیبا!" شکیل نے کہا "آپ نے بالکل ٹھیک سمجھا ہے میں شروع میں ہی اس کا اعتراف کر لیتا لیکن مجھے آپ کے جذبات کا خیال تھا ــــ میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ میرے اس اعتراف سے کوئی "غلط" تاثر لے کر حسد میں مبتلا ہو جائیں ــــ اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ عورت حسد اور رقابت کے جوش میں ایک غضبناک شیرنی سے بھی زیادہ خطرناک بن جاتی ہے ــــ !"

مس زیبا مسکرا دی ــــ شکیل نے کہا۔

"آپ کو مسکرانا شاید کچھ زیادہ ہی زیب دیتا ہے مس زیبا! لیکن کاش آپ میرے دل کے اندر جھانک کر دیکھیں اور میرے ارمانوں کی

زخمی پکار سُنیں ـــــ مس طاہرہ کی نفرت نے خود میرے دل میں نفرت پیدا کر دی ہے ـــــ میرا دل انتقام! انتقام پکار رہا ہے ـــــ خدا کے لیے کچھ کیجیے مس زیبا! کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ آگ میرے اپنے ہی وجود کو جلا کر رکھ دے ـــــ!"

شکیل صاحب! مس طاہرہ کے متعلق جیسے آپ سوچ رہے ہیں ـــــ ویسے ہی میں سوچ رہی ہوں" مس زیبا نے کہا ـــــ آپ مس طاہرہ سے انتقام لینا چاہتے ہیں ـــــ میں بھی انتقام لینا چاہتی ہوں ـــــ اُس نے آپ کی محبت کو ٹھکرا کر جو ظلم کیا ہے ـــــ اس کا بدلا اُسے مل جائے گا ـــــ آپ کے ہاتھوں نہ سہی، کسی اور کے ہاتھوں ـــــ آپ ایسے وجیہہ و شکیل نوجوان سے نفرت کرنے والی عورت خود قابلِ نفرت ہے ـــــ آپ اُس کے بند اور اندھے بہرے دروازوں پر دستک دیتے رہے ہیں ـــــ لیکن اُس نے اپنی دنیا کے دروازے آپ پر نہیں کھولے ـــــ لیکن اطمینان رکھیے شکیل صاحب! یہ دروازے ہمیشہ بند نہیں رہ سکتے ـــــ بند دروازہ آخر کب تک بند رہ سکتا ہے ـــــ آپ نہیں تو آپ کے بھائی جان اسے کھولنے میں کامیاب ہو جائیں گے ـــــ!"

"میرے بھائی!" شکیل نے حیرت سے کہا "کیا آپ کی مراد میرے بھائی جان سے ہے مس زیبا!"

"ہاں!" بے ساختہ مس زیبا کے منہ سے نکلا ـــــ لیکن پھر وہ

فوراً سنبھلتے ہوئے کہنے لگی:

"نہیں شکیل صاحب! میری مراد آپ کے بھائی جان سے نہیں ہے ـــــ ویسے اگر یہ بند دروازہ کھولنے والے آپ کے بھائی جان ہی ہوں تب بھی ایک ہی بات ہے ـــــ آپ کے جذبۂ انتقام کی تسکین تو بہر حال ہو جائے گی ـــــ میں جانتی ہوں کہ طاہرہ بڑی خود سر اور بد دماغ ہے ـــــ لیکن یہ دُنیا خود سروں کا غرور توڑنا اور بد دماغوں کا دماغ ٹھکانے لگانا جانتی ہے"ـــــ

مس زیبا کی یہ باتیں سن کر شکیل کا دل کانپ اُٹھا ـــــ وہ سوچنے لگا کہ کیا طاہرہ کے خلاف سازش اتنی ہی خوفناک ہے جتنی کہ مس زیبا کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں ـــــ اور پھر اس سازش میں مس زیبا کا اپنا کردار کیا حیثیت رکھتا ہے ـــــ!

شکیل کو کچھ سوچتے دیکھ کر مس زیبا نے کہا:

"آپ کس سوچ میں پڑ گئے شکیل صاحب!"

"میں یہ سوچ رہا ہوں مس زیبا!" شکیل نے کہا "کہ کتنا اچھا ہوتا اگر میں مس طاہرہ سے خود اپنے ہاتھوں اپنی توہین کا بدلہ لے سکتا ـــــ شاید اس طرح میرے جذبۂ انتقام کی تسکین ہو جاتی ـــــ!"

"اب بہت تاخیر سے آئے ہیں شکیل صاحب!" مس زیبا نے کہا "آپ کا فرض اب کسی اور کے ہاتھوں پورا ہو رہا ہے ـــــ آپ چاہیں تو میں آپ کو یہ ڈرامہ دکھا سکتی ہوں ـــــ!"

"ڈرامہ!" شکیل نے حیرانی سے کہا: "کیسا ڈرامہ؟"

"ایک دلچسپ ڈرامہ جس کی ہیروئن مس طاہرہ ہے" مس زیبا نے کہا "ایک ایسا ڈرامہ جسے دیکھ کر آپ کے جذبۂ انتقام کی تسکین ہو جائے گی ——!"

"تو گویا آپ کو پتا ہے کہ مس طاہرہ کہاں ہے؟" شکیل نے کہا۔

"ہاں!" مس زیبا نے کہا "اور یہ بھی پتا ہے کہ کیوں ہے؟"

شکیل سوچنے لگا کہ مس زیبا تو اس ساری سازش کا مرکزی کردار معلوم ہوتی ہے —— شاید اس سازش کا سارا تانا بانا اسی کے ہاتھوں تیار ہؤا ہے ——!

شکیل کو سوچتے دیکھ کر پھر مس زیبا نے کہا:

"کیا سوچنے لگے آپ شکیل صاحب!"

"کچھ نہیں مس زیبا!" شکیل نے کہا "میں سوچ رہا ہوں کہ یہ ڈرامہ کتنا دلچسپ ہو گا۔"

"دلچسپ اور عبرتناک!" مس زیبا نے کہا "آپ کو یہ ڈرامہ دکھا ہی دیا جائے شکیل صاحب! آپ کے جذبۂ انتقام کی بھی تسکین ہو جائے گی اور لگے ہاتھوں آپ یہ بھی دیکھ لیں گے کہ آپ کے بھائی جان کس کینڈے کے آدمی ہیں!"

"میرے بھائی جان!" شکیل نے ایک مرتبہ پھر حیرت ظاہر کی۔

مس زیبا مسکرا دی۔

"اب آپ سے کیا پردہ شکیل صاحب! اس ڈرامے کے ہیرو آپ کے بھائی جان ہیں۔"

شکیل کا منہ حیرت سے کھل گیا ——— مس زیبا نے کہا:

"کیوں آپ حیران ہو گئے یہ جان کر!"

"ہاں مس زیبا!" شکیل نے کہا "حیرانی کی بات ہی تو ہے ——— بھلا جو شے اتنی قریب ہو کر اُسے کسی وقت بھی ہاتھ بڑھا کر چھوا جا سکے، اُس کی خاطر اتنے پاپڑ بیلنے کی کیا ضرورت تھی ———!"

"معاف کرنا شکیل صاحب!" مس زیبا نے کہا "یہ شے تو آپ کے بھی بہت قریب تھی ——— اتنی قریب کہ آپ کسی وقت بھی اُسے ہاتھ بڑھا کر چھو سکتے تھے ——— لیکن آپ آج یہاں بیٹھے انتقام! انتقام پکار رہے ہیں ———!"

"اوہ مجھ سے بھول ہوئی مس زیبا!" شکیل نے کہا "مجھے خیال نہیں رہا تھا کہ اس شے کا نام مس طاہرہ ہے ——— بہرحال مس زیبا! میرے لیے تو یہ ایک لحاظ سے خوشی کی ہی بات ہے کہ خود میرے بھائی جان مس طاہرہ سے میری توہین کا انتقام لے رہے ہیں ——— اب اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ یہ انتقام وہ اپنی کوٹھی کی بجائے کسی دوست کی کوٹھی میں یا کہیں اور لیں ———!"

مس زیبا مسکرا دی

"تمہاری یہ مسکراہٹ کتنی حسین ہے مس زیبا!" شکیل نے یونہی

ایک وار کیا

مس زیبا نے چونک کر تعریف آمیز نگاہوں سے شکیل کی طرف دیکھا —— لیکن ان نگاہوں میں تعریف کے ساتھ کچھ تحیر —— کچھ تجسس —— کچھ استفسار بھی تھا —— جیسے یہ نگاہیں شکیل سے پوچھ رہی ہوں۔

"اس تعریف کا کیا مقصد —— یہ اس تعریف کا کون سا موقع ہے —— کیا تم صرف میری مسکراہٹ کی تعریف ہی کرتے رہو گے؟"

اور مس زیبا نے شکیل کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"شکیل صاحب!"

نہ جانے مس زیبا کے لہجے سے شکیل کو کیا محسوس ہوا کہ اس نے گھبرا کر مس زیبا کی طرف دیکھا اور کہا :

"کیا بات ہے مس زیبا! آپ یہاں بیٹھے بیٹھے اکتانے لگی ہیں شاید —— چلیے ہم باہر چلتے ہیں!"

اب ان کی منزل وہ سینما تھا جہاں شکیل نے میٹنی شو کے لیے ایک سالم باکس کی ریزرویشن کرا رکھی تھی۔

باب ۲۶

مس زیبا شکیل کو ساتھ لیے خاں صاحب کے کمرے میں پہنچی ـــــ
خاں صاحب نے دیکھتے ہی کہا:
"تم نے تو بڑی دیر کر دی مس زیبا ـــــ اور یہ کون صاحب ہیں؟"
"یہ میرے ایک دوست ہیں خاں صاحب!" مس زیبا نے مسکراتے ہوئے کہا "دوست بھی اور مہمان بھی۔"
"کوئی بات نہیں" خاں صاحب بولے "تمہارا مہمان ہمارا بھی مہمان ہے ـــــ اس کی خاطر مدارت ہمارا بھی فرض ہے۔"
مس زیبا نے کہا "ہمیں ایک انتہائی اہم معاملے پر کچھ باتیں کرنی ہیں ـــــ وقت بہت کم ہے ـــــ آغا صاحب آنے والے ہی ہوں گے ـــــ ہم طاہرہ کے ساتھ والے کمرے میں جا رہے ہیں!"
"اچھا ـــــ!" خاں صاحب کچھ سوچتے ہوئے بولے۔
"آئیے شکیل صاحب!" مس زیبا نے کہا
چند لمحے بعد ہی مس زیبا اور شکیل اُس کمرے میں پہنچ گئے جو طاہرہ کے کمرے سے متصل تھا۔ اس کی ساخت اور آرائش قریب قریب طاہرہ کے کمرے کی طرح ہی تھی ـــــ بس کہیں کہیں اُنیس بیس کا

فرق تھا ــــ !

مس زیبا جاتے ہی پلنگ پر بیٹھ گئی اور شکیل کا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہنے لگی :

"آپ بھی یہیں آ جائیے شکیل صاحب !"

"نہیں" شکیل نے کہا اور پلنگ سے ذرا ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا بات ہے ؟" مس زیبا نے پوچھا

"مجھے ایسی لڑکی سے بہت خوف آتا ہے جو کسی نوجوان کے ساتھ کمرے میں داخل ہوتے ہی بستر پر جا کر بیٹھ جائے ــــ !"

مس زیبا مسکرا دی۔ اُس نے کہا :

"میں جانتی ہوں شکیل صاحب ! مجھے آپ کے وہ الفاظ یاد ہیں ــــ آپ پہلی ملاقات میں اتنی دُور جانے کے قائل نہیں ہیں ــــ چلیے میں بھی آپ کے پاسِ خاطر سے آپ کو اتنی دور نہیں لے جاؤں گی ــــ میں تو آپ سے صرف چند باتیں کرنا چاہتی ہوں۔

"ارشاد !" شکیل نے کہا

"یہاں میرے قریب بیٹھ جائیے !" مس زیبا نے کہا "پھر اطمینان سے باتیں ہوں گی !"

"نہیں میں یہیں ٹھیک ہوں !" شکیل نے وہیں کھڑے کھڑے کہا۔

"کیا آپ کو اپنے آپ پر اعتماد نہیں ہے ؟" مس زیبا نے کہا

"اعتماد تو ہے !" شکیل نے کہا

"تو پھر اگر آپ اور میں سینما ہال کے باکس میں، ساتھ بیٹھ سکتے تھے تو اس پلنگ پر میرے ساتھ بیٹھنے پر آپ کو کیا اعتراض ہے!"

"اعتراض تو کوئی خاص نہیں" شکیل نے کہا "صرف یہ خیال ہے کہ صوفے اور پلنگ کی ساخت اور غایتِ ساخت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے —!"

شکیل کی یہ بات سن کر مس زیبا نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا — جیسے وہ شکیل کے ان الفاظ کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو — وہ سوچنے لگی کہ صوفے اور پلنگ کی ساخت اور غایتِ ساخت کبھی مختلف رہی ہو تو رہی ہو — اب تو نہ غایتِ ساخت ہی نہیں، ساخت کے لحاظ سے بھی صوفہ اور پلنگ آپس میں گڈمڈ ہوتے جا رہے ہیں۔

مس زیبا کو کچھ سوچتے دیکھ کر شکیل مسکرایا اور کہنے لگا:

"تم ناراض نہ ہونا مس زیبا! جس طرح میزبان کو مہمان کی خوشی کا خیال رکھنا پڑتا ہے — اسی طرح مہمان کو بھی میزبان کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے — میں تمہارا مہمان ہوں — تم صبح سے میری خدمت اور خاطر تواضع میں لگی ہو — مجھے بھی تمہارے جذبات کا کچھ نہ کچھ احترام کرنا چاہیے —!"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور مس زیبا کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر بولا:

"لو! اب غصّہ تھوک دو اور خوش ہو جاؤ!"

وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھُلا اور بابا رحیم بخش چائے کی ٹرے لیے اندر داخل ہُوا۔ شکیل نے دیکھا ——— بڑی پُرتکلف چائے تھی ——— اُس نے کہا:

"بڑا اہتمام ہے خاں صاحب کا!"

"ہاں!" مس زیبا نے کہا "وہ اپنے دوستوں کی فرمائشیں پوری کرنا اور ان کی خاطر تواضع کرنا خوب جانتے ہیں ———!"

پھر اُس نے بابا رحیم بخش سے پُوچھا:

"بابا! آغا صاحب آ گئے ہیں کیا؟"

"ہاں بی بی جی!" رحیم بخش نے جواب دیا "اپنے خاں صاحب کے پاس بیٹھے ہیں ——— آپ کا پُوچھ رہے تھے ——— خاں صاحب نے کہہ دیا کہ اپنے ایک مہمان کے ساتھ مس طاہرہ کے ساتھ والے کمرے میں ہیں!"

"اچھا تم جاؤ!" مس زیبا نے کہا "اور ہاں! یہ دروازہ باہر سے کھُلا رہنے دینا ——— شاید کسی وقت آغا صاحب کو ہماری ——— یا ہمیں آغا صاحب کی ——— ضرورت پڑ جائے ———!"

"بہت اچھا بی بی جی!" رحیم بخش نے کہا اور باہر نکل گیا۔

بابا رحیم بخش چلا گیا تو مس زیبا نے چائے بنائی۔ ایک کپ بنا کر شکیل کو دیا اور ایک خود تھام لیا۔ پھر پیسٹری کی پلیٹ سے پیسٹری کا

ایک بڑا سا ٹکڑا اُٹھایا اور اسے شکیل کے منہ میں ٹھونستے ہوئے کہا:

"یہ آپ کے لیے ہے۔"

شکیل نے دوسرے ہاتھ سے پیسٹری کا وہ ٹکڑا تھام لیا۔ اسے کھا لینے کے بعد چائے کا ایک گھونٹ بھرا اور پھر کہنے لگا:

"بھلا اصلی پیسٹری کے سامنے یہ نقلی پیسٹری کیا مزا دے سکتی ہے!"

مس زیبا نے جھینپ کر شکیل کی طرف دیکھا ـــــ وہ مسکرا رہا تھا ـــــ شرارت بھرے انداز میں ـــــ وہ سمجھ گئی کہ شکیل ایک دلچسپ مذاق کر گیا ہے۔ وہ پہلے تو مسکرائی ـــــ جیسے خود بھی اس مذاق سے لطف اندوز ہوئی ہو۔ پھر گلہ مند لہجے میں کہنے لگی:

"بڑے وہ ہیں آپ ـــــ ایسے مذاق نہ کیا کیجیے!"

"میں نے تو کوئی مذاق نہیں کیا" شکیل نے بھولپن سے کہا۔

"میں سب سمجھتی ہوں شکیل صاحب!" مس زیبا نے کہا "آپ کی تو وہ بات ہے کہ گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز ـــــ باتیں اور مذاق ایسے کہ پیشہ ور بدمعاش اور تماش بین بھی سن لیں تو شرمندہ ہو جائیں اور آگے کی بات کرو تو یوں پیچھے ہٹ جائیں جیسے کبھی کچھ دیکھا ہی نہیں!"

"مس زیبا!" شکیل نے کہا "سیدھی سی بات یہ ہے کہ میں اس لائن کا آدمی نہیں ہوں!"

مس زیبا نے حیرانی سے شکیل کی طرف دیکھا اور بولی:

"تو کیا آپ الٹی لائن کے آدمی ہیں؟ میں آپ کو ایسا نہیں سمجھتی تھی شکیل صاحب! پرچیز: آپ چاہیں تو الٹی لائن پر بھی سفر کر سکتے ہیں آپ کی خاطر مجھے بہر حال عزیز ہے ——!"

شکیل پٹپٹا ہی تو گیا —— وہ کیا کہنا چاہتا تھا اور مس زیبا کیا سمجھ بیٹھی تھی —— اُس نے چائے کا آخری گھونٹ حلق سے اُتارا اور کپ ٹرے میں رکھتے ہوئے کہا:

"تم یہ کیا کہہ رہی ہو زیبا! تم مجھے کیا سمجھ بیٹھی ہو —— تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں کوئی سفر کرنے یہاں نہیں آیا —— نہ سیدھی لائن پر، نہ اُلٹی لائن پر —— کیا تم بھول گئی ہو کہ مجھے یہاں لانے سے تمہارا مقصد کیا ہے؟"

"نہیں شکیل صاحب!" مس زیبا نے اپنا کپ خالی رکھتے ہوئے کہا "مجھے یاد ہے —— سب کچھ یاد ہے —— مجھ جیسی عورتیں کوئی بات نہیں بھولا کرتیں —— کوئی بات نہیں بھول سکتیں — آیئے!"

یہ کہہ کر مس زیبا نے شکیل کا ہاتھ تھام لیا —— دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مس زیبا شکیل کو ساتھ لیے اُس دیوار کی طرف بڑھی جو طاہرہ اور اس کے کمرے کے درمیان حائل تھی ——!

اس دیوار میں ذرا اُونچائی پہ ایک بڑی سی تصویر لگی تھی —— مس زیبا نے سٹول اٹھا کر دیوار کے ساتھ رکھا اور پھر سٹول پہ پاؤں رکھ کر وہ تصویر اتار کر شکیل کو پکڑا دی —— شکیل نے وہ تصویر

مس زیبا کے ہاتھ سے لے کر دیوار کے ساتھ ایک طرف رکھ دی اور پھر اُس جگہ کی طرف دیکھا جہاں سے تصویر ہٹائی گئی تھی ـــــ اب وہاں ایک روشندان نظر آرہا تھا ـــــ مس زیبا نے کہا:

" ایک کرسی لے آئیے اور یہاں آکر کھڑے ہو جائیے شکیل صاحب یہاں سے آپ کو مس طاہرہ کا ڈرامہ پوری تفصیل سے نظر آئے گا ـــــ ایک ایک منظر ـــــ ایک ایک حرکت ـــــ ایک ایک زاویہ آپ واضح طور پر دیکھیں گے ـــــ ایک ایک لفظ آپ کے کانوں تک پہنچے گا ـــــ!"

شکیل نے ایک کرسی دیوار سے لگا دی اور اس پر پاؤں رکھ کر مس زیبا کے قریب کھڑا ہو گیا ـــــ تاکہ وہ ڈرامہ دیکھ سکے جو مس زیبا اُسے دکھانا چاہتی تھی ـــــ!

باب ۲۷
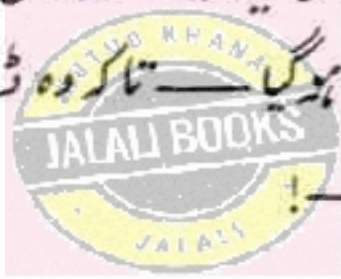
طاہرہ سنگار میز کے سامنے سٹول پہ بیٹھی جیسے اپنے آپ سے اپنے عکس سے ــــ محوِ گفتگو تھی۔ کمرے کا دروازہ کھُلا اور آغا صاحب اندر آ گئے ــــ سٹول پہ بیٹھے ہوئے ہی طاہرہ نے مُڑ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ آغا صاحب دروازے کا پردہ تھام کر چند لمحے یوُں کھڑے رہے جیسے اپنا سانس درست کر رہے ہوں ــــ یا جیسے کوئی شکاری اپنے شکار پہ جھپٹنے سے پہلے اپنی تمام قوتوں کو مجتمع کر رہا ہو ــــ پھر اُنھوں نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا:

"مس طاہرہ! ہم آ گئے ہیں ــــ اپنے وعدے کے مطابق ہم آ گئے ہیں ــــ اُمید ہے تمھیں بھی اپنا وعدہ یاد ہو گا۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ تم اب بلا پس وپیش اپنا وعدہ پوُرا کر ڈالو!"

طاہرہ نے آغا صاحب کو دیکھ کر ــــ اُن کی بات سُن کر کوئی گھبراہٹ یا پریشانی ظاہر نہیں کی ــــ اُس نے سٹول کو ذرا سا گھمایا اور آغا صاحب کی طرف رُخ کر کے بیٹھ گئی ــــ پھر اُس نے نہایت اطمینان سے اور انتہائی پُرسکون لہجے میں کہا:

"آغا صاحب! آپ کا مطالبہ زائدالمیعاد ہو چکا ہے۔"

"کیا مطلب ؟" آغا صاحب نے چونک کر پوچھا

"زائد المیعاد کوئی ایسا لفظ تو نہیں آغا صاحب! جس کا مطلب آپ نہ سمجھتے ہوں" طاہرہ نے کہا "آپ کی اپنی بیمہ کمپنی میں بھی کئی کلیم کئی دعوے ـــــ کئی مطالبے ـــــ زائد المیعاد ہو جاتے ہوں گے ـــــ یہ تو آپ کے لیے ایک معروف اور انتہائی مانوس کاروباری اصطلاح ہے!"

"ہم یہاں معروف اور غیر معروف ـــــ مانوس اور غیر مانوس ـــــ کاروباری اصطلاحوں کی بات کرنے نہیں آئے ہیں طاہرہ!" آغا صاحب بولے "جس طرح ہم نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا ـــــ اسی طرح تمہیں بھی اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے!"

"آغا صاحب!" طاہرہ نے کہا "میرا وعدہ پورا ہونے کا وقت کبھی کا گزر چکا ہے ـــــ آپ کے یہاں سے رخصت ہونے کے ساتھ اس وعدے کی میعاد کا آخری لمحہ بھی رخصت ہو گیا تھا ـــــ اب وہ لمحہ ہماری اور آپ کی دسترس سے بہت دور جا چکا ہے ـــــ آپ واپس آ گئے ہیں، لیکن آپ کے ساتھ گزرا ہوا وقت ـــــ گزرا ہوا لمحہ ـــــ واپس نہیں آ سکتا ـــــ اسے تو دنیا کی کوئی طاقت بھی واپس نہیں لا سکتی ـــــ بہتر یہی ہے کہ آپ جن قدموں کے ساتھ یہاں آئے ہیں، انہی قدموں واپس چلے جائیں!"

"ہُوں!" آغا صاحب بولے "تو بات آخر وہی نکلی جو ہم نے،

صبح کبھی نہ ہوتی — تمہارا وعدہ محض ایک فریب تھا — ایک ڈھونگ — ایک مکر — تم مکارثابت ہوئی ہو — بڑے درجے کی مکار —!"

یہ سن کر طاہرہ سٹول سے اٹھ کھڑی ہوئی — اپنے دونوں ہاتھ اُس نے کولھوں پر رکھ لیے — اور پھر ایک شانِ خود اعتمادی کے ساتھ کہنے لگی:

"ہاں! میں مکار ہوں — بڑے درجے کی مکار ہوں — لیکن مکر کا یہ فن مجھے آپ جیسے ہوس پرستوں نے ہی سکھایا ہے — ہرن اسی وقت بھاگنا دوڑنا سیکھتا ہے جب شیر اس پر حملہ کرتا ہے — چڑیاں اُس وقت جھاڑیوں میں چھپنا سیکھتی ہیں جب عقاب اُن پر جھپٹتا ہے — عورت اُس وقت مکر کا ہتھیار اُٹھاتی ہے جب آپ جیسے مردوں کی حیوانیت اس کی نسوانیت پر حملہ آور ہوتی ہے — میں نے اگر آپ کی ہوس کا راز مکاریوں کا جواب مکر سے دیا ہے تو اس پر برہمی کیوں! یہ مکاری — یہ چالاکی — آپ ہی کی دین ہے آغا صاحب! یہ آپ ہی کے دیئے ہوئے ہتھیار ہیں جن سے میں اپنی حفاظت کر رہی ہوں —!"

آغا صاحب طاہرہ کے اس جارحانہ اندازِ گفتگو سے چونکے تو سہی لیکن مرعوب نہیں ہوئے۔ اُنھوں نے کہا:

"طاہرہ! تم اپنی شامت کو دعوت دے رہی ہو — اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ تم مکاری سے کام لے کر یہاں سے بچ نکلو گی — تو یہ

تمھاری بھول ہے ـــــ ہم نے تمھیں پہلے بھی کہا تھا کہ یہ جعفری صاحب کی نہیں، خاں صاحب کی کوٹھی ہے ـــــ یہاں تمھارے ہر جوڑ کا توڑ اور ہر مکر کا علاج موجود ہے ـــــ ہم اگر زبردستی نہیں کرنا چاہتے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم زبردستی نہیں کریں گے ـــــ ہم نے تو یہ سمجھا تھا کہ تم ہماری شرافت کی قدر کرو گی ـــــ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تم نے مردوں کی شرافت کی قدر کرنا سیکھا ہی نہیں ـــــ تم کسی اور ہی مٹی کی بنی ہو ـــــ!"

"ہاں!" طاہرہ نے اس خود اعتمادی سے کہا "ہاں آغا صاحب! میں کسی اور ہی مٹی کی بنی ہوئی ہوں ـــــ یہ مٹی وہ ہے جو مردوں کی ظاہری شرافت کے نیچے پوشیدہ خباثت کا پتا چلا لیتی ہے ـــــ یہ مٹی وہ ہے جس میں آپ جیسے بوس کھٹل اپنی غلاظت ملا دینے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ـــــ!"

آغا صاحب طاہرہ کی اس بات کا فوراً جواب دینے کی بجائے کچھ سوچنے لگے ـــــ شاید یہ کہ طاہرہ سے کس رخ پہ بات کی جائے کہ اس کا انکار، اقرار میں تبدیل ہو جائے ـــــ کون سا راستہ اختیار کیا جائے کہ منزل تک پہنچنے میں کسی دشواری ـــــ کسی زحمت ـــــ کا سامنا کرنا پڑے ـــــ انھوں نے بڑے نرم لہجے میں کہا:

"طاہرہ! تمھیں خود معلوم ہے کہ ہم نے تمھارے ساتھ انتہائی شرافت اور نرمی کا برتاؤ کیا ہے ـــــ ہم نے محض تمھارے وعدے

پر اعتبار کرتے ہوئے تمہارے ہاتھ پیر آزاد کر دیئے تھے ۔۔۔۔ اب تم اپنا وعدہ پورا کرنے سے صاف انکار کر رہی ہو ۔۔۔۔ کیا اس کا انجام جانتی ہو؟"

"ہاں!" طاہرہ نے جواب دیا۔

"اور انجام جانتے ہوئے بھی انکار کر رہی ہو!" آغا صاحب بولے

"ہاں!" طاہرہ نے پھر کہا

آغا صاحب نے کچھ اور بھی نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا:

"طاہرہ! ہم سختی کرنا جانتے بھی ہیں اور کر بھی سکتے ہیں ۔۔۔۔ لیکن ہم تمہارے ساتھ سختی کرنا نہیں چاہتے ۔۔۔۔ اس لیے اور صرف اس لیے کہ تم ہمارے بچے کو پڑھاتی ہو اور ہمارا بچہ تم سے بہت مانوس ہے ۔۔۔۔ لیکن اگر تمہارا رویہ یہی رہا تو ہم سختی پر مجبور ہو جائیں گے۔"

اور طاہرہ نے جواب میں ویسا ہی نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا:

"آغا صاحب! میں خدا کے فضل سے آپ ایسے مردوں کو ان کے اپنے ہتھیاروں سے شکست دینا جانتی ہوں اور دے سکتی ہوں ۔۔۔۔ لیکن میں نہیں چاہتی کہ میرے ہاتھ سے آپ کو کوئی گزند پہنچے ۔۔۔۔ اس لیے اور صرف اس لیے کہ میں آپ کے بچے کو پڑھاتی ہوں اور آپ کا بچہ مجھ سے بہت مانوس ہے ۔۔۔۔ یہ بات نہ ہوتی تو آپ کا حشر بھی جعفری صاحب کی طرح ہی، تو اُن

سے منسلک بھی نہ ہوتا —— لیکن اگر آپ کے حواس پہ ہوس کا بھوت یونہی سوار رہا تو مجھے سب باتوں کو نظر انداز کر کے اپنی —— اور اپنی آبرو کی —— حفاظت کے لیے کچھ کرنا پڑے گا ——!"

"تم یہاں کچھ بھی نہیں کر سکتیں طاہرہ!" آغا صاحب نے کہا "یہاں کچھ کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ ہاتھ پیروں کے آزاد ہونے کے باوجود تم اپنا کوئی داؤ یہاں نہیں آزما سکو گی —— کیونکہ یہ جعفری صاحب کی نہیں، خان صاحب کی کوٹھی ہے —— جہاں تمہارے ہر داؤ کو بیکار کرنے کا سامان موجود ہے —— یہاں تم سے پہلے کتنی ہی لڑکیاں آ چکی ہیں —— یہ در و دیوار تم ایسی کتنی ہی لڑکیوں کے پندار کو خاک میں ملتا دیکھ چکے ہیں —— بہتر یہی ہے کہ تم اب خاموشی سے سر تسلیم خم کر دو —— یہ کل تمہیں خان صاحب نے بھی بتا دیا تھا —— میں بھی بتا چکا ہوں —— یقیناً اسے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے کہ تمہارا انکار —— اور پھر انکار پر اصرار —— تمہارے خوفناک انجام کا نقطۂ آغاز ثابت ہو گا ——!"

طاہرہ نے ابھی جواب میں کچھ نہیں کہا تھا کہ کمرے کا دروازہ پھر کھلا —— طاہرہ اور آغا صاحب دونوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا —— آندھی کی طرح مس زیبا اندر داخل ہوئی اور آغا صاحب کے سامنے آ کر بادل کی طرح گرجتے ہوئے لہجے میں کہنے لگی:

"آغا صاحب! کیا آپ بھی کچھ کرنے یہاں آئے تھے؟"

"اوہ مس زیبا!" آغا صاحب طنز بھرے لہجے میں کہنے لگے:

"تمھیں فرصت مل گئی ہمارے پاس آنے کی! کون ہے وہ خوش نصیب جس کی خاطر تم ہمیں انتظار کرتا چھوڑ کر چلی گئیں!"

"میرا ایک مہمان!" مس زیبا نے کہا۔

"تم آ جاتیں تو ہم اپنی دشواریوں کا کوئی حل سوچنے بیٹھتے!"

"کیا ابھی کوئی دشواری باقی ہے!" مس زیبا نے حیران ہو کر کہا "یہاں آ کر تو آپ کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہ جاتی —— لیکن آپ تو حماقتوں پر حماقتیں کیے جا رہے ہیں —— کل ساری رات آپ نے ان حماقتوں کی نذر کر دی —— آج پھر انھی حماقتوں کا اعادہ کر رہے ہیں —— میں کہتی ہوں کہ اگر آپ کو یہی کچھ کرنا تھا تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی —— یہ ساری تگ و دو کرنا کیا ضروری تھا ——!"

"تم غلط سمجھ رہی ہو مس زیبا!" آغا صاحب نے کہا

"نہیں آغا صاحب!" مس زیبا کہنے لگی "میں غلط نہیں، ٹھیک سمجھ رہی ہوں —— آپ ایک بیمہ کمپنی کے ڈائرکٹر ہیں —— دوسروں کے خطرات کا بیمہ کرنے والے خود کبھی خطرات مول نہیں لیتے —— آپ میں وہ ہمت —— وہ حوصلہ نہیں ہے جو ایک مہم جو اور خطر آزما انسان میں ہونا چاہیے —— آپ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنے کے عادی ہو چکے ہیں ——!"

"یہ تو احتیاط کا تقاضا ہے مس زیبا!" آغا صاحب بولے "خطرات سے دامن بچانا کوئی برائی تو نہیں ــــ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا ہی دانش مندی ہے ــــ!"

"تو پھر آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا!" مس زیبا نے کہا "چوڑیاں پہن لیجیے اور گھر بیٹھ جائیے!"

مس زیبا کے اس طنز سے آغا صاحب تلملا اُٹھے اور اسے جھڑک کر بولے:

"مس زیبا!"

لیکن مس زیبا جیسے اُن کی جھڑکی سے قطعاً متاثر نہیں ہوئی ــــ وہ کہنے لگی:

"مجھ پر غصہ آنے کی بجائے آپ کو مس طاہرہ پر غصہ آنا چاہیے تھا آغا صاحب! جس کے ہاتھوں میں آپ کل شام سے کھلونا بنے ہوئے ہیں ــــ میں آپ کی جگہ ہوتی تو اس بوتل کا کاگ کبھی کا اُڑ چکا ہوتا ــــ کل ہی اُڑ چکا ہوتا ــــ!"

"بوتل!" آغا صاحب جیسے چونک کر بولے "خوب یاد آیا! مجھے رحیم بخش نے بتایا تھا ــــ بلیک اینڈ وائٹ کی بوتل وہ سامنے الماری میں رکھی ہے ــــ نکالو ذرا! ہم اُس کا کاگ اُڑاتے ہیں!"

"اُس بوتل کی بجائے اس بوتل کا فکر کیجیے آغا صاحب!" مس زیبا

نے طاہرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہم اس بوتل کا کاگ بھی کھول لیں گے مس زیبا!" آغا صاحب نے کہا" اب تم آ گئی ہو تو یقیناً کھول لیں گے ــــ لیکن وہ بوتل نکال لاؤ پہلے ــــ اس بوتل کے بعد ہی اس بوتل کی باری آئے گی ــــ!"

مس زیبا چند لمحے کچھ سوچتی رہی ــــ پھر خاموشی سے الماری کی طرف بڑھی اور وہاں سے بلیک اینڈ وائٹ کی بوتل نکال لائی اور آغا صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا :

"لیجیے!"

"کھلوا سے!" آغا صاحب نے کہا

مس زیبا نے ایک مشتاق بار میڈ کے انداز میں اپنے دانتوں کے ذریعے بوتل کا کاگ کھولا اور پھر بوتل آغا صاحب کی طرف بڑھا دی۔

"لیجیے!"

"تم اپنے ان حسین ہاتھوں سے جام بھر کر دو مس زیبا!" آغا صاحب نے کہا

"نہیں آغا صاحب! لیجیے اور خود پیجیے!"

"مس طاہرہ نے توکل اپنے ہاتھ سے ہمیں بلیک اینڈ وائٹ کے کئی جام پلائے تھے!" آغا صاحب نے کہا۔

"میں جانتی ہوں آغا صاحب!" مس زیبا نے کہا" اور اس کے بعد آپ کے پاؤں دابتے ہوئے آپ کو یوں سلا دیا تھا جیسے مائیں بچوں کو تھپک تھپک کر سلا دیتی ہیں!"

"تمہیں سب کچھ پتا ہے!" آغا صاحب حیرانی سے کہنے لگے۔

"ہاں آغا صاحب!" مس زیبا نے جواب دیا" اس کمرے میں کل شام سے ہونے والی ایک ایک حرکت ـــــ ایک ایک بات کا پتا ہے ـــــ میں حیران ہوں کہ آپ کو ہو کیا گیا ہے کہ آپ دھوکے پر دھوکا کھاتے چلے جا رہے ہیں ـــــ حماقت پر حماقت کیے جا رہے ہیں ـــــ لیجیے یہ بوتل تھام لیجیے! اس سے فارغ ہو لیجیے ـــــ اتنی دیر میں میں آپ کے لیے اُس دوسری بوتل کا انتظام کرتی ہوں ـــــ میں جانتی ہوں کہ میری امداد کے بغیر آپ اس کا کاگ نہیں کھول سکیں گے ـــــ!"

"اس دوسری بوتل" کہتے ہوئے مس زیبا نے پھر طاہرہ کی طرف اشارہ کیا ـــــ پھر وہ بلیک اینڈ وائٹ کی بوتل آغا صاحب کو تھما کر طاہرہ کی طرف بڑھی اور اس کے قریب آ کر کہنے لگی:

"مس طاہرہ! میں تمہیں سوچنے اور فیصلہ کرنے کے لیے پانچ منٹ دیتی ہوں:"

طاہرہ اپنے کولھوں پہ ہاتھ رکھے ـــــ اسی شانِ خود اعتمادی کے ساتھ کھڑی ـــــ مس زیبا اور آغا صاحب کی یہ باتیں سنتی رہی تھی ـــــ مس زیبا اس کی طرف آئی تو اُس نے کوئی گھبراہٹ ظاہر نہیں کی ـــــ لیکن مس زیبا کا فرمان سن کر اُس نے قدرے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا:

"مس زیبا! کیا ہماری دوستی کی میعاد ختم ہو چکی ہے ؟"

طاہرہ کی اس بات پر مس زیبا نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"کیوں ؟"

"ابھی کل ہی کی بات ہے" طاہرہ نے کہا "تم نے جعفری صاحب، مس روزی اور خود آغا صاحب کے سامنے مجھ سے دوستی کا اقرار کیا تھا —— پھر تم مجھے یوں مخاطب کیوں کر رہی ہو جیسے کوئی اپنے دشمن کو الٹی میٹم دیتا ہے —— !"

"میں تمہیں کوئی الٹی میٹم نہیں دے رہی مس طاہرہ!" مس زیبا نے کہا "میں تمہیں کوئی الٹی میٹم نہیں دینا چاہتی —— میرے دل میں صرف تمہاری بھلائی اور خیر خواہی کا جذبہ ہے —— اور تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم پانچ منٹ کے اندر اندر اس پلنگ پر لیٹ جاؤ —— اتنی دیر میں آغا صاحب بلیک اینڈ وائٹ کی بوتل سے فارغ ہو جائیں گے —— !"

مس زیبا کی یہ بات سن کر طاہرہ نے چند لمحے کچھ سوچا —— پھر آہستہ سے کہا:

"میں اس کے لیے تیار ہوں مس زیبا !"

حیرت سے مس زیبا کا منہ کھل گیا —— اس نے طاہرہ کی طرف دیکھا کہ کہیں وہ مذاق یا طنز تو نہیں کر رہی تھی —— لیکن وہ

سنجیدہ تھی ـــــ بالکل سنجیدہ ـــــ اس نے پھر کہا:

"میں اس پلنگ پر لیٹنے کے لیے تیار ہوں مس زیبا! لیکن میری ایک شرط ہے۔"

"کیا؟" مس زیبا نے پوچھا

"تمہیں بھی ساتھ لیٹنا ہو گا!" طاہرہ نے جواب دیا

"کیا مطلب؟" مس زیبا کی حیرت کچھ اور بڑھ گئی

"تمہیں بھی اس پلنگ پر لیٹنا ہو گا!" طاہرہ نے دوبارہ کہا

طاہرہ کے یہ الفاظ سن کر آغا صاحب کی آنکھیں چمک اٹھیں ـــــ وہ بلیک اینڈ وائٹ کی بوتل لہراتے ہوئے کہنے لگے:

"یہ تو بڑی لاجواب تجویز ہے مس زیبا! قسم خدا کی! پیرس کی نائٹ کلبوں کا لطف آ جائے گا یہیں!"

"آپ نہیں سمجھتے آغا صاحب!" مس زیبا نے کہا ـــــ "یہ اس کی کوئی چال ہے۔"

پھر وہ دوبارہ طاہرہ سے مخاطب ہوئی:

"مس طاہرہ! تم میرے ساتھ کوئی چال نہیں چل سکتیں ـــــ میں تمہارے جال میں پھنسنے والی نہیں ہوں ـــــ اس پلنگ پر تم لیٹو گی ـــــ تم اور صرف تم ـــــ میں یہاں اس پلنگ پر لیٹنے نہیں، تمہیں اس پلنگ پر لٹانے آئی ہوں ـــــ!"

"میں تمہارے ساتھ کوئی چال نہیں چلنا چاہتی مس زیبا!" طاہرہ

نے کہا "میری شرط تو بالکل سیدھی ——— صاف ——— اور واضح ہے ——— آؤ! ہم دونوں اس پلنگ پر لیٹتے ہیں!"

یہ کہہ کر طاہرہ نے آگے بڑھ کر ——— ہاتھ تھامتے ہوئے اپنی طرف کھینچا۔ لیکن مس زیبا نے اپنا ہاتھ چھڑا کر اُسے ذرا سا دھکا دیا جس سے طاہرہ پلنگ پر جا گری ——— لیکن وہ ایک دم وہاں سے اُٹھ کھڑی ہوئی ——— پھر کچھ سوچتے ہوئے پلنگ کی پٹی پر بیٹھ گئی اور کہا:

"آ جاؤ مس زیبا! ہم دونوں یہاں لیٹتے ہیں!"

مس زیبا کچھ جواب دینے کی بجائے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی پلنگ کے سرہانے کی طرف دیوار کے قریب آئی اور دیوار میں نصب سُرخ بٹن پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی:

"میں تمھیں آخری موقع دیتی ہوں مس طاہرہ! سیدھی طرح اور چُپ چاپ اس پلنگ پر لیٹ جاؤ ——— ورنہ میں یہ بٹن دبا دونگی ——!"

"تم بھی ساتھ لیٹو مس زیبا!" طاہرہ نے کہا "میری یہی شرط ہے!"

مس زیبا نے کچھ جواب دینے کی بجائے وہ سُرخ بٹن دبا دیا ——— غراہٹ کی ایک خوفناک آواز سنائی دی ——— اس کے ساتھ ہی دروازہ کھُلا اور خان صاحب کا بل ڈاگ ——— ٹائیگر ——— غراتا ہُوا کمرے میں داخل ہُوا ——— کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے پلنگ کی طرف دیکھا جس کی پٹی پر طاہرہ بیٹھی تھی ——— طاہرہ نے ٹائیگر کی

طرف دیکھا اور اس کے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی ـــــ وہ اس وقت سچ مچ ایک ٹائیگر معلوم ہو رہا تھا ـــــ بالکل ایک شیر کی طرح خوفناک ـــــ لیکن وہ بظاہر بڑے اطمینان سے پلنگ کی پٹی پر ہی بیٹھی رہی ـــــ! ـــــ ٹائیگر نے پلنگ کی طرف دیکھا ـــــ اور پھر ایک جست لگائی ـــــ دوسرے ہی لمحے کمرے کی فضا میں ایک خوفناک چیخ گونج گئی ـــــ لیکن یہ چیخ طاہرہ کی نہیں، زیبا کی تھی ـــــ طاہرہ بجلی کی سی سرعت سے اٹھ کر مس زیبا کی طرف بڑھی تھی اور اس نے مس زیبا کو دھکا دے کر پلنگ پر گرا دیا تھا ـــــ اور ٹائیگر نے اپنے تیز دانتوں اور نوکیلے پنجوں سے اُسے ہی جھنجھوڑ ڈالا تھا ـــــ!

مس زیبا کی چیخ سُن کر آنا صاحب کے ہاتھ سے بلیک اینڈ وائٹ کی بوتل گر گئی ـــــ انھوں نے حیرت اور خوف سے پلنگ کی طرف دیکھا ـــــ مس زیبا نیچے تھی اور ٹائیگر اُس کے لباس کے ہی نہیں، اُس کے جسم کے بھی پرخچے اڑانے کی کوشش کر رہا تھا ـــــ!

مس زیبا کی چیخوں نے آنا صاحب کو سراسیمہ کر دیا ـــــ وہ اپنے آپ میں اتنی ہمت نہیں پا رہے تھے کہ آگے بڑھ کر مس زیبا کو ٹائیگر کے پنجے سے چھڑا سکیں ـــــ وہ چھڑانے کی کوشش کرتے تو ٹائیگر مس زیبا کو چھوڑ کر انھیں لپٹ جاتا ـــــ اور ایک بیمہ کمپنی کا ڈائرکٹر جو دوسروں کے خطرات کا بیمہ کرتا ہے ـــــ خود اتنا بڑا خطرہ کیسے مول لے سکتا ہے ـــــ انھوں نے دھڑا دھڑ دروازہ پیٹنا شروع کر دیا ـــــ تاکہ

کسی کو مدد کے لیے بُلا سکیں —!

طاہرہ مس زیبا کو پلنگ پر دھکیل کر خود ایک کونے میں جا کھڑی ہوئی تھی — اُس کا خیال تھا کہ آغا صاحب مس زیبا کی مدد کرنے کی کوشش کریں گے — اُسے ٹائیگر کے پنجے سے نجات دلائیں گے — آخر وہ اُنھی کی مدد کے لیے اس کمرے میں آئی تھی — اُنھی کی مشکل آسان کرنے کے لیے اُس نے ٹائیگر کو بُلانے کے لیے سُرخ بٹن دبایا تھا — لیکن آغا صاحب زیبا کی امداد کرنے کی بجائے دروازہ پیٹ رہے تھے — دھڑا دھڑ دروازہ پیٹ رہے تھے —!

آغا صاحب تو دھڑا دھڑ دروازہ پیٹ رہے تھے — اور کمرے میں مس زیبا کی خوفناک چیخیں گونج رہی تھیں — اتنی خوفناک کہ دروازہ پیٹنے کی آواز ان چیخوں کے شور میں محض ایک خفیف سی دستک محسوس ہو رہی تھی — یہ چیخیں طاہرہ کے اپنے دل کو ہلائے جا رہی تھیں —!

ہر چند کہ وہ بجا طور پر یہ سمجھتی تھی کہ مس زیبا کا ٹائیگر کے ہاتھوں کیفرِ کردار کو پہنچ جانا ہی اس کے اپنے حق میں سب سے اچھا ہے — لیکن اس کی چیخیں ایسی نہ تھیں کہ محض اس کے سر پر سے گزر جاتیں — وہ محض ان خوفناک چیخوں کو ہی نہیں سُن رہی تھی — وہ اپنی آنکھوں سے اُس خوفناک جنگ کو بھی دیکھ رہی تھی جو پلنگ پر مس زیبا اور ٹائیگر

کے درمیان ہو رہی تھی ـــــ وہ جنگ جس میں ٹائیگر ـــــ ایک کتا ـــــ مس زیبا ـــــ ایک انسان پر بہر رنگ، بھاری تھا ـــــ وہ جنگ جس میں ایک حیوان ایک انسان پر حاوی ہو گیا تھا ـــــ یہ وہ اکھاڑا تھا جو طاہرہ کے لیے تیار ہوا تھا ـــــ لیکن طاہرہ کی بجائے خود مس زیبا ہی اس اکھاڑے میں اُتر گئی تھی ـــــ یا اتار دی گئی تھی ـــــ!

طاہرہ کو مس زیبا کی ہر چیخ اپنے دل کو چیرتی ہوئی محسوس ہوتی تھی ـــــ ہر چند کہ وہ جانتی تھی کہ مس زیبا نے اُسے زیر کرنے کے لیے ہی یہ سب کچھ کیا تھا ـــــ لیکن اس حالت میں جبکہ وہ اپنے دام میں آپ ہی آگئی تھی ـــــ اس حالت میں جبکہ وہ خود ہی زیر ہو گئی تھی اور ٹائیگر کے ہاتھوں اُس کی حالت زیر و زبر ہو رہی تھی ـــــ طاہرہ کا دل ایسا نہ تھا کہ اُس کی اس حالت سے متاثر نہ ہوتا ـــــ وہ لاکھ اس کی دشمن سہی ـــــ وہ اُسی کی طرح ایک عورت تھی ـــ طاہرہ نے محسوس کیا کہ مس زیبا کی تمام دشمنی، دھوکہ دہی، عیاری اور مکاری کے باوصف اس مصیبت کے وقت اس کی امداد کرنا عین فرض ہے ـــــ کچھ بھی سہی، وہ میری ہم جنس ہے ـــــ اور اگر دشمن ہی تصور کیا جائے تو بھی مصیبت کے وقت اس کی مدد کرنا ہی انسانیت کا تقاضا ہے گرے ہوئے دشمن پر رحم کھانا ہی اصل بہادری ہے ـــــ!

یہ سوچتی ہوئی وہ آگے بڑھی اور اس نے لپک کر ٹائیگر کی پچھلی

ٹانگ پکڑ لیتے ہوئے اُسے پلنگ پر گھسیٹ لیا ــــ ٹائیگر کو پلنگ پر سے گھسیٹنے کے بعد اُس نے اس کی ٹانگ کو دونوں ہاتھوں کے ساتھ خوب مضبوطی سے پکڑا اور پھر اپنے گرد یوں گھمانا شروع کیا جیسے آموں کے باغ سے طوطے اڑانے کے لیے مالی گوپیے میں غلیلہ رکھ کر گوپیے کو گھماتے ہیں ــــ ٹائیگر اس حالت میں بھونکتا ــــ غرّاتا ــــ اور اپنی ٹانگ چھڑانے کی کوشش کرتا رہا ــــ پھر طاہرہ نے ٹائیگر کو اس طرح گھمانے کی رفتار اور تیز کر دی ــــ اور کچھ دیر بعد اس نے ٹائیگر کو پوری قوت سے کمرے کی دروازے والی دیوار کے ساتھ دے مارا ــــ!

ٹائیگر کی ایک چیخ کمرے میں گونج گئی!

ٹائیگر کی بجائے کوئی اور کتا ہوتا تو اس کی یہ چیخ ــــ اس کی زندگی کی آخری چیخ ــــ ثابت ہوتی۔ لیکن ٹائیگر ایک غیر معمولی کتا ہی نہیں تھا ــــ غیر معمولی طور پر سخت جان بھی تھا ــــ ایسی ضرب اُس کے لیے جان لیوا ثابت نہیں ہو سکتی تھی ــــ دیوار سے ٹکرا کر وہ کمرے کے فرش پر گرا اور دوسرے ہی لمحے اپنے سر کو جھٹکا دیتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا ــــ اٹھتے ہی اس نے اپنے گرد وپیش دیکھا تاکہ معلوم کر سکے کہ کس نے اس کے ساتھ ایسی حرکت کی ہے ــــ اس کا یہ الو کتا دشمن کون ہے جسے ایسی حرکت کرنے کی جسارت ہوئی ہے ــــ وہ کہاں ہے!

اسی لمحے کمرے میں ایک اور نسوانی چیخ گونج گئی ـــــ لیکن یہ چیخ بھی طاہرہ کی نہیں، مس زیبا کی تھی ـــــ ٹائیگر کے پلنگ سے ہٹتے ہی مس زیبا نے اٹھنے کی کوشش کی تھی ـــــ اس کا لباس تار تار تھا اور بدن لہو لہان ـــــ لڑکھڑاتے قدموں اور چکراتے سر کے ساتھ اس نے پلنگ سے اٹھ کر سنگار میز کے قد آدم آئینے کا سہارا لیا تھا۔ لیکن اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکی تھی اور لڑکھڑاتی ہوئی فرش پر آگری تھی ـــــ اُس کے گرنے کے ساتھ ہی سنگار میز اُس پر آ پڑا تھا ـــــ ایک چھناکے کے ساتھ سنگار میز کا قد آدم آئینہ ٹوٹ گیا تھا ـــــ اور اس کے ساتھ ہی مس زیبا کی چیخ کمرے میں گونج گئی تھی ـــــ!

لیکن کمرے میں کون تھا جو اس چیخ کی طرف متوجہ ہوتا ـــــ مس زیبا اور اس کی حالت پر دھیان کرنے کی فرصت ہی کسے تھی ـــــ آغا صاحب پاگلوں کی طرح دروازہ پیٹے جا رہے تھے ـــــ اور طاہرہ! اُس کا دھیان ٹائیگر کی طرف تھا ـــــ اور ٹائیگر! وہ طاہرہ پر اب حملہ کرنا ہی چاہتا تھا ـــــ اس نے اپنے دشمن کو دیکھ لیا تھا ـــــ اور شاید یہ اندازہ بھی کر لیا تھا کہ اس کا دشمن ایک غیر معمولی دشمن ہے ـــــ غیر معمولی طور پر چالاک ـــــ!

طاہرہ نے اپنے ارد گرد دیکھا اور لپک کر پلنگ پر پڑی ہوئی چادر کھینچ لی اور جب ٹائیگر اُس کی طرف جھپٹا تو اس نے وہ چادر

ٹائیگر پر اس طرح پھینکی کہ وہ اس میں اُلجھ کر رہ گیا ——— لیکن ٹائیگر
ایسا گتا نہ تھا کہ محض ایک چادر میں اُلجھ کر رہ جاتا ——— اس چادر کو
تار تار کرنے کے لیے اُسے چند ہی لمحے کافی تھے ——— لیکن یہی چند
لمحے ایسے تھے جن کی طاہرہ کو ضرورت تھی ——— اس نے بجلی کی سی
تیزی سے ایک جست لگائی اور ٹائیگر کی گردن اپنے دونوں ہاتھوں
سے دبوچ لی ——— ٹائیگر نے غراتے ہوئے گردن پھیر کر طاہرہ کے
بازو پر کاٹنے کی کوشش کی ——— لیکن طاہرہ کے ہاتھوں کی گرفت
ایک دم سخت ہو گئی ——— ہر ثانیے کے ساتھ سخت سے سخت تر
ہوتی گئی ——— ان ہاتھوں میں اب فولاد کی سی سختی اور پھانسی کے
پھندے کی سی گرفت پیدا ہو چکی تھی ——— ٹائیگر کی غراہٹ فضا کی
ہچکی بن کر اُس کے گلے میں اٹک چکی تھی ——— وہ تڑپ تڑپ کر پھڑکا
——— پھڑک پھڑک کر تڑپا ——— پھر اُس کا وجود طاہرہ کے ہاتھوں میں
یوں لٹکنے لگا جیسے کسی درخت کی ٹوٹی ہوئی شاخ ——— !

پھر طاہرہ نے ٹائیگر ——— اس ٹوٹی ہوئی شاخ ——— کو دروازے
کی طرف پھینک دیا۔ جہاں آغا صاحب خوف اور حیرت کے ملے جلے
جذبات سے طاہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے گھبراہٹ کے عالم میں دروازہ
پیٹے جا رہے تھے ——— آغا صاحب طاہرہ کی اس حرکت کو دیکھ کر
ایک چیخ سی مارتے ہوئے ایک طرف ہٹ گئے ——— رضوی صاحب
نے اندر داخل ہوتے ہی کہا:

"کیا قیامت آ گئی ہے آغا صاحب!"

لیکن ان کے الفاظ ابھی منہ سے ادا ہی ہوئے تھے کہ ٹائیگر کا بے حس و حرکت جسم اُن کے قدموں میں آ کر گرا ۔۔۔۔ وہ چونک سے گئے ۔۔۔۔ فوراً جھک کر اُسے ہاتھ لگایا ۔۔۔۔ ہاتھ لگاتے ہی انھیں حقیقت کا احساس ہو گیا ۔۔۔۔ اور حقیقت کا احساس ہوتے ہی جیسے اُن کی آنکھوں میں خون اُتر آیا ۔۔۔۔ غصّے سے اُن کی مٹھیاں بھنچ گئیں انھوں نے طاہرہ کی طرف غیظ و غضب کے عالم میں دیکھا ۔۔۔۔ وہ بولے:

"حرامزادی! تو نے اسے جان سے مار دیا ہے!"

طاہرہ کا اپنا وجود غصّے اور جذبات کی شدت سے جیسے کسی ساز کے تاروں کی طرح لرز رہا تھا ۔۔۔۔ اس نے جواب دیا:

"ہاں! میں نے اسے جان سے مار دیا ہے ۔۔۔۔ میں ہر اُس کُتّے کو جان سے مار دوں گی جو میری آبرو پہ حملہ کرنے کی کوشش کرے گا ۔۔۔۔!"

"ہم تجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے!" خاں صاحب غصّے سے چیخے اور غصّے سے مٹھیاں بند کیے ہوئے اُس کی طرف بڑھے ۔۔۔۔ لیکن اسی لمحے اُن کی نگاہ مس زیبا پہ پڑی جو لہولہان حالت میں سنگار میز کے نیچے بے ہوش پڑی تھی ۔۔۔۔ وہ حیرانی سے بولے:

"یہ کیا ہے؟ یہاں کیا ہوتا رہا ہے؟"

پھر وہ آغا صاحب کی طرف مڑے اور کہنے لگے:

"یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں آغا صاحب! آپ تین ہونے کے باوجود اس ایک لڑکی کو قابو نہیں کر سکے ـــــ ٹائیگر مر گیا ہے، مس زیبا زخمی ہے ـــــ اور آپ! آپ کے چہرے پر موت کی پرچھائیاں ناچ رہی ہیں ـــــ یہ کیا ہو گیا ہے؟"

آغا صاحب نے کچھ جواب نہیں دیا ـــــ اُن کے منہ سے تو کوئی بات ہی نہیں نکل رہی تھی ـــــ ٹائیگر اور مس زیبا کے انجام نے انہیں اس قدر بدحواس کر دیا تھا ـــــ اُن پر اس قدر دہشت طاری کر دی تھی کہ اگر خان صاحب کمرے میں داخل نہ ہوئے ہوتے تو یقیناً وہ دروازہ کھلتے ہی باہر کی طرف بھاگ جاتے ـــــ!

بابا رحیم بخش دروازے میں آغا صاحب کے قریب کھڑا تھا ـــــ دیوانوں کی طرح آنکھیں پھاڑے وہ کبھی آغا صاحب کی طرف دیکھتا اور کبھی طاہرہ کی طرف ـــــ کبھی اُس کی نگاہیں ٹائیگر کے بے حس و حرکت جسم پر پڑتیں اور کبھی سنگھار میز کے نیچے دبی ہوئی بے ہوش مس زیبا کی طرف اٹھ جاتیں ـــــ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ کیا ہو گیا ہے ـــــ اب سے پہلے ایک دو نہیں، سینکڑوں لڑکیاں اس کمرے میں آ چکی تھیں ـــــ ان سینکڑوں لڑکیوں میں سے بیسیوں لڑکیوں کے بند دروازوں کو ٹائیگر نے بڑی مہارت اور چابکدستی سے کھول لیا تھا ـــــ ان میں کتنی ہی ـــــ دو چار نہیں درجنوں ـــــ لڑکیاں

ایسی تھیں، جو اپنی آبرو بچانے کے لیے مرنے مارنے کو تیار نہیں ——— ٹائیگر کی ایک ہی غراہٹ کے سامنے انھوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے ——— لیکن ایسا تو آج تک کبھی نہیں ہوا ——— ایک بار بھی نہیں ہوا ——— کہ کسی لڑکی نے ٹائیگر کے وار کو نہ صرف خالی دیا ہو ——— بلکہ اسے بے دست و پا بھی کر دیا ہو ——— اور یہ مس ظاہرہ! اس نے تو ٹائیگر کو محض بے دست و پا ہی نہیں کیا، جان سے ہی مار دیا ہے ——— اب کیا ہوگا؟ خان صاحب کو اپنے ٹائیگر پر ہی سب سے زیادہ مان تھا ——— اب وہ کیا کریں گے؟ ٹائیگر کا نعم البدل کہاں سے حاصل کریں گے؟ یا ٹائیگر کی موت کے ساتھ ہی نرائنشی محل کی رونق اجڑ جائے گی ——— !

"رحیم بخش!"

خان صاحب زور سے چیخے اور رحیم بخش نے اپنے خیالات سے چونک کر خان صاحب کی طرف دیکھا ——— وہ مس زیبا کے قریب کھڑے تھے۔ انھوں نے مس زیبا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"جلدی سے کسی کو بلاؤ رحیم بخش! اسے اٹھاؤ اور ہسپتال لے جانے کا بندوبست کرو!"

"رحیم بخش' اچھا جناب!" کہتے ہوئے باہر کی طرف بھاگا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی دو نوکروں کو ساتھ لیے ہوئے آیا ——— انھوں نے مل کر بے ہوش مس زیبا کو سنگار میز کے نیچے سے نکالا اور باہر کی طرف۔

لے چلیے ـــــ خان صاحب نے تانگے کی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رحیم بخش سے کہا۔

"اسے تم اٹھا لو!"

بابا رحیم بخش نے خاموشی سے جھکتے ہوئے تانگے کے بے حس و حرکت جسم کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا اور باہر کی طرف چل دیا ـــــ پھر خان صاحب جیسے طنز اور حقارت سے آغا صاحب سے کہنے لگے:

"آپ بھی چلیں ـــــ باہر چل کر ذرا دم لے لیں ـــــ تاکہ آپ کے ہوش و حواس ٹھکانے آ جائیں ـــــ!"

خان صاحب کا اشارہ پا کر آغا صاحب نے پہلے طاہرہ کی طرف دیکھا ـــــ ایسے انداز میں جس میں حیرت، خوف، التجا، تنا اور دھمکی سبھی کچھ تھا ـــــ پھر وہ بھی باہر نکل گئے۔

اب صرف خان صاحب دروازے میں کھڑے تھے ـــــ طاہرہ بدستور پلنگ کے قریب کھڑی تھی ـــــ اس کی مٹھیاں اسی طرح بند تھیں ـــــ اُس کا بدن اسی طرح مرتعش تھا ـــــ اس کی آنکھیں اسی طرح اپنی آبرو پر حملہ کرنے والے ہر کتے کو جان سے مار دینے کا عزم ظاہر کر رہی تھیں ـــــ!

خان صاحب چند لمحے خاموش کھڑے طاہرہ کی طرف دیکھتے رہے ـــــ اُن کی مٹھیاں بھی اسی طرح بند تھیں ـــــ اُن کا بدن بھی

غصے سے اُسی طرح کانپ رہا تھا ــــــ اُن کی آنکھیں بھی اُسی طرح غصے سے لال انگارے بنی ہوئی تھیں ــــــ پھر اُنھوں نے کہا:

"طاہرہ! تم نے ہمارا بہت نقصان کر دیا ہے ــــــ یہ سنگار میز ــــــ یہ قالین ــــــ اُنھیں تو بدلا جا سکتا ہے لیکن وہ ٹائیگر کہاں سے آئے گا جسے تم نے جان سے مار ڈالا ہے ــــــ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ تم اتنی خوفناک اور خطرناک چیز ہو ــــــ ہم اب جا رہے ہیں ــــــ مس زیبا کو ہسپتال میں داخل کرانے کے بعد ہم پھر آئیں گے ــــــ آغا صاحب اور میں ــــــ دونوں ــــــ پھر تم سے تمھاری ہر زیادتی کا حساب لیا جائے گا ــــــ جس طرح یہاں مس زیبا کا خون بہا ہے، اسی طرح تمھارا خون بھی بہے گا ــــــ جس طرح تم نے ٹائیگر کو ہلاک کیا ہے ــــــ اسی طرح تمھیں بھی ہلاک کیا جائے گا ــــــ اور تمھیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس کمرے کے در و دیوار کے لیے یہ تماشا نیا نہیں ہوگا ــــــ اس قالین میں تم ایسی اور بہت سی لڑکیوں کا قسم قسم کا خون گرتا اور جذب ہوتا آیا ہے!"

اتنا کہہ کر خاں صاحب باہر نکل گئے ــــــ دروازہ بند ہو گیا ــــــ اور طاہرہ نے یوں محسوس کیا جیسے اس نے ابھی ابھی کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے ــــــ!

باب ۲۸

خاں صاحب کے چلے جانے کے بعد بھی طاہرہ دیر تک اسی حالت میں پلنگ کے قریب کھڑی رہی۔ اس کی مٹھیاں اب بھی بھنچی ہوئی تھیں —— اس کا سارا بدن اب بھی مرتعش تھا —— اس کی آنکھوں سے اب بھی وہی ملزم —— اپنی آبرو کے تحفظ کے لیے مرنے مارنے کا عزم —— جھلک رہا تھا —— !

وہ اُن واقعات کے متعلق سوچ رہی تھی جو ابھی تھوڑی دیر پہلے رُونما ہوئے تھے —— وہ اس پلنگ کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں کچھ دیر پہلے مس زیبا اور ٹائیگر کے درمیان ایک خوفناک جنگ ہوئی تھی —— وہ جنگ جس میں ٹائیگر کا پلہ بھاری رہا تھا —— وہ سنگار میز کے ٹوٹے ہوئے شیشے کی طرف دیکھ رہی تھی جس کا سہارا مس زیبا نے پلنگ سے اٹھتے ہوئے لیا تھا اور یہ سہارا ہی اُس کے لیے سب سے بڑا بوجھ ثابت ہوا تھا —— وہ اپنے قدموں میں پڑی ہوئی پلنگ کی اس چادر کو دیکھ رہی تھی جو اس نے ٹائیگر پر پھینکی تھی اور جسے ٹائیگر نے تار تار کر دیا تھا —— !

نہ جانے کیوں یہ واقعات اُسے ایک خواب کی طرح محسوس

ہو رہے تھے ۔۔۔ اسے یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی ابھی کسی بھیانک
خواب سے جاگی ہے ۔۔۔ حالانکہ وہ خود بھی جانتی تھی کہ یہ تمام واقعات
کوئی بھیانک خواب نہیں، بلکہ ایک بھیانک حقیقت تھے ۔۔۔ وہ
جانتی اور دل میں اچھی طرح سمجھتی تھی کہ اگر میں نے پلنگ کی چادر
ٹائیگر پر نہ پھینکی ہوتی تو ٹائیگر نے بڑھ کر میری چادرِ عصمت کو ہی نہیں،
شاید چادرِ حیات کو بھی تار تار کر دیا ہوتا ۔۔۔ میں نے اگر موقع پا کر
اس کا گلا نہ دبوچ لیا ہوتا ۔۔۔ تو بڑھ کر خود میرا گلا دبوچ لیتا ۔۔۔
میں نے اگر اس کی زندگی کا چراغ گُل نہ کیا ہوتا، تو اس نے بڑھ کر
خود میری زندگی کا چراغ گُل کر دیا ہوتا ۔۔۔ پھر شاید وہ بند دروازے
خود بخود کھل جاتے جنہیں بند رکھنے کے جرم نے ہی مجھے اس آزمائش
میں ڈالا ہے اور جنہیں کھولنے کی خاطر آغا صاحب نے خاں صاحب
اور ان کے ٹائیگر کی خدمات حاصل کی تھیں ۔۔۔!

پھر اس نے سوچا ۔۔۔ ابھی تو یہ جنگ ختم نہیں ہوئی ہے ۔۔۔
یہ تو صرف ایک وقفہ ہے ۔۔۔ آغا صاحب اور خاں صاحب کے
سستانے اور آرام کرنے کے لیے ۔۔۔ وہ آرام کرنے اور
تازہ دم ہونے کے بعد ان بند دروازوں کو کھولنے اور توڑنے کی پھر
کوشش کریں گے ۔۔۔ ٹائیگر کی موت نے خاں صاحب کے غصے
کو انتہائی حدوں تک پہنچا دیا ہے ۔۔۔ نہ جانے اب وہ کیا کچھ
کریں ۔۔۔ نہ جانے وہ کیا کچھ کر گزریں! خدایا! تو نے ہی مجھے

اب تک ان درندوں کے ہاتھ سے بچایا ہے۔ آئندہ بھی تو ہی اس کی حفاظت کرنے والا ہے —— میں تجھی سے مدد مانگتی ہوں —— تجھی سے امداد طلب کرتی ہوں ——!

پھر کمرے کا دروازہ بہت ہی آہستگی سے کھلا —— خفیف سی آہٹ ہوئی اور طاہرہ نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا —— کسی نے کمرے کے اندر یوں قدم رکھا جیسے کوئی چور آدھی رات کے وقت دبے پاؤں ہر قدم بڑی احتیاط سے رکھتا ہوا کسی گھر کے اندر داخل ہوتا ہے —— طاہرہ نے دیکھا —— وہ شکیل تھا ——!

شکیل آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا طاہرہ کی طرف بڑھا اور اس کے قریب آکر رُک گیا۔ طاہرہ کی سہمی ہوئی آنکھوں —— مرتعش بدن —— اور پرعزم آنکھوں کے سامنے آئے جیسے زبان سے کچھ کہنے کا حوصلہ نہ ہو سکا —— اس نے طاہرہ کی طرف دیکھا اور پھر سر جھکا لیا —— جیسے اپنے وہاں آنے پر شرمساری محسوس کر رہا ہو —— طاہرہ نے کہا:

"آپ یہاں کیا لینے آئے ہیں شکیل صاحب؟"

"کچھ نہیں" شکیل نے ہچکچاتے ہوئے کہا "کچھ بھی تو نہیں مس طاہرہ!"

پھر جیسے وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا —— شاید وہ خود اعتمادی سے بات کرنے کے لیے اپنی قوتوں کو مجتمع کرنے کی کوشش کر رہا تھا —— چنانچہ جب اُس نے زبان کھولی تو اس کے لہجے سے کچھ

خود اعتمادی بھی جھلک رہی تھی ——— اس نے کہا:

"طاہرہ! میں تمھیں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ اس وقت یہاں سے نکلنے کا بڑا اچھا موقع ہے ——— خان صاحب اور بھائی جان مس زیبا کو لے کر ہسپتال گئے ہوئے ہیں ——— باہر کوئی نوکر بھی نہیں ہے ———!"

طاہرہ خاموش رہی ——— جیسے شکیل کی ان باتوں کا جواب دینے کی ضرورت ہی نہ ہو ——— جیسے یہ باتیں اس کے لیے کچھ بھی اہمیت نہ رکھتی ہوں ——— شکیل نے پھر کہا:

"تم نے اب تک بڑی بلند ہمتی کا ثبوت دیا ہے طاہرہ! لیکن اس کے ساتھ تمھیں کچھ عقل مندی کا بھی ثبوت دینا چاہیے ——— آؤ یہاں سے بھاگ چلو! اپنے آپ کو اور مصیبتوں میں ڈالنا عقل مندی نہیں ہے ———!"

طاہرہ اب بھی خاموش رہی ——— شکیل نے کہا:

"طاہرہ! میں نے ساتھ کے کمرے سے تمام واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں ——— خدا کے لیے اب اور مصیبتوں کو دعوت نہ دو اور یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو ——— تمھیں اپنا نہیں تو اپنے خاندان کا ہی کچھ خیال ہونا چاہیے ———!"

طاہرہ خاموش رہی ——— شکیل نے آگے بڑھ کر اس کے دونوں ہاتھ ——— بھینچی ہوئی مٹھیاں ——— تھامتے ہوئے کہا:

"خدا کے لیے طاہرہ! کچھ تو بولو! کچھ تو جواب دو! [illegible]

مجھے غلط سمجھتی رہو گی ——!"

طاہرہ نے شکیل کے ہاتھوں کو جھٹک دیا —— ایک قدم پیچھے ہٹی اور کہنے لگی:

"شکیل صاحب! آپ کی نصیحتوں اور مشوروں کا بے حد شکریہ! لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ابھی اس جنگ کا فیصلہ نہیں ہوا —— میں ہار اور جیت کا فیصلہ ہوئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گی —— زندگی اور موت —— جیت اور ہار —— خدا کے ہاتھ میں ہے —— وہ عزت بخشتا ہے اور وہی ذلت —— لیکن میں بزدل کہلانا نہیں چاہتی —— میں لڑوں گی اور آخری دم تک لڑوں گی —— آپ میری فکر نہ کیجیے —— جس خدا نے مجھے اب تک بچائے رکھا ہے وہ آئندہ بھی میری حفاظت کرے گا —— میری بجائے آپ اپنی فکر کیجیے —— چلے جائیے اور فوراً یہاں سے چلے جائیے —— ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے آپ پر بھی کوئی مصیبت آ جائے —— یہ میرے لیے تو یقیناً اچھا نہیں ہے لیکن آپ کے لیے بھی اچھا نہیں ہو سکتا ——!"

"طاہرہ!" شکیل نے کہا "تم شاید میری پیشکش کو پرخلوص نہیں سمجھتیں —— لیکن میرا ضمیر یہ گوارا نہیں کرتا کہ تمہیں خطروں میں گھرا چھوڑ کر چلا جاؤں —— میں یہاں رہوں گا اور تمہارے منع کرنے کے باوجود یہاں رہوں گا —— جس طرح تم بزدل کہلوانا نہیں چاہتی ہو —— اسی طرح میں بھی بزدل کہلوانا پسند نہیں کرتا —— تم اگر جیت

اور ہار کا فیصلہ ہوئے بغیر یہاں سے نہیں جانا چاہتیں تو میں بھی جیت اور ہار کا فیصلہ ہونے تک یہیں رہوں گا ـــــ اس لیے کہ تمھارا غم میرا غم ہے ـــــ تمھارا درد میرا درد ہے ـــــ تمھاری مصیبت میری مصیبت ہے ـــــ تمھارا دکھ میرا دکھ ہے ـــــ تمھاری آزمائش میری آزمائش ہے ـــــ تمھاری ہار میری ہار ہے ـــــ اور تمھاری جیت میری جیت ہے طاہرہ!"

حالات کی انتہائی سنگینی کے باوجود طاہرہ مسکرا دی۔

"تو یوں کہیے کہ آپ پر محبت کا دورہ پڑا ہے شکیل صاحب!"

"ہاں!" شکیل نے کہا "میں اب اس جذبے پر کوئی پردہ ڈالنا ضروری نہیں سمجھتا طاہرہ! مجھے تم سے محبت ہے اور میں اس کے لیے ہر قربانی ـــــ بڑی سے بڑی قربانی ـــــ دینے کو تیار ہوں ـــــ!"

طاہرہ کی مسکراہٹ فوراً غائب ہو گئی ـــــ اُس نے کہا:

"شکیل صاحب! میں آپ کی ـــــ آپ جیسے مردوں کی محبت کو خوب سمجھتی ہوں ـــــ آپ کی محبت کی حقیقت بس اتنی ہی تو ہے کہ جو کچھ آپ کے بھائی جان سختی سے حاصل نہیں کر سکے، آپ اُسے نرمی سے حاصل کرنا چاہتے ہیں ـــــ جو کچھ وہ دھمکیوں سے حاصل نہیں کر سکے ـــــ آپ وہی کچھ منت سماجت سے لینا چاہتے ہیں ـــــ آپ کے بھائی جان کے سینے میں ہوس کا الاؤ دہک رہا ہے ـــــ آپ نے اپنے سینے میں خلوص اور ہمدردی کی انگیٹھی جلا رکھی

ہے ـــــ لیکن آنچ ان دونوں کی یکساں ہے شکیل صاحب! میں آپ کے مکر و فریب کو خوب سمجھتی ہوں!"

"اوہ طاہرہ!" شکیل چیخ اٹھا "خدا کے لیے مجھے غلط سمجھنے کی کوشش مت کرو طاہرہ! میرے دل میں کوئی کھوٹ نہیں ہے ـــــ میری نیت میں کوئی فتور نہیں ہے ـــــ میں تم سے محبت کرتا ہوں ـــ اس سے زیادہ کچھ نہیں مانگتا ـــــ کچھ نہیں چاہتا ـــــ!"

"آپ نے اپنے نفس کی خواہشوں کا نام محبت رکھ لیا ہے شکیل صاحب!" طاہرہ نے کہا "آپ اپنی اس خواہش کے مکروہ چہرے پر لاکھ الفاظ کے پردے ڈالیں، لیکن حقیقت کو چھپانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے ـــــ چلے جایئے اور فوراً یہاں سے چلے جایئے ـــــ ورنہ یاد رکھیے کہ میرے یہ ہاتھ ابھی کچھ دیر پہلے ایک کتے کا گلا گھونٹ چکے ہیں ـــــ ایک اور کتے کا بھی گلا گھونٹ سکتے ہیں ـــــ!"

شکیل تلملا اٹھا ـــــ طاہرہ نے اسے کتا کہا تھا ـــــ اس کا جی چاہا کہ طاہرہ کے منہ پر ایک تھپڑ کھینچ مارے ـــــ لیکن اس نے بڑے ضبط و تحمل سے کہا:

"تم مجھے کتا کہہ رہی ہو طاہرہ! تم مجھے جو چاہو کہہ سکتی ہو لیکن میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میں کتا نہیں ہوں ـــــ میں کتا ہوتا تو اب تک ایک بار نہیں، سو بار وہ غلاظت چاٹ چکا ہوتا جو

جعفری صاحب، خاں صاحب اور پھر بھائی جان جیسے لوگوں کو مرغوب ہے ۔۔۔۔ اگر مجھے محض کسی نوجوان لڑکی کے جسم تک پہنچنے کی آرزو ہوتی تو یہ آرزو اب تک تشنہ نہیں رہ سکتی تھی ۔۔۔۔ میری زندگی میں اس کے ایک نہیں، سینکڑوں مواقع آئے ہیں ۔۔۔۔ اگر مجھے محض اپنے نفس کی خواہشوں کو ہی تسکین دینے کی ضرورت ہوتی تو صبح سے اب تک ایک بار نہیں، کئی بار ۔۔۔۔ کم از کم تین بار ۔۔۔۔ مس زیبا کا جسم میرے جسم میں جذب ہو چکا ہوتا ۔۔۔۔ اس کی دعوت اور حوصلہ افزائی کے باوجود اُس کے پھولوں کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا ۔۔۔۔ اُنھیں سونگھنا ۔۔۔۔ چھُونا ۔۔۔۔ اور توڑنا تو دُور کی بات ہے ۔۔۔۔ "

وہ ذرا ایک لمحے رُکا ۔۔۔۔ پھر کہنے لگا:

"لیکن نہیں! مجھے اپنی صفائی پیش نہیں کرنی چاہیے ۔۔۔۔ اس کی نہ کوئی ضرورت ہے نہ فائدہ ۔۔۔۔ تم مجھے کُتّا کہو یا کچھ اور ۔۔۔۔ میں اپنی پیشکش پر قائم ہوں ۔۔۔۔ قائم رہوں گا!"

"شکیل صاحب چلے جائیے خدا کے لیے!" طاہرہ نے کہا "آپ کی یہاں موجودگی میرے لیے تو کیا خود آپ کے لیے بھی مناسب نہیں ہے ۔۔۔۔ آپ کے بھائی جان کیا کہیں گے دیکھ کر!"

"وہ جو چاہے کہہ سکتے ہیں" شکیل نے جواب دیا "وہ جو چاہے سمجھ سکتے ہیں ۔۔۔۔ مجھے ان کا ڈر نہیں ہے ۔۔۔۔ اور مجھے اس وقت

تمہارا ابھی ڈر نہیں ہے طاہرہ! میں یہاں اپنا فرض ادا کرنے آیا ہوں
اور تمام مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود اپنا فرض ادا کروں گا۔۔۔۔۔“

شکیل یہاں تک ہی کہنے پایا تھا کہ دروازے پر کوئی آہٹ ہوئی
— شکیل نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی — طاہرہ کی طرف دیکھا
— دوسرے ہی لمحے وہ بھاگ کر غسل خانے میں جا گھسا۔

دروازہ کھُلا — آغا صاحب، رحیم بخش اور خاں صاحب تینوں
اندر آ گئے۔ طاہرہ نے آغا صاحب کی طرف دیکھا — اب اُن کے
چہرے سے خوف و ہراس غائب تھا — مس زیبا کے زخمی ہونے
اور ڈائیگر کی ہلاکت نے اُن پر جو دہشت طاری کی تھی، وہ اب دور
ہو چکی تھی — لیکن اُن کے چہرے کو دیکھ کر طاہرہ کو یوں محسوس
ہوا جیسے کوئی زخمی سانپ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا ہے —!

رحیم بخش دروازے کے قریب کھڑا رہا — خاں صاحب
اور آغا صاحب آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے طاہرہ کی طرف بڑھے
اس سے پہلے کہ وہ طاہرہ کے قریب آتے، طاہرہ نے چیخ کر کہا:

”خبردار جو کسی نے مجھے ہاتھ بھی لگایا! میں تمہارے کتے کی
طرح تمہارا بھی گلا گھونٹ دوں گی!“

خاں صاحب اور آغا صاحب دو قدم پیچھے ہٹ گئے —

خاں صاحب کہنے لگے:

”ہم خود تم سے دریافت کرنے والے تھے طاہرہ! کہ تم نے کیا

فیصلہ کیا ہے ـــــ اچھا ہوا کہ تم نے خود ہی کہہ دیا ـــــ اب ہمیں آپریشن ہی کرنا پڑے گا ـــــ آپریشن بڑی تکلیف دہ چیز ہوتی ہے ظاہرہ! لیکن یقین رکھو! کہ ہم تمھیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گے ـــــ ڈاکٹر لوگوں نے اس کام کے لیے بہت سی چیزیں ایجاد کر رکھی ہیں!"

یہ کہہ کر خاں صاحب رحیم بخش کے پاس آئے اور اس کے کان میں کچھ کہا۔ رحیم بخش "اچھا جناب! ابھی لایا!" کہہ کر باہر نکل گیا ـــــ خاں صاحب آغا صاحب سے کہنے لگے:

"آپ نے خود اپنی حماقت سے یہ کھیل بگاڑا ہے! نہ آپ اس کے ہاتھ پاؤں کھولتے اور نہ یہ تماشا بنتا ـــــ مس زیبا تو خیر بچ جائے گی۔ لیکن جہانگیر جیسا گتکا آپ کہاں سے ملے گا ـــــ!"

"ہمیں خود اس کا بہت افسوس ہے خاں صاحب!" آغا صاحب بولے ـــــ "افسوس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا کرتا آغا صاحب!" خاں صاحب نے کہا "اپنی ہمالہ جیسی بڑی طاقت پر افسوس کرنے کی بجائے آپ کو اس سے سبق سیکھنا چاہیے ـــــ آپ کی فرمائش نے ہمیں آپ کی مشکل پسندی کی داد دینے پر مجبور کر دیا تھا ـــــ لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ مشکل پسند ہونے کے علاوہ حماقت پسند بھی ہیں!"

"ہم حماقت پسند تو نہیں ہیں خاں صاحب!" آغا صاحب کہنے لگے "ہمیں تو خود حیرانی ہے کہ ہم سے یہ حماقت سرزد کیسے ہو گئی ـــــ ہم نے زیرِ دام آئے ہوئے شکار کی رسیاں کیوں کھول دیں ـــــ

کیسے کھول دیں ——!"

"آپ کی اس حماقت کی ہمیں بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑی ہے آغا صاحب!" خان صاحب نے کہا "ہمیں ایسا نقصان پہنچا ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی —— لیکن اس کے باوجود ہم آپ کی فرمائش کی تکمیل اپنا فرض سمجھتے ہیں —— یہ آپ کا ہی نہیں، ہمارے وقار کا بھی سوال ہے ——!"

آغا صاحب نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا —— شاید وہ سوچ رہے تھے کہ انھوں نے اپنی حماقت سے جیتی ہوئی بازی کو جس طرح ہاری ہوئی بازی بنا دیا ہے اسے کس طرح پھر سے جیتی ہوئی بازی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے تاکہ شکست فتح میں تبدیل ہونے کے علاوہ خان صاحب کا وقار بھی بحال ہو سکے —— خان صاحب کہنے لگے:

"یوں تو ہم پستول اور بندوق سے بھی کام لے سکتے ہیں —— لیکن ان کا استعمال خطرے سے خالی نہیں۔ ذرا سی بے احتیاطی —— معمولی سی فروگذاشت —— اور ذرا سی غفلت ہمارے لیے جان لیوا اور مہلک ثابت ہو سکتی ہے —— بھلا جس عورت کو اپنی جان کی پروا نہ ہو، اُسے کسی دوسرے کی جان کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ ہم اپنے نوکروں پر بھی یہ بات نہیں چھوڑ سکتے —— یوں بھی ہماری غیرت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم —— میں اور آپ —— خود ہی اس مہم کو سر کریں —— شیر کو دوسرے کا مارا ہوا شکار کھانا زیب نہیں دیتا ——!"

طاہرہ ان دونوں کی گفتگو بظاہر لاتعلقی سے لیکن بباطن بڑے غور سے سن رہی تھی ۔۔۔ خاں صاحب کا آخری فقرہ سن کر وہ سوچنے لگی کہ یہ بات توآغا صاحب کو کہنی چاہیے تھی ۔۔۔ یا اب ان دونوں شیروں نے بیک وقت شکار پر حملہ آور ہونے کا پروگرام بنایا ہے ۔۔۔ ایک شیر نے دوسرے شیر کی مدد کرنے پر کمر باندھی ہے ۔۔۔ !

پھر رحیم بخش اندر داخل ہوا ۔۔۔ خاں صاحب کے پاس آکر اس نے ایک تہہ کیا ہوا رومال اُن کی طرف بڑھایا ۔۔۔ اور کہا

"لیجیے جناب !"

خاں صاحب نے رومال رحیم بخش کے ہاتھ سے لے لیا اور آغا صاحب کو دیتے ہوئے کہنے لگے :

" اسے آپ سنبھالیے آغا صاحب ! ہم پہلے بھڑ کے ڈنک سے زہر نکالیں گے ۔۔۔ اُس شکنجے کو ڈھیلا کریں گے جس نے "ناہید" کی جان لی ہے ۔۔۔ پھر آپ کا کام بالکل آسان ہو جائے گا ":

پھر انھوں نے رحیم بخش کو چلے جانے کا اشارہ کیا۔ رحیم بخش باہر چلا گیا تو خاں صاحب آغا صاحب کے بالکل قریب ہو کر کچھ سرگوشی کرنے لگے ۔۔۔ طاہرہ غور سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی ۔۔۔ بھڑ کے ڈنگ سے زہر نکالنے اور شکنجے کو ڈھیلا کرنے سے خاں صاحب کی کیا مراد تھی ۔۔۔ وہ بخوبی سمجھ گئی تھی ۔۔۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ کوئی دم میں دو شیر ۔۔۔ یہ دونوں شیر ۔۔۔ اُس پر حملہ آور ہوا ہی،

چاہتے ہیں ۔۔۔!

پھر خاں صاحب شبیر کی مانند ہی طاہرہ کی طرف جھپٹے ۔۔۔ اس سے پہلے کہ طاہرہ سنبھلتی، اُس کی دونوں کلائیاں خاں صاحب کے ہاتھوں میں آ چکی تھیں ۔۔۔ ایک کلائی ایک ہاتھ میں اور دوسری کلائی دوسرے ہاتھ میں ۔۔۔ طاہرہ نے اپنی کلائیاں چھڑانے کی کوشش کی تو خاں صاحب نے اپنی گرفت سخت کر دی ۔۔۔ طاہرہ کو یوں محسوس ہوا جیسے خاں صاحب کے ہاتھ خالص فولاد کے بنے ہوئے ہیں ۔۔۔ ان ہاتھوں کی گرفت بہت ہی سخت تھی ۔۔۔ خاں صاحب کہنے لگے :

"تم میرے ہاتھ سے اپنی کلائی نہیں چھڑا سکو گی طاہرہ! آج تک کلائی پکڑنے کے مقابلے میں مجھ سے کوئی مرد نہیں جیت سکا ۔۔۔ تم تو پھر عورت ہو!"

پھر وہ، آغا صاحب کو آواز دینے لگے :

"آئیے آغا صاحب! اپنا کام کیجیے ۔۔۔!"

آغا صاحب ایک ہاتھ میں رومال لیے طاہرہ کی طرف بڑھے ۔۔۔ ایک ہاتھ سے اُنھوں نے طاہرہ کے سر کے بالوں کو پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے وہ رومال اُس کی ناک پہ رکھنے لگے ۔۔۔ طاہرہ نے فوراً اپنا چہرہ نیچے کر لیا اور پھر یک لخت اس انداز سے اوپر اُٹھایا کہ اُس کا سر آغا صاحب کی ٹھوڑی سے ٹکرایا ۔۔۔ آغا صاحب

چکرا کر دو قدم پیچھے ہٹ گئے ـــــ لیکن یہ ٹکر اتنی شدید تھی کہ خود طاہرہ کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا ـــــ اور اگر اس کی کلائیاں خانصاحب کے ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں نہ ہوتیں تو وہ یقیناً چکرا کر فرش پر گر جاتی ـــــ خاں صاحب کے ہاتھوں کی مضبوط گرفت نے اُسے سہارا دیا اور وہ سنبھل گئی ـــــ!

رومال آغا صاحب کے ہاتھ سے فرش پر گر پڑا تھا ـــــ اُنھوں نے جھک کر رومال اُٹھایا اور پھر طاہرہ کی طرف بڑھے ـــــ رومال کی بُو سے طاہرہ جان گئی تھی کہ اس رومال پر کوئی دوا چھڑکی گئی ہے ـــــ کلوروفارم یا کوئی اور بیہوشی کی دوا ہے ـــــ آغا صاحب نے پھر طاہرہ کے بالوں کو پکڑا اور رومال اس کی ناک پر رکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ اسی لمحے دھب سے کوئی چیز خاں صاحب کے سر پر پڑی اور ساتھ ہی چھناک سے شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی ـــــ طاہرہ کی کلائیوں پر خاں صاحب کی گرفت کمزور پڑ گئی ـــــ وہی ہاتھ جن کی گرفت طاہرہ کو چند لمحے پہلے فولادی گرفت محسوس ہوئی تھی، خود بخود ڈھیلے ہو گئے ـــــ طاہرہ نے اپنے ہاتھوں کو ایک زوردار جھٹکا دیا ـــــ خاں صاحب فرش پر جا پڑے ـــــ اُسی لمحے طاہرہ نے شکیل کو دیکھا ـــــ بلیک اینڈ وائٹ کی خالی بوتل کا ٹوٹا ہوا بالائی حصہ اس کے ہاتھ میں تھا ـــــ یہی بوتل اس نے خاں صاحب کے سر پر دے ماری تھی ـــــ اس بوتل کی کرچیں ٹوٹ کر اُن کے سر میں گھس گئی تھیں اور اُن

کے فولادی ہاتھوں کی گرفت طاہرہ کی کلائیوں پر کمزور پڑ گئی تھی ——!

آغا صاحب نے جو خاں صاحب کو گرتے دیکھا تو حیرت زدہ ہو گئے —— خاں صاحب کے پیچھے کھڑے ہوئے شکیل پر ان کی نظر پڑی تو اُن کی حیرانی کچھ اور بڑھ گئی —— ایک لمحہ کے لیے اُنھیں بھول گیا کہ اُنھیں کیا کرنا ہے —— رومال کو طاہرہ کی ناک پر رکھنے کی کوشش کرنے کی بجائے وہ سوچنے لگے کہ شکیل کا یہاں کیا کام؟ وہ یہاں کیوں آیا ہے؟

دوسرے ہی لمحے آغا صاحب کو اپنی گردن پر دو ہاتھوں کی گرفت محسوس ہوئی —— اُنھوں نے چونک کر دیکھا —— یہ طاہرہ کے ہاتھ تھے —— یہ وہی شکنجہ تھا جس نے ممتاز بیگم کی جان لی تھی —— وہ حواس باختہ ہو گئے —— اور اُنھیں اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھاتا محسوس ہوا ——!

خاں صاحب نے فرش پر گرتے ہی پلٹ کر اُس شخص کی طرف دیکھا جس نے اُن کے سر پر وار کیا تھا —— جو اس کمرے میں نہ جانے کہاں سے طاہرہ کا ہمدرد بن کر آ ٹپکا تھا —— اُنھوں نے دیکھا —— اور دیکھتے ہی رہ گئے —— وہ شکیل تھا —— شکیل جو مس زیبا کا مہمان بن کر آیا تھا —— شکیل جو اب طاہرہ کا ہمدرد اور خیر خواہ بن کر اس کمرے میں آ گیا تھا —— شکیل جسے وہ اس ہنگامے میں بالکل ہی بھول گئے تھے ——!

خاں صاحب نے اپنے سر پہ ہاتھ پھیرا تو وہ خون سے بھر گیا ــــ
یہ دیکھ کر خاں صاحب جیسے طاہرہ اور آغا صاحب دونوں کو بھول
گئے ــــ ایک زخمی شیر کی طرح پیچ و تاب کھاتے ہوئے وہ اُٹھے ــــ
اور اُٹھ کر ایک ہی جست میں شکیل کو دبوچ لیا اور اسے فرش پہ گرا کر
اس کی چھاتی پہ چڑھ بیٹھے اور اس کے چہرے پہ تھپیڑوں اور گھونسوں
کی بارش شروع کر دی ــــ شکیل اور خاں صاحب کا کوئی جوڑ تو تھا
ہی نہیں، تھوڑی ہی دیر بعد شکیل بچارا تھپیڑوں اور گھونسوں کی اس
بارش کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہو چکا تھا ــــ!
شکیل کے بے ہوش ہو جانے کے بعد خاں صاحب اُس کی چھاتی
پہ سے اُٹھے اور پلٹ کر آغا صاحب اور طاہرہ کی طرف دیکھا ــــ
طاہرہ کے دونوں ہاتھ آغا صاحب کی گردن پر تھے ــــ آغا صاحب
کے اپنے ہاتھ اُن کی اپنی بے بسی کی تصویر پیش کر رہے تھے ــــ
آغا صاحب کے مُنہ سے خر خر کی عجیب سی آواز نکل رہی تھی ــــ
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُن کی گردن کے گرد طاہرہ کے ہاتھوں کے
شکنجے کی گرفت لحظہ بہ لحظہ سخت ــــ سخت سے سخت تر ــــ ہوتی
جا رہی ہے ــــ!

ابھی خاں صاحب اپنے دوست کی دستگیری کے لیے بڑھنے نہ
پائے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور دو عورتیں اندر داخل ہوئیں ــــ
وہ دو عورتیں جنھیں یہاں دیکھنے کی توقع خود خاں صاحب کو تو کیا

آغا صاحب، شکیل اور طاہرہ کو بھی نہیں ہو سکتی تھی ـــــ ان دو عورتوں میں سے ایک مس حمیرا خانم تھیں ـــــ حمیرا خانم باغی ـــــ اور دوسری آغا صاحب کی بیگم زبیدہ ـــــ مسز زبیدہ آغا ـــــ!

کمرے میں داخل ہوتے ہی حمیرا خانم نے طاہرہ کو آواز دی:

"طاہرہ! طاہرہ! انھیں چھوڑ دو طاہرہ!"

طاہرہ نے یہ آواز سنی اور چونک سی گئی ـــــ یہ حمیرا خانم کی آواز تھی ـــــ اُس نے سوچا کہ حمیرا خانم ـــــ اور یہاں! ناممکن ہے ـــــ شاید میرے کان مجھے دھوکا دے رہے ہیں ـــــ!

لیکن دوسرے ہی لمحے حمیرا خانم اور زبیدہ دونوں اُس کے پاس پہنچ چکی تھیں ـــــ حمیرا خانم نے اپنا ہاتھ طاہرہ کے بازو پر رکھتے ہوئے کہا:

"چھوڑ دو طاہرہ! آغا صاحب کو چھوڑ دو!"

طاہرہ نے حمیرا خانم کی طرف دیکھا اور پھر ایک لمحے کا توقف کیے بغیر آغا صاحب کی گردن چھوڑ دی۔

آغا صاحب دھم سے فرش پر گرے اور گرتے ہی جیسے اُنھیں ہوش آ گیا ـــــ وہ ایک دم پھر اس انداز سے اٹھے جیسے طاہرہ پر حملہ کرنا چاہتے ہوں ـــــ جیسے اپنے نامکمل کام کو مکمل کرنا چاہتے ہوں ـــــ لیکن زبیدہ نے آگے بڑھ کر اُن کا بازو تھام لیا اور کہا:

"تم بازی ہار چکے ہو ڈارلنگ! تمھیں اپنی شکست تسلیم کر لینی چاہیے!"

زبیدہ کو اپنے سامنے دیکھ کر آغا صاحب پر جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔

اس حالت میں وہ زبیدہ کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں کر رہے تھے ۔
زبیدہ نے کہا :

"تمہیں ہمارا شکرگزار ہونا چاہیے ڈارلنگ ! خاص طور پر حمیرا بہن کا ۔۔۔۔ ورنہ آج تمہارا بھی وہی حشر ہوتا جو تم سے پہلے خاں صاحب کے ٹائیگر کا ہو چکا ہے ۔۔۔۔ !"

خاں صاحب جو زبیدہ اور حمیرا خانم کی آمد ۔۔۔۔ غیر متوقع آمد ۔۔۔۔ سے حیران ہو گئے تھے ، زبیدہ کے یہ الفاظ سن کر کسی گہری سوچ میں پڑ گئے ۔۔۔۔ زبیدہ نے اُن کی اس حیرانی کو تاڑ لیا اور کہا :

آپ کیوں حیران ہو رہے ہیں خاں صاحب ! ہم نے اِدھر ساتھ کے کمرے سے یہ ڈرامہ شروع سے آخر تک اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔۔۔۔ یہ ڈرامہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا خاں صاحب ! کسی عورت نے آپ کو اور آغا صاحب کو ایسا سبق نہیں سکھایا ہو گا جو طاہرہ نے سکھایا ہے ۔۔۔۔ کسی عورت نے مردوں کی مردانگی کے دعوے کو اس طرح مٹی میں نہیں ملایا ہو گا ۔۔۔۔ کسی عورت نے مردوں کے پُرغرور چہرے پر ایسی چپت نہیں لگائی ہو گی ۔۔۔۔ لیکن خاں صاحب ! آپ نے شکیل کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے ۔۔۔۔ اس بچارے کا آپ کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں تھا ۔۔۔۔ !"

شکیل کا نام سن کر آغا صاحب چونکے اور اُنھوں نے گرد و پیش دیکھا ۔۔۔۔ پھر زبیدہ اور آغا صاحب جیسے بیک وقت بے ہوش

شکیل کی طرف بڑھے۔ زبیدہ نے جھک کر اُسے دیکھا اور پھر خاں صاحب سے کہنے لگیں:

"دیکھیے تو بے چارہ آپ کی مار سے بے ہوش ہو گیا ہے۔۔۔ آپ شاید جانتے ہیں کہ نہیں یہ میرا دیور ہے۔۔۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔!"

اور آغا صاحب زبیدہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔۔ جیسے پوچھ رہے ہوں۔۔۔

"تم یہاں کیا کرنے آئی تھیں۔۔۔ یہ شکیل یہاں کیوں آیا تھا؟ یہ حمیرا خانم یہاں کیوں آئی ہیں!"

"تم میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو" زبیدہ نے جیسے آغا صاحب کو ڈانٹا "اسے ہوش میں لانے کی کوئی تدبیر کرو۔۔۔ اسے باہر لے جاؤ کھلی ہوا میں۔۔۔!"

لیکن آغا صاحب جیسے ابھی پوری طرح اپنے آپ میں نہیں آئے تھے۔۔۔ انھوں نے جھک کر شکیل کو اٹھانے کی کوشش کی تو انھیں شکیل کا جسم ایک بھاری پتھر کی طرح وزنی محسوس ہوا۔۔۔ وہ اسے اٹھانے سے قاصر رہے اور بے بسی سے زبیدہ کی طرف دیکھنے لگے۔۔۔ زبیدہ نے کہا:

"تمھارا یہی حال۔۔۔ بلکہ اس سے بھی بڑا حال ہونا چاہیے تھا۔۔۔ تم اپنی حد سے بڑھنے جا رہے تھے۔۔۔ اچھا ہوا کہ تمھیں سبق

مل گیا ـــــ ایسا سبق جو شاید تمھیں زندگی بھر نہیں بھولے گا ـــــ!"

پھر وہ خاں صاحب سے کہنے لگی:

"خاں صاحب! آپ ہی کچھ کیجیے شکیل کے لیے۔ آپ کے دوست تو نہ جانے کب اپنے آپ میں آئیں ـــــ آئیں یا نہ آئیں!

"اچھا!" خاں صاحب نے کہا اور باہر چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئے تو دو نوکر اُن کے ساتھ تھے۔ اُنھوں نے مل کر شکیل کو اٹھا لیا اور اسے لیے ہوئے باہر نکل گئے ـــــ اور ان کے پیچھے پیچھے آغا صاحب بھی یوں باہر کی طرف لپکے جیسے اس کمرے میں اُن کا دم گھٹنے لگا ہو ـــــ جیسے اس کمرے کی فضا ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گئی ہو ـــــ جیسے اس کمرے میں اب وہ ایک سانس بھی نہ لے سکتے ہوں ـــــ شاید یہ احساس ان کی رگِ جاں میں مسلسل نشتر چبھوتے جا رہا تھا کہ میری ذلت و نامرادی کا تماشا طاہرہ نے ہی نہیں، حمیرا خانم اور خود میری بیوی نے بھی کر لیا ہے ـــــ!

خود خاں صاحب بھی اندرونی طور پہ ایک عجیب سی بے چینی محسوس کر رہے تھے۔ اُن کے سامنے ذرا فاصلے پہ حمیرا خانم کا ہاتھ تھامے طاہرہ کھڑی تھی ـــــ طاہرہ جسے وہ آغا صاحب کی فرمائش پوری کرنے کے لیے یہاں لائے تھے ـــــ طاہرہ جس نے ان کے مہر زار کر خالی دیا تھا ـــــ طاہرہ جس نے ان کے سب سے بڑے

ہتھیار کو بے اثر کر دیا تھا ــــ طاہرہ کی کے بند دروازوں کو کھولنے میں وہ ناکام رہے تھے ــــ وہ کہنے لگے:

"آپ جا سکتی ہیں مس طاہرہ!"

"بس!" حمیرا خانم نے طنز سے کہا "آپ کے اسلحہ خانے کے سارے ہتھیار ختم ہو گئے ہیں! اب آپ کے ترکش کا کوئی تیر باقی نہیں رہا ــــ"

خاں صاحب نے حمیرا خانم کی طرف دیکھا۔ وہ طاہرہ کا ہاتھ تھامے کھڑی تھیں۔ اُنھوں نے کہا:

"مس حمیرا! میں آپ کی بات کے جواب میں کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں ــــ ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں!"

"اجنبی!" زبیدہ نے حیرت سے کہا "کیا وہ حمیرا ابھی آپ کے لیے اجنبی ہے جو آپ کی منگیتر رہ چکی ہے اور دلہن بنتے بنتے رہ گئی تھی!"

زبیدہ کے یہ الفاظ سن کر طاہرہ نے حیرت ــــ بھرپور حیرت ــــ سے پہلے حمیرا خانم اور پھر خاں صاحب کی طرف دیکھا۔ وہ سوچنے لگی کہ کیا حمیرا خانم کبھی خاں صاحب کی منگیتر بھی رہ چکی ہیں؟ اب تک تو حمیرا خانم نے اپنی زندگی کے اس باب کی طرف کبھی ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کیا۔

"وہ ماضی کی بات ہے مسز آغا!" خاں صاحب کچھ خجالت محسوس کرتے ہوئے بولے "اور میں حال کی بات کر رہا ہوں!"

"کوئی بات نہیں" زبیدہ نے کہا "میں حال کا بھی تعارف کرائے دیتی ہوں"۔

"اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے زبیدہ!" حمیرا خانم نے کہا

"آخر تجمل حسین خاں کو کون نہیں جانتا ــــــ رئیس ابن رئیس ہیں۔ ایک مخیر ہستی کی حیثیت سے ملک بھر میں ان کی شہرت ہے۔ دولت ان کے گھر کی لونڈی ہے اور امارت ان کے گھر کی خادمہ۔ کتنے ہی ہسپتال ان کی امداد سے قائم ہیں۔ کتنے ہی یتیم خانے ان کے چندوں سے چل رہے ہیں۔ کتنے ہی رفاہی اداروں کو ان کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے۔ کتنے ہی معذوروں اور محتاجوں کو روٹی ان کے در سے مل رہی ہے۔ کتنی ہی بیواؤں اور بے سہارا عورتوں کی زندگی کی گاڑی ان کے وظیفوں کے سہارے چل رہی ہے اور ......"

"کتنے ہی دوستوں کی فرمائش پوری کرنے کے لیے انھوں نے یہ کوٹھی شانہ کھول رکھا ہے" طاہرہ نے حمیرا خانم کی بات مکمل کی۔

طاہرہ کی بات سن کر خاں صاحب اور زبیدہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ خود حمیرا خانم بھی تعجب سے طاہرہ کی طرف دیکھنے لگیں شاید اس لیے کہ جو بات وہ خود کہنا چاہتی تھیں، وہی طاہرہ نے کہہ دی تھی۔

خاں صاحب کہنے لگے:

"تم اب جو چاہو کہہ سکتی ہو مس طاہرہ! تمہیں اس کا حق حاصل ہے یقیناً حاصل ہے ــــــ لیکن میں تمہاری بات کے جواب میں کچھ نہیں کہوں گا ــــــ تم جا سکتی ہو ــــــ اس لیے نہیں کہ ہمارے اسلحہ خانے کے سارے ہتھیار ختم ہو گئے ہیں اور نہ اس لیے کہ اب ہمارے

ترکش میں کوئی تیر باقی نہیں رہا ——— بلکہ اس لیے اور صرف اس لیے کہ خود وہی شیر اب میدان چھوڑ کر بھاگ گیا ہے جس کی خاطر تمہیں یہاں لایا گیا تھا ——— تم جیت گئی ہو ——— یقیناً جیت گئی ہو مس طاہرہ! لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم ہار گئے ہیں ——— تمہاری فتح کا مطلب ہماری شکست نہیں ہے۔"

طاہرہ خاموش رہی ——— لیکن حمیرا خانم نے زبیدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"اس شیرنی نے آکر آپ کے شیر کی زندگی بخشوا لی ہے خاں صاحب! ورنہ اس کا انجام بھی وہی ہوتا جو آپ کے ٹائیگر کا ہو چکا ہے۔ آغا صاحب کی قسمت اچھی تھی ——— اور میں تو کہوں گی کہ آپ کی بھی قسمت اچھی تھی زبیدہ بہن یہاں نہ آتیں تو شاید آپ کا انجام بھی اپنے ٹائیگر کی طرح ہوتا ——— یا پھر جعفری صاحب کی طرح جو ہسپتال میں زندگی اور موت ——— غیرت اور بے غیرتی ——— کے درمیان لٹکے ہوئے ہیں۔"

"لیکن مجھے یہاں لانے والی تو تم ہو حمیرا!" زبیدہ نے کہا "خاں صاحب اور آغا صاحب کو میرا نہیں، تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔"

"ہم تم دونوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں زبیدہ!" خاں صاحب بولے "تمہارا بھی اور مس حمیرا کا بھی ——— بلکہ میں تو مس طاہرہ کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں ——— ان سے ہم نے بہت کچھ سیکھا ہے ——— ٹائیگر جیسے قیمتی جانور سے محرومی کے باوجود یہ حادثہ ہمارے لیے ایک

اصول تجربے کی حیثیت رکھتا ہے۔"

یہ کہتے کہتے انھوں نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو انھیں پھر اپنے سر کے زخمی ہونے کا احساس ہوا ــــ وہ زبیدہ سے گلہ کرتے ہوئے بولے:

"دیکھو زبیدہ! تمھارے دیور نے کیا کیا ہے ہمارے ساتھ! ہم نے اس کی بڑی خاطر تواضع کی تھی ــــ لیکن اس نے ہمارا سر زخمی کر ڈالا ــــ!"

"تو آپ نے کونسی رعایت کی اس کے ساتھ!" زبیدہ بولی "بجائے کو تھپڑ اور گھونسے مار مار کر بے ہوش کر کے رکھ دیا!"

ابھی خاں صاحب جواب میں کچھ کہہ نہ پائے تھے کہ شکیل تیزی سے کمرے کے اندر داخل ہوا ــــ مٹھیاں بھنچی ہوئی ــــ آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح دہکتی ہوئی ــــ شاید وہ ہوش میں آتے ہی پھر بھاگ آیا تھا ـــ!

"میں اس کا خون پی جاؤں گا! میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا!"

یہ کہتے ہوئے وہ اس انداز میں خاں صاحب کی طرف بڑھا جیسے اُس پر حملہ کرنا چاہتا ہو ــــ زبیدہ نے آگے بڑھ کر اس کا بازو تھام لیا اور کہا:

"رُک جاؤ شکیل!"

زبیدہ کی آواز سن کر شکیل چونک پڑا ــــ اُس نے زبیدہ کی طرف دیکھا اور حیرانی سے کہا:

"بھابی! آپ یہاں!"

زبیدہ مسکرا دی۔

"مبارک ہو شکیل! اس جنگ کا فیصلہ ہو گیا ہے —— جیت تمھاری ہی ہوئی ہے —— تمھاری اور مس طاہرہ کی ——!"

شکیل نے یہ سن کر نظریں اٹھائیں —— سامنے طاہرہ کھڑی تھی —— اور حمیرا خانم طاہرہ کا ہاتھ تھامے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے کہا:

"شکیل! آپ کے بھائی جان نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے۔"

شکیل نے یوں حمیرا خانم کی طرف دیکھا جیسے اُسے اس بات کا یقین نہ آیا ہو —— اُس نے پوچھا:

"کہاں ہیں وہ؟"

"تمھارے پیچھے ہی پیچھے تو گئے تھے" زبیدہ نے کہا

"آپ کے دوست چلے گئے خاں صاحب! شاید اپنی ہزیمت پر اس کوٹھی کے در و دیوار سے اٹھنے والے خاموش قہقہوں کو وہ برداشت نہیں کر سکے —— یا شاید یہ احساس اُن کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا تھا کہ اُن کی ذلّت کا تماشا اس کمرے کے در و دیوار نے ہی نہیں، میں نے اور زبیدہ بہن نے بھی کیا ہے —— ایک شوہر کے لیے بڑی پریشانی اور خفت کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود اس کی بیوی ہی اسے ذلیل ہوتے دیکھ لے ——!"

"معلوم تو کچھ ایسا ہی ہوتا ہے!" زبیدہ نے کہا "ورنہ وہ یوں اس کمرے سے بھاگتے جیسے یہاں اُن کا دم گھٹنے لگا ہو —— لیکن انھیں

شاید یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ اس آسانی سے اپنا پیچھا نہیں چھڑا سکیں گے ــــــ میں اُن کی وہ گت بناؤں گی ــــــ وہ گت بناؤں گی کہ وہ بھی کیا یاد کریں گے ــــــ!"

اُن کی پہلے ہی کافی گت بن چکی ہے" حمیرا خانم نے کہا" وہ نواب تمہیں دیکھتے ہی تمہارے قدموں میں بچھ جائیں گے ــــــ تمہارے ہی طفیل تو انھیں زندگی ملی ہے۔ تم نہ آتیں تو طاہرہ کے ہاتھ اپنا کام تمام کر چکے ہوتے۔"

"اصل میں تو یہ احسان تمہارا ہے حمیرا" زبیدہ نے کہا" مجھے یہاں لانے والی تم ہی تو ہو ــــــ"

"یہ میں جانتی ہوں زبیدہ" حمیرا خانم نے کہا" تبھی تو میں تمہیں یہ ڈرامہ دکھانا چاہتی تھی ــــــ لیکن اگر مجھے ماضی میں خان صاحب کی منگیتر رہنے کا شرف حاصل نہ ہو چکا ہوتا اور میں ان کی کوٹھی سے واقف نہ ہوتی تو شاید یہ ڈرامہ کامیابی سے نہ دیکھا جا سکتا۔"

"شر میں سے خیر کا پہلو اسی طرح نکلا کرتا ہے" زبیدہ نے کہا۔ "بُرائی کی کوکھ سے بھلائی اسی طرح جنم لیا کرتی ہے۔"

خان صاحب جو خاموشی بلکہ بیزاری سے یہ گفتگو سن رہے تھے کہنے لگے ــــــ:

"یہ ڈرامہ اب ختم ہو چکا ہے زبیدہ! کبھی کا ختم ہو چکا ہے ڈرامہ ختم ہونے کے بعد تماشائی اپنے اپنے گھروں کی راہ لینے

ہیں۔۔۔ ہال میں کھڑے ہو کر ڈرامے پر تبصرہ نہیں کیا کرتے۔۔۔!"

خان صاحب کی یہ بات سن کر حمیرا خانم نے کہا:

"خان صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں زبیدہ! آؤ! اب ہم چلیں ۔۔۔ انھیں اپنے دوست کی وجہ سے پہلے ہی کافی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔۔۔ بہت زیادہ خِفت برداشت کرنی پڑی ہے۔۔۔ ہماری باتیں ان کے لیے زخموں پر نمک کی حیثیت رکھتی ہیں ۔۔۔ اور کسی کے زخموں پر نمک چھڑکنا اچھا نہیں ہوتا۔۔۔ چاہے وہ زخم کسی دشمن کے ہی ہوں ۔۔۔!"

یہ سُن کر زبیدہ نے کہا:

"ٹھیک ہے ۔۔۔ ہمیں خان صاحب کو زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہیے۔

وہ چاروں دروازے کی طرف بڑھے ۔۔۔ خان صاحب ایک طرف ہٹ گئے ۔۔۔ دروازے میں پہنچ کر حمیرا خانم نے پلٹ کر خان صاحب کی طرف دیکھا اور رُک کر کہا:

"خان صاحب! ہمیں افسوس ہے کہ آپ کے دوست آپ کی توقع سے کہیں زیادہ بُزدل ثابت ہوئے ۔۔۔ آئندہ آپ کو اپنے دوستوں کے انتخاب میں احتیاط کرنی چاہیے ۔۔۔ اور اس سے بھی زیادہ احتیاط اُن دشمنوں کے انتخاب میں کرنی چاہیے جنھیں آپ اپنے دوستوں کی خاطر دشمن بناتے ہیں ۔۔۔ اس لیے کہ دشمن کتنا ہی

کمزور اور بے بس ہو، بہر حال دشمن ہوتا ہے ـــــ اپنی تمام بے بسی اور کمزوری کے باوجود وہ آپ کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا سکتا ہے ـــــ آپ کے تمام ہتھیاروں کو بے اثر کر سکتا ہے ـــــ حتیٰ کہ آپ کو موت کے اندھیرے غاروں میں بھی پہنچا سکتا ہے ـــــ طاہرہ کے ہاتھوں آپ اس تلخ حقیقت کا مشاہدہ ہی نہیں، تجربہ بھی کر چکے ہیں ـــــ یقیناً یہ تجربہ آپ کو زندگی بھر نہیں بھولے گا ـــــ نہیں بھولنا چاہیے۔

پُراسرار، سنسنی خیز، دلچسپ و قہقہہ انگیز

کیپٹن شہزاد سیریز

جاسوسی ناولوں کے اس سلسلے کی نمایاں ترین خصوصیت کیپٹن شہزاد، شہزادہ نلی علی خان، انسپکٹر فاضل بیگ اور انسپکٹر مولا بخش کے دلچسپ و پُراسرار کردار ہیں۔ جن کے کارنامے پڑھ کر قاری اپنے تھکے ہوئے ذہن و اعصاب کو پُرسکون محسوس کرتا ہے اور تازہ دم ہو کر ایک بار پھر زندگی کی جدوجہد میں سرگرمی سے شریک ہو جاتا ہے

اس سلسلے کا اجرا محض وقت گزاری کے لیے ہی نہیں، بلکہ مقصدیت بھی پیش نظر ہے۔ اثر نعمانی نے اپنی تحریر میں اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ قاری کے فکر و عمل کو اعلیٰ اقدار کی طرف مائل کرے۔ اس سیریز کی ہر کتاب پُراسرار سنسنی خیز، دلچسپ اور قہقہہ انگیز واقعات کی بنا پر ناقابل فراموش ہے: پہلا ناول موت کا اندھیرا۔ دوسرا پراسرار ہیرا۔ تیسرا۔ انوکھا تجربہ۔ ہر ناول کی ضخامت ۲۰۰ صفحات قیمت ۲/۵۰ اس کے علاوہ ہر ماہ ایک نیا ناول یکم تاریخ کو شائع ہو رہا ہے۔